نفیس

تشریح السراجی

درسی افادات

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید وقار علی صاحب دامت برکاتہم

مدرس اعلیٰ و ناظم تعلیمات مظاہر العلوم (وقف) سہارنپور

مرتبہ وجامع

مفتی محمد علی حسن نہٹوری

استاذ مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

فون: 4540513-4519240

Email:taleefat@mul.wol.net.pk Ishaq90@hotmail.com

نفیس

تشریح السراجی

تاریخ اشاعت................ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

ناشر..........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت.........................سلامت اقبال پریس ملتان

ادارہ تالیفات اشرفیہ ۔ چوک فوارہ... ملتان — مکتبہ رشیدیہ......راجہ بازار......راولپنڈی

ادارہ اسلامیات......انارکلی......لاہور — یونیورسٹی بک ایجنسی......خیبر بازار...... پشاور

مکتبہ سید احمد شہید......اردو بازار......لاہور — ادارۃ الانور......نیو ٹاؤن......کراچی نمبر 5

مکتبہ رحمانیہ......اردو بازار......لاہور — مکتبہ المنظور الاسلامیہ... جامعہ حسینیہ...علی پور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K — 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE — BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

اِنتساب

اپنی اِس طالب علمانہ کاوش کو

مادرِ علمی مظاہر علوم (وقف) سہارن پور

اور

اُس کے مایۂ ناز اور قابلِ فخر استاذ الاساتذہ

حضرت مولانا سیّد وقار علی صاحب بجنوری مدظلہ

کے نام

منسوب کرتا ہوں

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد علی حسن نہٹوری

فہرست مضامین

"نفیس تشریح السراجی"

۱۴۲۳ھ

تصدیق وتوثیق

از: حضرت استاذی مولانا سید وقار علی صاحب دھام پوری مدظلہ العالی

ناظم تعلیمات مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور (یوپی)

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل اور حضرات اساتذہ کرام جناب مولانا اکبر علی صاحب[1] اور حضرت مولانا منظور احمد خان صاحب سہارنپوری[2] رحمۃ اللہ علیہما کی توجہ وعنایت کی برکت سے مادر علمی مظاہر علوم میں سالہا سال[3] سراجی پڑھنے پڑھانے کی توفیق عطاء فرمائی۔ اللہ تعالیٰ میری خدمت تدریس علم دین کو قبول فرمائے اور اس کو صدقۂ جاریہ بنائے۔ (آمین)

میرے عزیز شاگرد مولوی مفتی محمد علی حسن نہٹوری سلمہٗ استاذ عربی ومعین مفتی مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور نے مجھ سے "سراجی" پڑھنے کے دوران درس سراجی کو میرے ہی الفاظ میں حرفاً حرفاً قلمبند کرنے کی کوشش کی تھی، مجھے عزیز موصوف سلمہ اللہ تعالیٰ کے ضبط اور محفوظ کرنے پر اطمینان واعتماد ہے اور امید یہی ہے کہ انھوں نے میرے مافی الضمیر اور مراد ومفہوم کو صحیح طور پر قلمبند کرلیا ہے، خدا کرے کہ ان کی کوشش کامیاب ہو اور یہ درس سراجی ظاہری ومعنوی خوبیوں سے آراستہ ہوکر زیور کتابت وطباعت سے جلد از جلد مزین ہو اور طلبہ سراجی کیلئے مفید ونافع ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اساتذۂ عظام کو ہماری طرف سے اپنی شایان شان بہترین بدلہ عطا فرمائے اور اس کتاب کے مرتب، مصحح اور کاتب وطابع وناشر سب کو جزاء خیر عطاء فرمائے۔ (آمین)

وقار علی غفرلہ

مدرس اعلیٰ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

۱۸ر ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ

---

[1] آپ سے سراجی پڑھی۔ [2] آپ سے تخریج کا طریقہ سیکھا اور مشق کی۔ [3] تقریباً ۵۰ سال۔

ترجمان حق حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی صاحب مدظلہ العالی مفتی شہر آگرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عبدالقدوس رومی

مفتی شہر و شاہی جامع مسجد آگرہ

مورخہ ۲۴ صفر ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۵ اپریل ۲۰۰۴ء یوم الاثنین

کلمات ناچیز

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد زیر نظر کتاب جو کہ تشریح السراجی ہی نہیں ہے بلکہ تاریخ نے مجبور کردیا کہ اسے اس کے رخ و معنی خیز نام نفیس تشریح السراجی سے موسوم کردیا جائے، اس کے اعتماد و استناد کے لئے یہی بات کافی ہے کہ یہ نفیس تشریح خود فاضل صاحب درس مولانا سعید احمد صاحب زید مجدہم کے درسی افادات ہیں جسے ان کے عزیز تلمیذ رشید مفتی محمد حسن صاحب مشوری نے قلمبند کیا ہے اور مولانا موصوف نے بذات خود اسکی تصدیق و توثیق بھی فرمادی ہے۔

راقم السطور بعض سپاہیوں سے بہت دور الہ آباد و اکبرآباد اپنے بچوں سے مولانا زید مجدہم کے درس سراجی کی شہرت برابر سنتا رہا ہے، الحمد للہ اب تلامذہ سراجی کے لئے افادہ کا روشن مینار رہے گا وما ذلک علی اللہ بعزیز

عبدالقدوس رومی غفرلہ
مفتی شہر آگرہ
۲۴ صفر ۱۴۲۵ھ

رائے سامی

از: ادیبِ اریب حضرت مولانا ریاست علی صاحب ظفر بجنوری دامت برکاتہم

ناظمِ تعلیمات، استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

زیرِ نظر کتاب، علمِ فرائض کی مشہور درسی کتاب "سراجی" کی شرح ہے جس میں سراجی کے مشہور اور فاضل استاذ جناب مولانا سید وقار علی صاحب زید مجدہم ناظم تعلیمات مظاہر علوم کے امالی درس کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ مولانا موصوف اپنے دورِ طالب علمی ہی میں اپنی عمدہ استعداد اور صالحیت کے سبب نیک نام تھے، بعد میں ان کی تدریس خاص طور پر "سراجی" کے درس کی شہرت ہمیشہ سننے میں آتی رہی۔

"سراجی" علمِ فرائض کی نہایت اہم اور درسِ نظامی میں داخل واحد کتاب ہے۔ جو حضرات علمِ فرائض کی پیچیدگیوں سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس فن کی نزاکتوں سے عہدہ برآ ہونا کس قدر مشکل ہے۔ اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھا جائے تو مولانا کی اس ماہرانہ شہرت کی اہمیت میں بہت اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس کتاب کے مرتب جناب مولانا محمد علی حسن صاحب نے "سراجی" مولانا موصوف ہی سے پڑھی ہے، اور اب (جیسا کہ معلوم ہوا) وہی مولانا کی تربیت اور نگرانی سے فیضیاب ہو کر "سراجی" پڑھا رہے ہیں۔ اسلیے مولانا کے افاداتِ درس کو ایک مستقل مفید شرح کی شکل دینے میں انکی کامیابی یقینی ہے۔ مزید اعتبار و استناد کیلئے مولانا کی توثیق کافی ہے۔ ——— دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولِ عام عطا فرمائے اور صاحبِ افادات و مرتب کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔

والسلام ریاست علی غفرلہ، خادم تدریس دار العلوم دیوبند۔ ۱۶ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

رائے گرامی

از: استاذ جلیل حضرت الحاج مولانا رئیس الدین صاحب مدظلہ محدث مظاہر علوم وقف سہارنپور

خلیفہ ومجاز مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ۔ اَمَّا بَعْدُ!

علوم دینیہ میں علم فرائض کی جو اہمیت ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ قرآن وحدیث میں مفصل طور پر اس کو بیان کیا گیا ہے۔ اس علم کی اہم کتاب "سراجی" کو اکابر نے درس نظامی میں داخل فرما کر اس کے درس وتمرین کا اہتمام واعتناء فرمایا ہے۔ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں یہ درس حضرت الاستاذ مولانا سید وقار علی صاحب مدظلہ ناظم تعلیمات مدرسہ ہٰذا کے متعلق رہا ہے اور تقریباً پچاس سال سے طلباء وعلماء آپ سے مسلسل استفادہ کرتے آرہے ہیں۔ ہندو بیرون ہند کے مراکز اسلامیہ میں دیگر علوم کی طرح اس علم شریف کے اکابر مدرسین حضرت موصوف مدظلہ سے واسطہ و بلا واسطہ مستفید نظر آتے ہیں فجزاہ اللہ خیرا

یہ کتاب "نفیس تشریح السراجی" حضرت مولانا موصوف مدظلہ کے افادات وافاضات کا مجموعہ ہے جو ان کے لائق وفائق شاگرد عزیز محترم مفتی محمد علی حسن نہٹوری، مدرس جامعہ ہٰذا نے مرتب طور پر قلم بند کیے ہیں۔ خود عزیز موصوف بھی کئی سال سے "سراجی" کا درس دیتے آرہے ہیں۔ ماشاء اللہ ان کو بھی اس علم میں مہارت حاصل ہے۔ حضرت مولانا مدظلہ کے طویل تجربات اور عزیز موصوف کی تسہیل وترتیب کے پیش نظر یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ "سراجی" کی یہ شرح دیگر شروح کے مقابلہ میں زیادہ مفید اور نافع ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ حضرت مولانا مدظلہ کے سایۂ عاطفت کو بایں ہمہ فیوض تادیر قائم ودائم رکھے اور مرتب سلمہ کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطاء فرمائے اور مزید علمی وعملی ترقیات سے نوازے۔ آمین۔

العبد (العبد رئیس الدین) ۱۴ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

تقدمہ

از: حضرت مولانا مفتی مجد القدوس صاحب خبیب رومی

نگران دار الافتاء و مفتی مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید المرسلین وخاتم النبیین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین۔ امّا بعد!

یہ کتاب "نفیس تشریح السراجی" استاذ محترم حضرت مولانا سید وقار علی صاحب مظاہری دامت برکاتہم کے درس سراجی کی تقریر ہے جس کو عزیز گرامی قدر مولوی، مفتی محمد علی حسن نہٹوری سلمہ اللہ تعالیٰ نے دوران درس بلفظہ قلمبند کرلیا تھا۔

حضرت الاستاذ مدظلہ کا درس سراجی مظاہر علوم و دار العلوم اور دوسرے مرکزی مدارس میں بھی مقبول و مسلّم اور مشہور و معروف رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور اکابر اساتذہ مظاہر علوم کی توجہ و برکت اور انتھک محنت و مطالعہ کی بنا پر مولانائے موصوف کو اس کتاب "السراجی فی المیراث" کے ساتھ مناسبت تامہ اور غیر معمولی شغف عطا فرمایا[1] چنانچہ ہند و بیرون ہند کے بڑے مدارس میں مولانائے محترم کے تلامذہ و منتسبین اس کتاب کی تعلیم و تدریس اور علم میراث کی نشر و اشاعت میں مصروف و مشغول ہیں۔

التلمیذ نسخۃ استاذہٖ "مقولہ مشہور ہے چنانچہ عزیزم مفتی محمد علی حسن سلمہٗ

---

[1] تقریباً ۲۶ سال قبل حضرت الاستاذ مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی نے فرمایا تھا کہ اس وقت جیسی محنت اور مطالعہ سبق کیلئے مولانا وقار علی صاحب اور مولانا محمد یونس صاحب کیا کرتے ہیں اسکی مثال و نظیر دوسری جگہ ملنی مشکل ہے۔

کی یہ تالیف و ترتیب استاذِ محترم کی تعلیم و تدریسِ سراجی کا مثالی نمونہ ہے۔ عزیز موصوف مولانا کے لائق و سعید اور ہونہار شاگرد ہیں، ان کے اس کام کے صحیح و معتمد ہونے کی شہادت حضرت الاستاذ نے احقر سے بارہا ظاہر فرمائی ہے جو نہ صرف ان کے لیے کافی، وافی ہے بلکہ اس مجموعہ (نفیس تشریح السراجی) کے بھی مستند و معتبر ہونے کی ضمانت ہے۔ خدا کرے یہ کتاب اسم بامسمیٰ ثابت ہو، اور طلبۂ عزیز کے لیے اکابر مظاہر کے فیض سے مستفیض ہونے کا ذریعہ بنے۔ طلبہ کی نری تعلیم ہی نہ ہو بلکہ تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ہو ؎

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں ۔۔۔ آدمی، آدمی بناتے ہیں (اکبر)

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

عبد الرحمٰن ۔۔۔

نگراں دار الافتاء، مفتی مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

$20 \frac{11}{24}$ ھ

ولادت اپنے آبائی وطن دھام پور میں ہوئی والدِ بزرگوار کا نام حافظ سید انظار علی صاحب مرحوم ہے جو کاروبارِ تعمیر سے وابستہ تھے بعد میں دہرہ دون منتقل ہو گئے تھے مدرسہ مظاہر علوم کے تعلیمی رکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ۲۱ر شوال المکرم ۱۳۷۱ھ کو مختصر المعانی کی جماعت میں داخل ہوئے، اس وقت ۱۷ر سال عمر تھی اس حساب سے سنِ ولادت ۱۳۵۴ھ ہے۔ وقار علی نام رکھا گیا۔

تعلیم ابتدائی تعلیم شرح جامی تک اپنے وطن دھام پور[2] ضلع بجنور میں حضرت مولانا حافظ قاری عبد الرحیم صاحب متعنا اللہ بفیوضہم (مجاز طریقت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم مہاجر مدنی رح) سے حاصل کی۔ مختصر المعانی سے دورۂ حدیث شریف اور اس کے بعد مختلف علوم و فنون کی تکمیل مادرِ علمی مظاہر علوم سہارنپور میں کی[1] آپ کو اپنے جملہ اساتذۂ کرام سے خاص تعلق رہا، اور آپ کے اساتذہ کرام کو بھی خاص توجہ رہی۔ خصوصاً امورِ مدرسہ کے حل و عقد، نصب و عزل میں حضرت شیخ الحدیث صاحب رح کے نہایت معتمد اور نافذ الامر و نفس ناطقہ رہے۔ اور حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رح کی بھی خاص شفقت رہی۔ چنانچہ جب مولانا تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے وطن جانے لگے تو حضرت مولانا رح نے برجستہ اپنے قلبی تعلق کا اظہار بوقتِ رخصت یوں کیا ؎

آج رخصت وقار تم ہو گے ہم کو داغِ مفارقت دو گے

---

[1] اس وقت مدرسہ کے ناظم اعلیٰ شیخ الاسلام حضرت مولانا حافظ سید عبد اللطیف صاحب پورقاضوی تھے مگر حضرت ناظم صاحب رح سے مولانا کو پڑھنے کی نوبت نہیں آسکی۔ [2] مدرسہ حسینیہ پہاڑی دروازہ۔

فراغت شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوئے اور اس سال دورۂ حدیث شریف کے تمام طلبہ میں مولانا فائق وممتاز تھے جس کی بناء پر مدرسہ کی طرف سے حسبِ ضابطہ مندرجہ ذیل کتب مع دس روپئے بطور انعام کے دی گئیں ۱۔ درر فرائد۔ ۲۔ رسالہ مصر عربی۔ ۳۔ رسالہ النور مکمل ایک سال کی فائل۔ ۴۔ وزارۃ الشئون الاجتماعیۃ۔ ۵۔ مسلسلات۔ ۶۔ عقائد علمائے دیوبند۔ ۷۔ سرمایۂ زبان اردو ۸۔ نگین ادب۔ ۹۔ سیاحتِ زمین۔

بیعت بیعت واسترشاد کا تعلق حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ سے رہا، چنانچہ اپنے شیخ ومرشد کے بتائے ہوئے معمولات وتسبیحات کی پابندی تہجد اور باوضو مطالعہ وسبق کا اہتمام ہمیشہ رہا۔ بعد میں استفادہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب گمتھلویؒ اور حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ اور حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ سے بھی رہا۔

ملازمت وتدریس مؤرخہ ۱۰ر شوال المکرم ۱۳۷۶ھ سے مدرسِ عربی کے عہدہ پر مادر علمی مظاہر علوم میں تقرر ہوا۔ چنانچہ ابتدائی کتب نحو وصرف اور منطق وفلسفہ، معانی وادب، فقہ واصولِ فقہ کی انتہائی کتابیں مسلسل زیرِ درس رہیں، اور تفسیر وحدیث کی کتابیں بھی پڑھائیں۔ سراجی کی تدریس کا سلسلہ مشکوٰۃ شریف پڑھنے ہی کے زمانہ سے شروع ہوگیا تھا جو بفضلہ تعالیٰ تاحال جاری ہے جس کی مجموعی مدت نصف صدی (تقریباً پچاس سال) ہوتی ہے۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء

خاص اساتذۂ عظام (۱) استاذ الاساتذہ حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحب سہارنپوریؒ (۲) مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ رامپوریؒ (۳) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ (۴) حضرت علامہ صدیق احمد صاحب فاروقی کشمیریؒ (۵) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ (۶) حضرت

مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ (۷) حضرت مولانا اکبر علی صاحب سہارنپوریؒ (۸) حضرت مولانا قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندیؒ۔ ۹) حضرت مولانا ظریف احمد صاحبؒ (۱۰) حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب دیوبندیؒ۔

حضرت مولانا جامعہ مظاہر علوم کے مدرس اعلیٰ اور مسلّم استاذ الفرائض ہونے کے باوجود ازراہِ تواضع، استفادۃً و انکساری حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے درس ترمذی شریف میں بھی ایک سال شریک ہوئے۔ دورانِ درس ایسے علمی و تحقیقی اشکالات پیش کرتے کہ جن کو سن کر حضرت مفتی صاحبؒ متحیر و متعجّب ہو جاتے۔ ایک دفعہ ہنس کر دریافت فرمایا کہ مولانا یہ اشکالات آپ کہاں سے لاتے ہیں؟ مولانا نے کہا کہ حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحبؒ کو حاشیہ عبد الحکیم سیالکوٹی پورا ازبر تھا، ان میں سے بعض اشکالات وہیں کے ہیں اور بعض خود میرے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہدایہ ثالث و رابع یکے بعد دیگرے پڑھانے کے زمانہ میں فتح القدیر، بنایہ، عنایہ وغیرہ شروح ہدایہ کا مطالعہ بغور فرماتے اور ہدایہ کی بعض عبارات کے حل کیلئے مذکورہ شروح و حواشی سے مسئلہ حل نہ ہوتا تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع فرماتے مگر مفتی صاحبؒ بھی مولانا کے بعض اشکالات کے حل سے قاصر رہتے اور مطالعہ و غور و خوض کے بعد صاف طور پر فرما دیتے کہ اس وقت جواب سمجھ میں نہیں آیا۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا موصوف اپنے زمانۂ تدریس میں نہایت تحقیق و تدقیق اور شرح و بسط سے کما حقہٗ کتاب پڑھاتے تھے۔ محض بین السطور اور حواشی تک بحث و تمحیص محدود نہ رہتی تھی بلکہ کتاب کی جملہ اردو عربی شروح بھی زیرِ بحث آتی تھیں۔

ممتاز تلامذۂ کرام

(۱) حضرت مولانا محمد عاقل صاحب سہارنپوری۔ (۲) حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری۔ (۳) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری۔ (۴) جناب مولانا محمد سلمان صاحب سہارنپوری۔ (۵) جناب مولانا محمد یعقوب صاحب

سہارنپوری (۶) جناب مولانا حبیب اللہ صاحب مظاہری (۷) جناب مفتی عبداللہ صاحب مظاہری ہانسوٹ (۸) جناب مفتی عبداللہ صاحب مظاہری (۹) جناب مولانا رئیس الدین صاحب۔ (۱۰) مفتی عبدالحسیب اعظمی (۱۱) مولانا نذر توحید مظاہری۔

ان ممتاز حضرات اہل علم کے علاوہ کثیر تعداد نے آپ سے مختلف علوم وفنون بالخصوص علم میراث میں اکتساب فیض کیا ہے ان سب کا شمار کرنا یہاں مقصود نہیں ہے۔

مولانا کے اولین معلم استاذ الاساتذہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب تھےپوری مدظلہ العالی نے ایک موقع پر فرمایا کہ "مولانا وقار علی صاحب اسلاف کا نمونہ ہیں" اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو صحت وعافیت کے ساتھ سلامت رکھے، مستفیدین کو استفادہ کی توفیق بخشے اور جملہ متعلقین کو قدر دانی نصیب فرمائے۔ (آمین)

احقر محمد القدوس خبیب رومی عفا اللہ عنہ
دارالافتاء مظاہر علوم (وقف) سہارنپور
۲۳ محرم ۱۴۲۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مرتب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد!

علمِ میراث انتہائی اہم بالشان علم ہے۔ اس کے مسائل باری تعالیٰ نے بذاتِ خود قرآنِ حکیم میں بیان فرمائے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علم کے سیکھنے سکھانے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے متعلق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان نہایت تاکید کے ساتھ ایک بلیغ وعظ فرمایا، اس کی فضیلت میں ارشاد فرمایا کہ یہ نصف العلم ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! علمِ فرائض اسی توجہ واہتمام کے ساتھ سیکھو جس طرح تم قرآنِ پاک سیکھتے ہو۔ بہرحال مقصود یہ ہے کہ اس علم کو اہتمام کے ساتھ سیکھا سکھایا جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

اس فن کے احکام ومسائل جاننے کے لیے "سراجی" ایک کامل ومکمل اور جامع کتاب ہے، درسِ نظامی میں اول وآخر یہی کتاب ہے۔ مصنف علّام نے اس میں فنِ فرائض کے احکام ومسائل، اصول وقوانین ایسی جامعیت کے ساتھ بیان فرمادیے ہیں کہ ان کو سمجھ کر محفوظ کرلینے سے اس فن سے مناسبتِ تامہ حاصل ہوجاتی ہے، اور کسی دوسری کتاب کی حاجت باقی نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ تقریباً سات سو سال سے یہ کتاب درس میں داخل ہے اور ہر زمانہ کے علماء وطلبہ اس سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔ علماء سلف وخلف نے اس کے مختلف حواشی وشروح تحریر فرمائے ہیں۔ اردو میں بھی اس سے متعلق متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ کتاب بھی ہے۔ جو حضرت الاستاذ مولانا سید وقار علی صاحب دامت برکاتہم

ناظم تعلیمات مظاہر علوم (وقف) سہارنپور کے درسِ سراجی کے افادات کا مجموعہ ہے۔

حضرت الاستاذ کا درسِ سراجی بڑا معروف و مشہور اور مقبول رہا ہے۔ آپ سے متعلق سراجی کی تدریس کا عرصہ تقریباً پچاس سال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس فن میں ایسی مہارت عطاء فرمائی کہ پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ چٹکیوں میں حل فرما دیتے۔ آپ کے ہزارہا شاگرد درسِ سراجی قلم بند کر کے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ ملک و بیرونِ ملک کے اکثر مدارسِ اسلامیہ میں آپ کے شاگرد اس علم کی خدمت میں مشغول و مصروف ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بندہ کو بھی ۱۴۱۱ھ میں (شعبۂ افتاء کے سال) حضرت والا سے سراجی پڑھنے کا شرف حاصل ہوا تو دورانِ درس ہی پوری تقریر قلم بند کر لی اور (فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مشفق اساتذۂ کرام کی توجہ و برکت سے مادرِ علمی مظاہر علوم میں خدمتِ تدریس اور اعانتِ فتویٰ نویسی کی سعادت نصیب ہوئی تو حضرت الاستاذ ہی کی سرپرستی میں فقیہ الاسلام حضرت الاستاذ مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ سابق ناظمِ اعلیٰ مظاہر علوم کی عنایت سے سراجی پڑھانے کا متعدد مرتبہ موقع میسر ہوا، اور حضرت الاستاذ نے اعتماد واطمینان کا اظہار فرمایا جو بندہ کے لیے باعثِ صد افتخار ہے) حضرت الاستاذ کی اسی درسی تقریر کو بالترتیب صاف کر کے خدمت میں پیش کیا اور سنایا تو مسرور ہوئے اور اظہارِ مسرت فرماتے ہوئے دعائیں دیکر اس کی اشاعت کا حکم فرمایا نیز دیگر اساتذۂ کرام بالخصوص حضرت الاستاذ مولانا رئیس الدین صاحب استاذ حدیث مدرسہ ہذا، اور استاذِ محترم حضرت مولانا مفتی مجد القدوس صاحب خبیب رومی مفتی مظاہر علوم کو جب اس کا علم ہوا تو انھوں نے بھی اس کی اشاعت کی طرف توجہ دلائی اور تقاضہ فرمایا۔ نیز رفقاء دار الافتاء نے بھی اسے شائع کرنے کی تائید فرمائی چنانچہ ان حضرات کی توجہ و برکت اور مفید مشوروں سے یہ کاوش وجود میں آئی۔

حضرت اقدس مولانا مفتی عبد القدوس رومی صاحب مدظلہٗ مفتی شہر آگرہ نے اس کا تاریخی نام ”نفیس تشریح السراجی“ ۱۴۲۳ھ تجویز فرما دیا۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی خَيْرَ الْجَزَاءِ

بندہ ان سبھی حضرات کا تہہ دل سے شکر گذار و ممنون ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔

یہ کتاب، سراجی کے باب المناسخہ تک پہلی جلد ہے، عموماً مدارس کے نصاب میں یہیں تک ہے۔ اس لیے اس کو ایک جلد میں شائع کر دیا البتہ ذوی الارحام سے آخر کتاب تک دوسری جلد کا بھی ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آسان فرمائے اور تکمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

اہلِ علم و فن کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر کہیں کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اطلاع فرما کر ممنون فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبول و مفید بنائے خصوصاً طلباءِ سراجی کیلئے نفع بخش ثابت ہو اور بندہ نیز اس کے والدین مدظلہما کے لیے ذخیرۂ آخرت ہو۔ (آمین)

وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ

محمد علی حسن نہٹوری

استاذ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

۲۲ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مبادیاتِ علمِ فرائض

یہ کتاب "السراجی فی المیراث" فنِ فرائض میں ہے۔ اس فن کو علمِ میراث بھی کہا جاتا ہے کسی بھی فن کو شروع کرنے سے قبل اس کے مبادیات کا جاننا ضروری ہوتا ہے تاکہ اس فن کے حاصل کرنے میں بصیرت حاصل ہو اور طلبِ مجہول لازم نہ آئے۔ مبادیات کے تحت عموماً دو چیزوں کو بیان کیا جاتا ہے، ۱۔ مبادیٔ علم، ۲۔ مبادیٔ کتاب۔ جس کو مقدمۃ العلم اور مقدمۃ الکتاب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مقدمۃ العلم میں بعض وہ چیزیں ہیں جن کا جاننا واجب اور ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً اس علم کی تعریف، موضوع، غرض وغایت، اور بعض چیزوں کا جاننا مستحب کے درجہ میں ہوتا ہے۔ مثلاً اس علم کا حکم، ماخذ و استمداد، اور فضیلتِ علم وغیرہ۔ اور مقدمۃ الکتاب کے تحت کتاب کا تعارف، مصنفؒ کے حالات وغیرہ بیان کیے جاتے ہیں۔

فرائض کے لغوی معنیٰ

لفظِ فرائض جمع ہے فریضۃ کی اور وہ مشتق ہے فرض سے اور فرض کے معنیٰ لغت میں قطع، تقدیر، وجوب، بیان کے آتے ہیں، اور فرض بمعنیٰ حصّہ کیلئے کثرت سے مستعمل ہے۔ وارث کے لیے جو حصہ شرعاً مقدر ہو اس کو فرض کہا جاتا ہے۔

علمِ فرائض کی اصطلاحی تعریف

علمِ فرائض کی مختصر اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ وہ فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جاننا ہے جن سے ہر ایک وارث کا حصّہ ترکہ سے معلوم ہو جائے۔ ھو علم باصول من فقہ وحساب یعرف بہ حق الورثۃ من الترکۃ۔[1]

---

[1] السراجی المحشی۔

علمِ فرائض کا موضوع

میت کا ترکہ اور اس کے مستحقین۔ اس لیے کہ علم فرائض میں ترکہ اور اس کے مستحقین سے بحث کی جاتی ہے، اس حیثیت سے کہ کس وارث کو ترکہ سے قواعدِ معینہ کی روشنی میں کتنا حصّہ ملے گا۔ [۱]

علمِ فرائض کی غرض وغایت

مستحقین ورثہ کو ان کا حق پہونچانا یا ان کے حصّوں کو متعین کرنے پر قدرت کا حاصل ہونا۔ [۲]

علمِ فرائض کا شرعی حکم

اس علم کا سیکھنا فرضِ کفایہ ہے۔ یعنی بقدر سفر شرعی (۴۸ میل = $77\frac{1}{4}$ کلو میٹر) مقامات کی مسافت میں کم از کم ایک عالمِ فرائض کا ہونا ضروری ہے، ورنہ ان بستی میں رہنے والے تمام لوگ گنہگار ہوں گے۔

علمِ فرائض کے ارکان

اس علم کے تین رکن ہیں۔ (۱) وارث (۲) مورث (۳) حقِ موروث یعنی ترکہ۔

شرائط

تین شرطیں ہیں (۱) مورث کی موت (۲) مورث کی موت کے وقت وارث کا وجود۔ (۳) جہتِ وراثت کی واقفیت یعنی یہ جاننا کہ کس جہت سے وہ وارث بن رہا ہے، قرابت کی وجہ سے یا نکاح کی وجہ سے یا ولاء کی وجہ سے۔

اسباب

تین سبب ہیں۔ (۱) نسب (۲) نکاح (۳) ولاء

ماخذ واستمداد

علمِ فرائض کے مہتم بالشان مسائل کتاب اللہ سے اور بعض احادیث سے اور بعض اجماع سے ثابت ہیں۔ عقل اور قیاس کو اس میں کچھ دخل نہیں۔

---

[۱] الترکات من حیث تعلق الحقوق بہا وقسمتہا شرعاً (رسائل ابن عابدین ص ۱۹۳ ج ۲

[۲]، ایصال الحقوق لاربابہا وقیل الاقتدار علی تعیین السہام لذویہا علی وجہ صحیح (شامی ج ۲ ص ۱۹۳ رسائل ابن عابدین ص ۱۹۳ ج ۲)

علمِ فرائض کی فضیلت

یہ علم انتہائی مہتم بالشان اور قابلِ قدر علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں خاص طور سے نہایت وضاحت کے ساتھ اس کی تعلیم فرمائی ہے اور احکام میراث مستقل ایک رکوع میں اور دیگر مقامات پر تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہیں اور اس کے بعد فرمایا کہ ان احکام کی تاویل و حکمتوں کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، تم لوگ پوری طرح نہیں سمجھ سکتے اور فرمایا کہ جو لوگ ہمارے ان احکام کی تعمیل کریں گے ہم ان کو جنت میں جگہ دیں گے۔ اور جو لوگ ہماری بات کو نہیں مانیں گے وہ دوزخ کے مستحق ہوں گے، ترغیبی اور ترہیبی دونوں پہلو اختیار کیے ہیں اور پھر ان احکام کے خاتمہ پر فرمایا کہ ہم نے یہ صاف اور صریح احکام اپنی طرف سے اس لیے بیان اور مقرر فرمائے ہیں تاکہ تم لوگ گمراہ نہ ہو جاؤ۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کا اس علم کو یہ خاص مقام عطا فرمانا ہی اس علم کی بزرگی، برتری اور فضیلت کیلئے کافی ہے۔ نیز احادیث قولی و فعلی کا ایک بڑا ذخیرہ اس علم کو سیکھنے، سکھانے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی ترغیب میں وارد ہوا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں ایک مؤثر وعظ لوگوں میں بیان کیا۔ ایک مقام پر فرمایا کہ اے لوگو تم فرائض (علمِ میراث) کو سیکھو اور لوگوں کو سکھلاؤ، اس لیے کہ وہ نصف علم ہے اور بلاشک وہ بھلا دیا جائے گا، اور میری امت سے یہی علم سب سے پہلے سلب کیا جائے گا، جو اس علم کی اہمیت و فضیلت پر بین ثبوت ہے۔ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور علماءِ حق کا تعامل خیر القرون سے اب تک مزید اس علم کی فضیلت کو واضح کرتا ہے۔

مقدمۃ الکتاب

مصنف علام کا نام محمد، کنیت ابو طاہر، لقب سراج الدین ہے۔ آپ کے والد کا نام بھی محمد ہے اور دادا کا نام عبد الرشید ہے۔ نسبتاً سجاوندی ہیں۔ سجاوند کے متعلق تین قول ہیں۔ ۱۔ حدود کابل میں ایک قصبہ کا نام ہے ۲۔ سجاوند حدود خراسان میں ایک مقام کا نام ہے ۳۔ یہ سگاوند کا معرب ہے جو سیستان میں ایک پہاڑی کا نام ہے، اس پہاڑی میں کتے زیادہ تھے، اس لیے وہاں کے رہنے والوں کو سگاوندی کہا جانے لگا۔ آپ کے آباء واجداد اس کی جانب منسوب ہیں، اس وجہ سے اس کتاب کو فرائضِ سجاوندی بھی کہا جاتا ہے اور فرائضِ سراجیہ بھی۔ مسلک کے اعتبار سے آپ حنفی المسلک ہیں، آپ کی یہ کتاب احکامِ ارث میں بڑی مستند و مقبول ہے۔ مصنف رح نے حنفی مذہب کے مطابق اس میں مسائلِ میراث کو نہایت خوبی اور تحقیق کے ساتھ لکھا ہے۔

آپ تاریخِ ولادت و وفات اور حالاتِ زندگی کے اعتبار سے گم نام ہیں، مؤرخین نے محض اندازہ سے زمانۂ ولادت و وفات کی تعیین کی ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ ساتویں صدی ہجری کے علماء میں سے ہیں۔ "اکتفاء القنوع بما ہو مطبوع" میں یہ عبارت لکھی ہے "السراجیۃ سراج الدین محمد السجاوندی نبغ بہٖ فی قرن السابع تقریباً" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ساتویں صدی ہجری کے علماءِ احناف رح میں سے ہیں مگر صاحبِ کشف الظنون نے شارحین سراجی کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ سراجی کی ایک شرح ابو الحسن حیدرہ بن عمر الصنعانی نے لکھی ہے جن کا انتقال ۵۹۹ھ میں ہو چکا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سراجی کی تصنیف اس سے قبل ہو چکی تھی، نیز شمس الائمہ سرخسی رح کی بھی اس پر ایک شرح ہے جن کا سنِ وفات ۴۹۰ھ ہے، اور بعض نے کہا کہ ۵۰۰ھ کے درمیان گزرے ہیں۔ لہٰذا صاحبِ فرائض سجاوندی کو ۷۰۰ھ کے فقہاءِ احناف میں شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حَمْدَ الشّٰكِرِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ الْبَرِيَّةِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ۔

ترجمہ:

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے شکر کرنے والوں کی تعریف کے مثل اور رحمتِ کاملہ نازل ہو مخلوق میں سب سے بہتر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طیب وطاہر آل پر۔

مصنفؒ نے اپنی کتاب کا افتتاح تسمیہ و تحمید سے کیا اس کی مختلف وجوہ ہیں۔ حدیثِ تسمیہ كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَمْ يبدأ فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَقْطَعُ[۱] اور حدیثِ تحمید كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَا يبدأ فِيْهِ بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ[۲] (رواہ ابن ماجہ) کا اتباع نیز رسمِ قرآن کریم، خطوطِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحینؒ کی پیروی، ان کے علاوہ اور بہت سی وجوہات ہیں۔ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى اَهْلِ الْبَصَائِرِ۔

حمد الشاکرین کہنے کی وجہ یہ منصوب بنزع الخافض ہے اصل عبارت كَحَمْدِ الشّٰكِرِيْنَ ہے یعنی ایسی تعریف جیسی شکر گزار لوگ کیا کرتے ہیں۔ شاکرین سے مراد یہاں پر انبیاء عظام و اولیاء کرام ہیں اس جملہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہمارے لیے ثابت ہیں۔ کیونکہ شکر وہ فعل ہے جو منعم کی تعظیم پر دلالت کرے اس کے انعام و اکرام کی وجہ سے۔ اور یہ فعل عام ہے خواہ زبان سے ہو یا قلب سے یا دست و پا سے بخلاف حمد کے کہ وہ لسان کے ساتھ خاص ہے لہٰذا شکر باعتبار مورد کے حمد کے مقابلہ میں اشمل ہے اس وجہ سے حمد الشاکرین کہا حمد الحامدین نہیں کہا اور

[۱] جامع صغیر ص ۱۳ ج ۲ [۲] مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۲

اس سے مقصود یہ ہے کہ ہم اپنے منعم کے انعام کا اظہار جس طرح زبان سے کرتے ہیں اسی طرح قلب و جوارح سے بھی کرتے ہیں کیونکہ ہماری حمد کحمد الشاکرین ہے۔

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ:۔ پھر مصنفؒ نے بمقتضاءِ حدیث اَلْاِنْسَانُ عَبْدُ الْاِحْسَانِ۔ تمام مخلوق میں بہتر اور سب انسانوں کے محسن رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آل پر درود و سلام بھیجا جو یقیناً باعثِ برکت ہے۔ آلِ محمد کی تعیین میں تفصیل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبِ ایمان اولاد و متعلقین مراد ہیں اور حدیث میں ہر مؤمن متقی پرہیزگار کو بھی آلِ نبی کہا گیا ہے لہٰذا لفظ "آل" حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور ہر مؤمن و متقی کو بھی شامل ہوگا۔ طیبین سے باطنی پاکیزگی مراد ہے اور طاہرین سے ظاہری پاکی اور صفائی مراد ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْھَا النَّاسَ فَاِنَّھَا نِصْفُ الْعِلْمِ[1]

ترجمہ:۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو تم فرائض سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ اس لیے کہ یہ نصف علم ہے۔

مصنفؒ نے حمد و صلوٰۃ سے فارغ ہونے کے بعد اپنی کتاب کی ابتداء نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے کی، اس سے مقصود اوّلاً تو برکت حاصل کرنا ہے جیسا کہ فقہاءِ کرام جب اپنی کتاب "کتاب الطہارۃ" سے شروع کرتے ہیں تو تیمناً کلام اللہ کی آیت وَاِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ الآیۃ کو ذکر کرتے ہیں، ثانیاً بات یہ ہے کہ اس میں علمِ فرائض کی مدح سرائی بھی ہے اور لوگوں کو اس علم کے سیکھنے سکھانے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی رغبت دلانا ہے اور اس طرف توجہ دلانا ہے کہ اس علم کی تعلیم و تعلّم کے لیے عمر کا ایک حصہ صرف کیا جائے کیونکہ اس علم کی خدمت کرنا گویا نصف علم کی خدمت کرنا ہے اگر یہ خدمت قبول

---

[1] فقہاء نے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے کذا فی الشریفیہ والزیلعی ص۲۲۹ ج ۶، اور محدثین نے اس کو مختلف طرق سے روایت کیا ہے، تفصیلہ فی فتح الباری شرح بخاری۔

ہوگئی تو کامیابی کا آدھا پلڑا اس سے جھک جائے گا۔

تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ۔ لفظ فرائض فریضہ کی جمع ہے اور یہ مشتق ہے فرض سے۔ فرض کے معنی قطع، تقدیر اور بیان کے ہیں۔ اصطلاح میں فرض اس حصہ کا نام ہے جو وارث کیلئے دلیل قطعی یقینی سے مقرر ہو یا اس حصّہ کو کہتے ہیں جو وارث کے لیے شرعاً مقدر ہو یعنی شریعتِ مطہرہ نے وارثوں کے جو حصّے متعین و مقدر کیے ہیں ان کو فرائض کہا جاتا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ حدیث میں فرائض سے مراد علم الفرائض ہے۔

نصف العلم کی توجیہات

اس علم (فرائض) کو نصف العلم کیوں قرار دیا گیا؟ بعض حضرات نے کہا کہ یہ متشابہات میں سے ہے اس لیے اس کی تاویل و توجیہ کرنے سے منع کیا گیا ہے، اس کے بھید ہم کو معلوم نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمادیا ہم پر اس کی اتباع واجب ہے۔ لیکن بعض حضرات اس قول کی توجیہ و تاویل کرتے ہیں، تقریباً سترہ احتمالات بیان کیے گئے ہیں ان میں سے دس مشہور تاویلات ہم یہاں پر ذکر کرتے ہیں ۱۔ عموم بلویٰ کی بناء پر اس کو نصف العلم کہا گیا، چونکہ تمام انسان اس علم کے محتاج ہیں حتیٰ کہ جنین بھی ۲۔ انسان کی دو حالتیں ہیں، ۱ حالتِ حیات، ۲ حالتِ ممات، یہ علم حالتِ ممات کے ساتھ وابستہ ہے اور باقی تمام علوم حالتِ حیات سے متعلق ہیں۔ ایک حالت دوسری حالت کے اعتبار سے نصف ہے۔ ۳۔ اسبابِ ملک دو قسم پر ہیں، ۱ اختیاری، ۲ اضطراری، یعنی جو چیزیں انسان کی ملکیت میں آتی ہیں ان کے اسباب بسا اوقات اختیاری ہوتے ہیں جیسے بیع و شراء، ہبہ وغیرہ اور بسا اوقات غیر اختیاری (اضطراری) ہوتے ہیں جیسے وراثت، یہ علم فرائض سببِ ملک اضطراری کے احکام بیان کرتا ہے۔ وارث اس کو قبول کرے یا نہ کرے، اضطراراً اس چیز کا مالک بن جاتا ہے، اور باقی تمام علوم اسباب اختیاری کے احکام بیان کرتے ہیں ۴۔ نصف علم کہہ کر اس کی عظمت کا اظہار مقصود ہے۔ ۵۔ اس معنیٰ کر نصف علم کہا گیا کہ اس کے جزئیات اتنے کثیر ہیں اگر ان کو پورے طور پر پھیلایا جائے تو اس کا حجم دوسرے علوم کی کتابوں کے برابر ہو جائے۔ ۶۔ اس علم کے پڑھنے پڑھانے میں بہت زیادہ مشقت ہوتی ہے اس کے پیشِ نظر اس کو

نصف علم کہا گیا ہے ے حصولِ ثواب کے اعتبار سے یہ نصف علم ہے اس لیے کہ جو شخص فرائض کا ایک مسئلہ بیان کرے وہ سو نیکیوں کا مستحق ہو جاتا ہے اور اگر فقہ کا ایک مسئلہ بتائے تو اس کو صرف دس نیکیاں حاصل ہوتی ہیں ۸ نصف علم اس لیے کہا گیا کہ وہ فقط نص سے ثابت ہے اور غیر فرائض کبھی نص سے اور کبھی غیر نص (قیاس) سے ثابت ہوتے ہیں ۹ بعض نے کہا کہ اس جگہ نصف علم سے مراد ایک قسم ہے۔ ۱۰ حدیث پاک میں اس علم فرائض کو سیکھنے سکھانے کی ترغیب اور اسکو یاد کرنے کی تحریض ہے لہٰذا ترغیباً نصف علم کہا گیا تاکہ اس کے حصول میں لوگ زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

بہر حال حدیث کا جو مقصود ہے وہ واضح ہے کہ ہم اسکو خوب محنت و توجہ سے پڑھیں پڑھائیں۔

قَالَ عُلَمَاؤُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی تَتَعَلَّقُ بِتَرِكَةِ الْمَيِّتِ حُقُوْقٌ اَرْبَعَةٌ مُرَتَّبَةٌ اَلْاَوَّلُ يُبْدَأُ بِتَكْفِيْنِهٖ وَتَجْهِيْزِهٖ مِنْ غَيْرِ تَبْذِيْرٍ وَّلَا تَقْتِيْرٍ ثُمَّ تُقْضٰی دُيُوْنُهٗ مِنْ جَمِيْعِ مَا بَقِيَ مِنْ مَالِهٖ ثُمَّ تُنَفَّذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَا بَقِيَ بَعْدَ الدَّيْنِ ثُمَّ يُقْسَمُ الْبَاقِيْ بَيْنَ وَرَثَتِهٖ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاِجْمَاعِ الْاُمَّةِ۔

ترجمہ:۔ ہمارے علماء رحمہم اللہ نے فرمایا کہ میت کے ترکہ سے ترتیب وار چار حق وابستہ ہیں۔ اول ابتداء کی جائے گی (ترکہ کی تقسیم میں) اس کی تجہیز و تکفین سے بغیر زیادتی اور کمی کے پھر اس کے تمام باقی مال سے اس کے قرضوں کی ادائیگی کی جائے گی پھر قرض کی ادائیگی کے بعد بقیہ تہائی میں اسکی وصیتیں نافذ کیجائیں گی پھر باقی (ترکہ) کو اس کے ان ورثہ کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا جن کا وارث ہونا کتاب اللہ اور سنّت اور اجماعِ امت (اجماع علماء اہلِ سُنّت والجماعت) سے ثابت ہے۔

قال عُلماءُنا۔ قال کا مقولہ تتعلق بترکۃ المیت الخ سے شروع ہو کر کتاب کے آخر تک ہے علماؤنا کا مصداق حضرات علماء احناف ہیں چونکہ مصنفِ کتاب حنفی المذہب ہیں ظاہر ہے کہ علماؤنا سے مراد علماء احناف امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام قاضی ابو یوسفؒ، امام محمدؒ ہی ہوں گے۔

ترکہ کے لغوی معنیٰ

ترکہ تائے فوقانی کے فتحہ اور رائے مہملہ کے کسرہ کے ساتھ مصدر بمعنی متروکہ ہے جیسے طَلِبہ بمعنیٰ مطلوبہ، اور بکسر التاء بھی جائز ہے نیز بفتح التاء مع سکون الراء بھی درست ہے۔

ترکہ کی اصطلاحی تعریف

اصطلاح[1] میں ترکہ وہ مال کہلاتا ہے (کثیر ہو یا قلیل، منقول ہو یا غیر منقول) جس کو میت نے اپنی ملکیتِ صحیحہ میں ایسے طریقہ پر چھوڑا ہو کہ اس کے عین کے ساتھ غیر کا حق وابستہ نہ ہو۔

فوائدِ قیود

میت نے اگر ایسی چیز کو چھوڑا جو اس کی ملکیت صحیحہ میں داخل نہیں تو وہ شرعاً ترکہ نہیں کہلائے گا، چونکہ ترکہ کے لیے مملوک ہونا شرط ہے۔ یا وہ مال میت کی ملکیت میں تو ہے لیکن اس عین کے ساتھ غیر کا حق وابستہ ہے تو وہ بھی شرعاً ترکہ نہ ہوگا۔ مثلاً کسی شخص نے اپنا مملوکہ مکان کرایہ پر دیا اور پیشگی ایک سال کا کرایہ وصول کرلیا، سال گزرنے سے پہلے ہی مالکِ مکان کا انتقال ہوگیا تو اس وقت وہ مکان اس کا ترکہ نہیں کہلائے گا، چونکہ ایک سال تک کے لیے اس کے ساتھ غیر (کرایہ دار) کا حق وابستہ ہو چکا ہے، البتہ جب ایک سال کی مدت پوری ہو جائے گی تو اب یہ ترکہ میں داخل ہوگا۔ اسی طرح شئی مرہون راہن کی ملکیت میں ہے لیکن مرتہن کا حق اس سے وابستہ ہے لہٰذا راہن کے انتقال کے بعد جب تک بدل رہن ادا نہ کیا جائے گا وہ شرعاً ترکہ نہیں کہلائے گی۔

حقوقِ اربعہ اور ان میں ترتیب

میت کے ترکہ سے ترتیب وار چار حقوق متعلق ہوتے ہیں ۱ تجہیز و تکفین ۲ مابقیہ کے تمام سے قرض کی ادائیگی ۳ قرض سے جو باقی ہو اس کے تہائی میں وصیت کا نفاذ ۴ ورثہ کے درمیان مابقی ترکہ کی تقسیم۔ ان چاروں حقوق کے درمیان اسی ترتیب کا لحاظ لازم و ضروری ہے۔ چونکہ

---

[1] الترکۃ فی الاصطلاح ما ترکہ المیت من الاموال صافیاً عن تعلق حق الغیر بعین من المال۔ رد المحتار ج۵ ص۵۳۵ بکذا فی البحر والزیلعی

جو حق شرعاً مقدم ہے اس کو پہلے ادا کیا جائے گا اور جو مؤخر ہے اس کی ادائیگی بعد میں ہو گی بشرطیکہ مقدم حق کی ادائیگی کے بعد ترکہ باقی رہا ہو۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلا مرتبہ تجہیز و تکفین کا ہے اگر تجہیز و تکفین کے متوسط اخراجات کے بعد ترکہ باقی بچے تو دوسرا مرتبہ قرض کی ادائیگی کا ہے خواہ تمام مال قرض کی ادائیگی میں صرف ہو جائے۔ اگر قرض کی ادائیگی کے بعد ترکہ باقی ہو تو اس کے تہائی ⅓ سے وصیت نافذ ہو گی، یہ تیسرا مرتبہ ہے بشرطیکہ وہ وصیت شرعاً معتبر ہو۔ اس کے بعد چوتھا مرتبہ تقسیم بین الورثہ کا ہے یعنی حقوقِ ثلثہ کی ادائیگی کے بعد جو باقی بچے اس کو ورثہ کے درمیان ان کے حصص کے مطابق تقسیم کرنا ہے۔ مصنفؒ نے لفظ "مرتبة" سے اسی ترتیب کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور "بِالاول" کے بعد لفظ "يبدأ" لاکر اسی ترتیب کے لزوم کی تاکید کو بیان کیا ہے۔

سوال:۔ ترکہ سے متعلق یہ چار ہی حق کیوں؟ اس سے کم یا زیادہ کیوں نہیں۔

جواب:۔ یہ علم نقل پر موقوف ہے اور نقل میں ان چار حقوق سے زائد ثابت نہیں اسلیے ترکہ سے یہی چار حق وابستہ ہیں۔

حقوقِ اربعہ کی دلیل حصر

جو مال میت نے اپنی ملکیت میں چھوڑا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو اس میں میت کا حق ہو گا یا نہیں اگر میت کا حق ہے تو اس کو تجہیز و تکفین سے تعبیر کرتے ہیں اور اگر اس میں میت کا حق نہیں بلکہ کسی غیر کا حق ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو اس کا ثبوت موت سے پہلے ہو گا یا نہیں اگر موت سے پہلے ہے تو قرض ہے اور اگر موت کے بعد ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کے ثبوت میں میت کو دخل ہے یا نہیں اگر میت کو دخل ہے تو وہ وصیت ہے ورنہ وراثت ہے۔

پہلا حق

بِتَكْفِينِهِ وَتَجْهِيزِهِ الخ تکفین بمعنی کفن دینا اور تجہیز کے معنی سامان مہیا کرنا اصطلاح میں تجہیز ان تمام چیزوں کا نام ہے جن کی میت کو ضرورت پیش آتی ہے مرنے کے وقت سے دفن تک اس میں کفن دفن وغیرہ سب چیزیں داخل ہیں۔ تکفین اگرچہ تجہیز

میں شامل ہے مگر اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کو مستقل ذکر کیا گیا ہے چونکہ بظاہر مِنْ غَیْرِ تَبْذِیْرٍ وَّلَا تَقْتِیْرٍ کا تعلق تکفین ہی کے ساتھ ہے۔

تبذیر و تقتیر کی حد

میت کی تجہیز و تکفین میں نہ زیادتی ہو اور نہ کمی بلکہ سُنّت کے مطابق اور میّت کی حیثیت کے موافق اس کی تجہیز و تکفین کی جائے جس کی تفصیل یہ ہے کہ عدد کے لحاظ سے مرد کے تین کپڑے اور عورت کے پانچ کپڑے ہیں اس پر زیادتی یا کمی کرنا تبذیر و تقتیر ہوگی اور قیمت کے اعتبار سے ایک شخص اپنی زندگی میں مثلاً بیس روپے کی قیمت کا کپڑا استعمال کرتا ہے تو اس کے کفن کے لیے مذکورہ قیمت سے بہت زیادہ یا بہت کم قیمت والا کپڑا استعمال کرنا تبذیر و تقتیر ہوگی، اور بعض حضرات نے یہ بیان کیا کہ انسان اپنی زندگی میں تین طرح کے کپڑے استعمال کرتا ہے ۱ عید اور خوشی کے موقع پر ۲ اپنے دوست واحباب سے ملاقات کے وقت ۳ گھریلو زندگی میں کام کاج کرتے وقت۔ یہاں پر اعتبار ان جیسے کپڑوں کا ہوگا جو درمیانی ہیں یعنی دوست واحباب سے ملاقات کے دوران استعمال کرتا تھا اس کے علاوہ دیگر کپڑوں میں کفنانا تبذیر و تقتیر ہوگی، البتہ بعض مشائخ رح نے فرمایا کہ اس طرح کے کپڑوں میں کفنایا جائے جو عید اور خوشی کے موقع پر استعمال کیے جاتے ہیں لقولِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِجُوْدَۃِ الْکَفَنِ فَاِنَّ الْمَوْتٰی یَتَفَاخَرُوْنَ بِجُوْدَۃِ الْکَفَنِ۔[1]

یہ سب تفصیل اس وقت ہے جب کہ میت مقروض نہ ہو اور اس کے ترکہ سے کفن دیا جا رہا ہو، یا مقروض ہو مگر قرض کی ادائیگی کے بعد ترکہ باقی بچے۔ البتہ اگر اس پر قرض اتنا ہے کہ کل ترکہ قرض کی ادائیگی میں ختم ہو جائے گا تو ایسی صورت میں کفن کفایہ پر اکتفا کیا جائے گا کفن کفایہ مرد کے لیے دو کپڑے اور عورت کے لیے تین کپڑے ہیں، خواہ نئے ہوں یا دھلے ہوئے بلکہ قرض کی ادائیگی

---

[1] حاشیہ شریفیہ ص۳

ہیں نئے کپڑوں کی جگہ دُھلے ہوئے کپڑے معین ہوں تو بجائے نئے کپڑوں کے دُھلے ہوئے کپڑوں میں کفنایا جائے۔

تجہیز وتکفین کے مقدّم ہونے کی وجہ

حقوقِ اربعہ میں سب سے مقدم حق تجہیز وتکفین ہے۔ **سوال**: یہی حق کیوں مقدم ہے۔ **جواب[1]**: چونکہ یہ علم نقل پر موقوف ہے اور نقل سے اسی حق کا مقدم ہونا ثابت ہے جیسا کہ حضرت مصعبؓ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا تو انھوں نے صرف ایک اتنی بڑی چادر ترکہ میں چھوڑی جوان کے پورے جسم کو چھپانے کے لیے کافی نہ تھی (کل ترکہ اُن کا یہی تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی میں کفن دلوایا اور حکم فرمایا کہ سر کو چادر سے چھپاؤ اور پیروں پر اذخر گھاس ڈال دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترکہ میں سب سے پہلا عمل تجہیز و تکفین کا کیا اور یہ معلوم نہ فرمایا کہ ان پر کسی کا قرض تو نہیں تھا۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے مقدم حق تجہیز وتکفین ہی ہے۔ **جواب[2]**: عقلاً بھی یہ حق مقدم ہونے کا تقاضا کرتا ہے چونکہ کفن میت کے لیے بمنزلہ لباس کے ہے اور زندگی میں لباس قرض کی ادائیگی پر مقدم ہے اسلیے کہ مقروض اگر مفلس ہو تو اس کو اپنا لباس بیچ کر قرض ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا لہٰذا زندگی کے لباس پر قیاس کرتے ہوئے میت کی تجہیز وتکفین سے پہلے اس کا قرض وغیرہ ادا نہیں کرایا جائیگا بلکہ تمام حقوق کی ادائیگی اس کے بعد ہی ہوگی۔

دوسرا حق

ثُمَّ تُقْضٰی دُیُوْنُہٗ الخ تجہیز وتکفین سے فارغ ہو کر دوسرا حق تمام ما بقیہ ترکے سے قرض کی ادائیگی کی جائے گی اور اس سے مراد وہ قرض ہے جس کا مطالبہ من جہۃ العباد ہو جس کی تفصیل یہ ہے۔

قرض کے ادا کرنے میں تفصیل

میت سے متعلق جو قرض ہے وہ تین حال سے خالی نہیں یا تو محض حق اللہ کے قبیل سے ہوگا یا محض حق العباد

---

[1] مسند صفحہ ۳۰۵ ج ۱ نسائی صفحہ ۲۶۹ ج ۱

کے قبیلہ سے یا دونوں سے مرکب ہوگا۔ اگر میت کے ذمہ قرض محض حق العباد کے قبیلہ سے ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اس مال سے جو میت نے اپنی ملکیت میں چھوڑا ہے تمام قرض ادا ہوگا یا نہیں اگر ادا ہو جائے تو پھر حکم ظاہر ہے سب کو ادا کر دیا جائے اور اگر اس سے تمام قرض ادا نہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں قرض خواہ ایک شخص ہے یا متعدد، اگر ایک ہو تو جو کچھ مال ہے وہ سب اسی کو دے دیا جائے گا اور باقی کے متعلق کہدیا جائے کہ یا تو معاف کر یا آخرت میں اس سے مطالبہ کرنا۔ اور اگر قرض خواہ متعدد ہوں تو پھر اس میں تین صورتیں ہیں، یا تو سب کا دین صحت ہوگا یا سب کا دین مرض، یا کچھ کا دین صحت اور بعض کا دین مرض۔ اگر سب کا دین صحت یا سب کا دین مرض ہو تو ہر ایک کو اس کے حصہ کی بقدر دے دیا جائے جس کی تفصیل در فصل فی قسمۃ الترکات الخ، میں آرہی ہے اور اگر بعض کا دین صحت اور بعض کا دین مرض ہے تو پہلے دینِ صحت ادا ہوگا اس کے بعد دینِ مرض کی ادائیگی کی جائے گی۔

اور اگر قرض محض حق اللہ کے قبیل سے ہے مثلاً نماز، روزہ وغیرہ کا فدیہ باقی ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو مرنے والے نے اس کے ادا کرنے کی وصیت کی ہوگی یا نہیں، اگر وصیت کی ہے تو بقیہ تہائی ⅓ ترکہ سے اس کو ادا کیا جائے گا اور اگر وصیت نہیں کی تو اس کا ادا کرنا ورثہ پر لازم و ضروری نہیں، اگر ورثہ اپنی جانب سے ادا کر دیں تو بہتر و مستحب ہے۔

اور اگر قرض حق اللہ اور حق العبد دونوں سے مرکّب ہے تو پہلے حق العباد[1] کو ادا کیا جائے گا مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق۔ اس کے بعد حق اللہ کو ادا کیا جائے گا۔ حق اللہ درحقیقت وصیت کے تحت داخل ہے۔

دینِ صحت و دینِ مرض کی تعریف

دینِ صحت وہ قرض کہلاتا ہے جس کے ثبوت پر بینہ موجود ہو یا اس کا اقرار میت نے

---

[1] اذا اجتمع الحقان قدم حق العبد لاحتیاجہ علی حق اللہ تعالیٰ لغناہ (الاشباہ والنظائر فوائد شتی الفن الثالث ص۵۹۳)

حالتِ صحت میں کیا ہو۔

دَینِ مرض وہ قرض ہے کہ اس کے ثبوت پر بینہ موجود نہ ہو اور نہ میّت نے حالتِ صحت میں اس کا اقرار کیا ہو۔

قرض کا ادا کرنا وصیّت پر کیوں مقدم ہے

۱: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کو وصیت سے پہلے ادا کیا[1]۔

۲: قرض کی ادائیگی میت کے ذمہ فرض ہے اور وصیت تبرع اور نفلی چیز ہے۔ ظاہر ہے فرض نفل کے مقابلہ میں قوی ہوتا ہے اسلیے قرض کو وصیّت پر مقدم کیا گیا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

قرآنِ پاک کی آیت "مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ الآیۃ" میں وصیّت دَین پر مقدم ہے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ پہلے وصیت کا نفاذ ہو اور اس کے بعد قرض ادا ہو۔ **جواب**:۔ قرآنِ پاک میں وصیّت لفظاً مقدم ہے اور حکم کے اعتبار سے وہ مؤخر ہی ہے چونکہ جس نہج سے آیت میں وصیت و دَین کا تذکرہ ہے اس میں ترتیب پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں بلکہ لفظ "اَوْ" ہے جس سے تسویہ کی طرف اشارہ ہے مگر باتفاق علماءؒ قرض کی ادائیگی مقدم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو تم قرآن پاک میں وصیت کو مقدم پڑھتے ہو مگر میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کی ادائیگی کو وصیت پر مقدم کیا ہے۔

سوال:۔ جب وصیت کا نفاذ قرض سے مؤخر ہے تو قرآنِ پاک میں اسکو مقدم کرنیکی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ وصیت اختِ میراث ہے کہ جس طرح وراثت میں ورثہ کو مال بغیر عوض ملتا ہے اسی

---

[1] ترمذی شریف ص۳۰ ج۲، مشکوٰۃ شریف ص۲۶۳

طرح وصیت میں موصیٰ لہٗ کو بھی بغیر عوض مال ملتا ہے مگر موصیٰ لہٗ کا موصی سے قرابت کا کوئی تعلق نہیں ہوتا تو ممکن تھا کہ ورثہ وصیت کے نفاذ میں تساہل و سستی برتیں اور موصیٰ لہٗ کا بقدرِ وصیت حصہ نکالنا ان کے لیے دشوار و مشکل ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے وصیت کو دین پر مقدم کرکے اسکی ادائیگی پر برانگیختہ کیا ہے اور اشارہ کیا کہ وصیت کو بھی اسی استحکام کے ساتھ ادا کرو جسطرح تم قرض ادا کرتے ہو۔

تیسرا حق

ثُمَّ تُنَفَّذُ وَصَایَاہُ الخ تیسرا حق مابقیہ ترکہ کے ثلث (۱/۳) سے وصیت کا نافذ کرنا ہے بشرطیکہ وہ وصیت شرعاً معتبر ہو یعنی اس میں صحت وصیت کی شرائط کا لحاظ کیا گیا ہو اور موانع کا ارتفاع ہو۔

وصیت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

وصایا جمع ہے وصیۃ کی۔ وصیّۃ کے لغوی معنیٰ پند و نصائح کے ہیں، اور اصطلاحِ شرع میں وہ نیک کام اور تبرعات ہیں جن کی تعلیق انسان اپنی موت پر کرتا ہے[1] مثلاً کسی شخص کو یہ کہنا کہ میرے مرنے کے بعد تم میری فلاں چیز کے مالک ہو۔

وصیت کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) موصی (وصیت کرنے والا) آزاد عاقل بالغ ہو (۲) موصی نے مرنے سے پہلے وصیت سے رجوع نہ کیا ہو (۳) موصیٰ لہٗ (جس کے لیے وصیت کی گئی ہے) بوقتِ وصیت موجود ہو[2] (۴) موصیٰ لہٗ موصی کا وارث یا قاتل نہ ہو (۵) موصیٰ بہٖ (جس چیز کی وصیت کی گئی ہے) مباح اور جائز ہو حرام چیز کی وصیت کا اعتبار نہیں (۶) موصیٰ بہٖ قابلِ تملیک چیز ہو۔

فائدہ: "موصی" بکسر الصاد، وصیت کرنے والا۔ "موصیٰ لہٗ" بفتح الصاد، وہ شخص جس کے واسطے وصیت کی گئی ہو۔ "موصیٰ بہٖ" بفتح الصاد، وہ چیز جس کی وصیّت کی گئی ہو۔

نفاذِ وصیّت کی صورتیں

تجہیز و تکفین اور قرض کی ادائیگی کے بعد جو کچھ ترکہ باقی ہو اس کے ایک تہائی (۱/۳) میں میت کی وصیت نافذ ہوگی۔ وصیت

---

[1] اما الوصیۃ فی اللغۃ فہی اسم بمعنی المصدر الذی ہو التوصیۃ وفی الشریعۃ الوصیۃ تملیک مضاف لما بعد الموت بطریق التبرع بحر الرائق صـ ۳۵۹ ج ۶۔ وھٰکذا فی الزیلعی صـ ۱۸۲ ج ۶

[2] حیات ہو

کے نفاذ میں تہائی (⅓) کی قید اس صورت میں ہے کہ میت نے تہائی مال سے زائد کی وصیت کی مگر ورثہ تہائی سے زیادہ میں اس کو جائز نہیں رکھتے تو اس صورت میں صرف ⅓ کی حد تک وصیت نافذ ہوگی اور اگر تہائی سے زیادہ کی وصیت کی اور ورثہ (جو عاقل بالغ ہوں) اس کو جائز رکھیں تو تہائی سے زائد میں بھی وصیت نافذ ہو سکتی ہے، البتہ نابالغ ورثہ کی اجازت کا شرعاً اعتبار نہیں۔ اور اگر تہائی سے کم مال کی وصیت کی ہے تو اسی کے مطابق نفاذ ہوگا۔

ثلث (⅓) مال میں نفاذِ وصیت کی وجہ

اولاً احادیث میں صراحۃً ثلث مال کی وصیت کا جواز اور ثلث سے زائد میں وصیت کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ مثلاً حدیث ابوہریرۃؓ اِنَّ اللّٰہَ تَصَدَّقَ عَلَیْکُمْ عِنْدَ وَفَاتِکُمْ بِثُلُثِ اَمْوَالِکُمْ زِیَادَۃً فِیْ اَعْمَالِکُمْ [1] اور حدیث سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا اَشْرَفْتُ فِیْہِ عَلَی الْمَوْتِ فَعَادَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَالِیْ کَثِیْرٌ وَلَیْسَ یَرِثُنِیْ اِلَّا ابْنَتٌ لِیْ وَاحِدَۃٌ اَفَاُوْصِیْ بِمَالِہٖ کُلِّہٖ قَالَ لَا قُلْتُ اَفَبِنِصْفِہٖ قَالَ لَا قَالَ اَفَبِثُلُثِہٖ قَالَ نَعَمْ وَالثُّلُثُ کَثِیْرٌ اِنَّکَ یَا سَعْدُ اَنْ تَدَعَ وَرَثَتَکَ اَغْنِیَاءَ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تَدَعَھُمْ عَالَۃً یَّتَکَفَّفُوْنَ النَّاسَ [2]

ثانیاً عقلی وجہ یہ ہے کہ جو مال میت نے چھوڑا ہے اس کے ساتھ تین ضرورتیں وابستہ ہیں ایک ضرورت میت کی اور دو ضرورتیں ورثہ کی، میت کی ضرورت تو صرف دینی ہے اور ورثہ کی ضرورت دینی اور دنیوی ہے لہٰذا جب مال متروکہ کو تین ضرورتوں پر تقسیم کیا جائے گا تو میت کے حصہ میں ثلث آتا ہے اس لیے صرف ثلث مال میں میت کو وصیت کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

مابقیہ کے ثلث میں وصیت کا نفاذ کیوں؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مابقیہ کے ثلث کے بجائے کل مال کے ثلث میں وصیت کا نفاذ ہو تو بسا اوقات یہ سبب ہوگا اس بات کا کہ جن حقوق کی ادائیگی وصیت پر مقدم

---

[1] ابن ماجہ ص ۱۹۴، حاشیہ شریفیہ ص ۷ وھٰکذا فی النسائی ج ۲ ص ۱۲۹ ، [2] بخاری ج ۲ ص ۹۹۷ و ترمذی ج ۲ ص ۳۳

ہے ان کا نفاذ نہ ہو۔ دوسری وجہ اگر کسی معنیٰ کر حقوقِ متقدمہ کی ادائیگی ہو بھی جائے مگر کل مال کے ثلث میں وصیت کا نفاذ بسا اوقات ورثہ کی محرومیت کا سبب بن سکتا ہے مثلاً میت کا کل ترکہ ایک ہزار دوسو (۱۲۰۰) روپئے ہے، آٹھ سو (۸۰۰) روپئے تجہیز و تکفین اور قرض کی ادائیگی میں صرف ہو گئے، اور ایک تہائی یعنی چار سو روپئے میں وصیت نافذ ہو گئی لہٰذا ورثہ کے لیے کچھ باقی نہ رہا وہ سب محروم ہو گئے، اس لیے مابقیہ کے ثلث میں وصیت نافذ ہوگی۔

چوتھا حق ثُمَّ یُقْسَمُ الْبَاقِیْ الخ ماقبل میں ذکر کیے گئے تینوں حقوق کی ادائیگی کے بعد جو کچھ ترکہ باقی ہو وہ ان وارثین میں تقسیم ہوگا جن کا وارث ہونا شریعت نے اعتبار کیا ہو خواہ اس کا ثبوت کتاب اللہ سے ہو یا سنّتِ رسول اللہ سے یا اجماعِ امت سے۔

وارث کی تعریف ورثہ جمع ہے وارث کی۔ علماء فرائض کے عرف میں وارث وہ شخص کہلاتا ہے جو باقی رہے اس شخص کے فنا ہونے کے بعد جس سے اس کا نسب یا سبب ثابت ہو۔

بالکتاب الخ باء جارہ ہے اور جر کو ظرف کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ حرفِ جر کا متعلق اگر مذکور ہو تو اس کو ظرفِ لغو کہتے ہیں اور اگر اس کا متعلق محذوف ہو تو اس کو ظرفِ مستقر کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں، یہاں پر دونوں ہو سکتے ہیں۔ ظرف لغو کی صورت میں اس کا متعلق یقسم الباقی ہوگا اور عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ ترکہ کو ورثہ کے درمیان باعتبارِ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع کے تقسیم کیا جائے۔ اور ظرف مستقر کی صورت میں اس کا متعلق محذوف ہوگا جیسا کہ شریفیہ کی عبارت "ای الذین ثبت ارثھم" سے معلوم ہوتا ہے۔ عبارت کے ترجمہ میں اسی کا لحاظ کیا گیا ہے۔

فَیُبْدَأُ بِأَصْحَابِ الْفَرَائِضِ وَهُمُ الَّذِیْنَ لَهُمْ سِهَامٌ مُقَدَّرَةٌ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی ثُمَّ بِالْعَصَبَاتِ مِنْ جِهَةِ النَّسَبِ وَالْعَصَبَةُ کُلُّ مَنْ یَأْخُذُ مَا أَبْقَتْهُ أَصْحَابُ الْفَرَائِضِ وَعِنْدَ الْاِنْفِرَادِ یُحْرِزُ

جَمِیعَ الْمَالِ ثُمَّ بِالْعَصَبَةِ مِنْ جِهَةِ السَّبَبِ وَهُوَ مَوْلَى الْعَتَاقَةِ ثُمَّ عَصَبَتِهِ عَلَى التَّرْتِيبِ۔

ترجمہ:۔

پس ابتدا کی جائے گی (تقسیم ترکہ کی) اصحابِ فرائض سے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے حصّے کتاب اللہ میں مقرر ہیں اس کے بعد (تقسیم) شروع کی جائے گی ان عصبات سے جو نسب کے اعتبار سے ہوں اور عصبہ وہ شخص ہے جو اس مال کو لے لے جس کو اصحابِ فرائض نے چھوڑا ہے اور تنہا ہونے کے وقت سارے مال کو لے لے۔ اس کے بعد ابتدا کی جائے گی اس عصبہ سے جو کسی سبب کی وجہ سے ہو اور وہ مولیٰ عتاقہ ہے، پھر مولیٰ عتاقہ کے عصبہ کو ترتیب وار ترکہ دیا جائے گا۔

فَيُبْدَأُ بِأَصْحَابِ الْفَرَائِضِ الخ وہ ورثہ و مستحقین جن کو حقوقِ ثلاثہ مذکورہ کی ادائیگی کے بعد میت کا ترکہ ملے گا ان کی دس قسمیں ہیں۔ ان کے مابین ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے گا، یہاں سے اجمالاً ترتیب کے ساتھ ان کو بیان کرتے ہیں۔ سب سے پہلے وارثوں میں جو وارث مستحق ہیں وہ اصحاب الفرائض کا لقب پاتے ہیں ان کو ان کے مقررہ سہام کے بقدر مال دیا جائے گا۔

اصحاب الفرائض کی تعریف اور ان کا مصداق

اصحاب الفرائض یا ذوی الفروض وہ وارث کہلاتے ہیں جن کا حصہ شریعت میں مقرر و معین فرما دیا گیا ہے۔ کل حصے چھ ہیں، نصف، ربع، ثمن، ثلثان، ثلث، سدس، اور ان کا مصداق بارہ افراد ہیں۔ چار مرد، آٹھ عورتیں۔ ۱ باپ ۲ جدِ صحیح (دادا) ۳ اخیافی بھائی (ماں شریک) ۴ شوہر ۵ بیوی، ۶ لڑکی، ۷ پوتی، ۸ حقیقی بہن ۹ باپ شریک بہن ۱۰ ماں شریک بہن ۱۱ ماں ۱۲ جدہ صحیحہ (دادی نانی)

فائدہ:۔ شوہر اور بیوی ذوی الفروض سببی ہیں اور باقی دس افراد ذوی الفروض نسبی ہیں

ہر ایک کا تفصیلی بیان "باب معرفۃ الفروض ومستحقیہا" میں آرہا ہے۔

اصحاب الفرائض کے مقدّم ہونیکی وجہ

پہلی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِاَهْلِهَا فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِاَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ[1] یعنی فرائض (حصے) ان کے مستحقین کو پہونچاؤ پھر جو کچھ ان سے بچے وہ اس شخص کے لیے ہے جو مردوں میں سے میّت کے سب سے نزدیک ہو، اس کا مصداق عصبہ ہے ۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ شریعت کا ان مخصوص قسم کے ورثہ کے سہام کو مقرر کرنا ہی خود اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے ان کے مقررہ حصّے دیئے جائیں پھر اس کے بعد اگر مال باقی بچے تو عصبات وغیرہ کو دیا جائے ۳۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر ذوی الفروض کو مقدم نہ کیا جائے عصبہ پر تو یہ مستلزم ہوگا اس بات کو کہ ذوی الفروض محروم کے خانہ میں داخل ہوں، اور یہ باطل ہے اور جو مستلزم ہو بطلان کو وہ خود باطل لہٰذا ذوی الفروض کا مقدم ہونا ثابت اور مؤخر ہونا باطل، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر عصبہ کو مقدّم کیا گیا تو اس کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ تنہا ہونے کی صورت میں تمام مال لے لیتا ہے لہٰذا اگر عصبہ کو مقدم کیا گیا تو وہ تنہا ہونیکی وجہ سے سارے مال کا مستحق ہوگا اور ذوی الفروض مؤخر ہونے کی بناء پر محروم کے خانہ میں داخل ہو جائیں گے، اس لیے ذوی الفروض مقدم ہوں گے۔

ثُمَّ بِالْعَصَبَاتِ مِنْ جِهَةِ النَّسَبِ الخ عصبات جمع ہے عصبۃ کی۔ انواع کی طرف اشارہ کرنے کے لیے جمع کا صیغہ لائے ہیں اور مقصود یہ ہے کہ ذوی الفروض سے جو مال بچ جائے وہ تمام عصبات نسبی کے درمیان تقسیم ہوگا۔

عصبہ نسبی وسببی کی تعریف

عصبہ نسبی وہ وارث کہلاتا ہے جس کا تعلق میت سے قرابت (نسب) کا ہو، اور جس وارث کا میت سے نسب کا تعلق نہ ہو بلکہ مالکیت اور پھر آزادی دینے کا تعلق ہو تو اس کو عصبہ سببی کہتے ہیں جو استحقاق

---

[1] بخاری شریف ج۲ ص۹۹۹ ومشکوٰۃ شریف ص۲۶۳، سنن دارمی ص۳۶۸۔

میں عصبۂ نسبی سے مؤخر ہے۔

عصبۂ نسبی کے مقدم ہونے کی وجہ عصبۂ نسبی قوی تر ہیں عصبۂ سببی سے اسی وجہ سے شریعتِ مطہرہ ذوی الفروض نسبی پر (نسب کے قوی ہونے کی وجہ سے) ردکراتی ہے۔ ذوی الفروض سببی پر نہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نسب قوی ہوتا ہے سبب سے، لہٰذا عصبات میں بھی عصبہ نسبی قوی ہونے کی وجہ سے عصبہ سببی پر مقدّم ہوں گے۔

مطلق عصبہ کی تعریف عصبہ (خواہ نسبی ہو یا سببی) وہ وارث کہلاتا ہے جس کی شان یہ ہے کہ جب اصحاب الفرائض کے ساتھ اختلاط کرکے آئے تو ان کا مابقی لے لے اور اگر منفرد ہو کر آئے تو سارا مال سمیٹ لے (ایک جہت سے)

اشکالات اور ان کے جوابات عصبہ کی اس تعریف پر مختلف اشکالات کیے گئے ہیں۔ ہر اشکال کے بعد اس کا جواب لکھا جاتا ہے۔ ۱: عصبہ کی اس تعریف میں "مَا اَبْقَتْہُ اَصْحَابُ الْفَرَائِضُ" کی قید ہے یعنی جو اصحاب فرائض کا باقی ماندہ ترکہ لے، حالانکہ یہ تعریف اس مثال پر صادق نہیں آتی مثلاً ورثہ میں بیوی اور لڑکا ہو تو بیوی کو آٹھواں حصّہ دینے کے بعد باقی لڑکے کو دیدیا جائے گا تو لڑکے نے صاحبِ فرض (یعنی صرف زوجہ) کا مابقیہ لیا، اصحابِ فرائض کا مابقیہ اس کو نہیں ملا لہٰذا لڑکے کو عصبہ نہ کہنا چاہیے حالانکہ وہ عصبہ ہے۔ **جواب:** یہاں پر جنس اصحابِ فرائض مراد ہے جیسا کہ شریفیہ کی عبارت "اَیْ جِنْسُھَا" اس کی نشاندہی کرتی ہے۔

دوسرا اشکال: یہ تعریف دخولِ غیر سے مانع نہیں اس لیے کہ ام (جو ذوی الفروض میں سے ہے) پر صادق آ رہی ہے چونکہ اگر وارث صرف ماں ہو تو سارے مال کا استحقاق ام کو ہی ہوگا حالانکہ یہ شان عصبہ کی ہے۔ **جواب:** دراصل تعریفِ عصبہ میں ایک قید ملحوظ ہے جو ظاہر و باہر ہونے کی وجہ سے چھوڑ دی گئی، اور وہ "یَحْرُزُ جَمِیْعَ الْمَالِ" کے بعد

"مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ" ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عصبہ تمام کا تمام مال منفرد ہونے کی صورت میں ایک جہت سے لیتا ہے۔ اور یہاں پر ام ایک جہت سے تمام مال کی مستحق نہیں ہوتی بلکہ ثلثِ کل ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے اور دو ثلث مِن جهة الرد۔ لہٰذا اب اس پر یہ اشکال نہ ہوگا۔

تیسرا اشکال:۔ اب بھی یہ تعریف دخولِ غیر سے مانع نہیں اس لیے کہ اب یہ تعریف ماموں پر صادق آتی ہے مثلاً میت نے بیوی اور ماموں کو چھوڑا۔ تو بیوی کو ربع (۱/۴) اور مابقیہ (۳/۴) سارا ترکہ ماموں کو ملے گا نیز اگر تنہا ماموں ہی موجود ہو تو وہ سارے مال کا مستحق ہوگا ایک ہی جہت سے، حالانکہ یہ شان عصبہ کی ہے اور ماموں عصبہ نہیں مگر اس پر تعریف صادق آتی ہے۔

جواب ۱:۔ جنس اصحاب الفرائض عموم پر محمول ہے یعنی ذوی الفروض میں سے جو وارث بھی موجود ہو اس کا باقی حصّہ لے لہٰذا مثال مذکور میں اگر زوجہ کی جگہ ام ہو اور اس کے ساتھ ماموں کا اختلاط ہو تو تمام مال کی مستحق ام ہوگی، ماموں محروم ہوگا۔ معلوم ہوا کہ وہ عصبہ کی تعریف میں داخل نہیں۔

جواب ۲:۔ جنس اصحاب فرائض ایک قید کے ساتھ مقید ہے بشرطیکہ وہ نسبیہ ہوں یعنی ذوی الفروض نسبیہ کے اختلاط کے وقت مابقیہ لے۔

چوتھا اشکال:۔ یہ تعریف اپنے تمام افراد کو جامع نہیں اس لیے کہ اگر ورثہ صرف لڑکی اور بہن ہو تو لڑکی کو نصف ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے ملے گا اور باقی بہن کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے ملے گا حالانکہ عصبہ کی تعریف بہن پر صادق نہیں آتی چونکہ وہ تنہا ہونے کے وقت تمام مال کو من جہۃ واحدۃ نہیں لیتی بلکہ نصف ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے اور باقی ردّ کی وجہ سے لیتی ہے، لہٰذا اس کو عصبہ نہ کہنا چاہیے۔

جواب ۱:۔ ہماری مراد مطلقاً عصبہ کی تعریف بیان کرنا نہیں بلکہ عصبہ بنفسہٖ کی تعریف کرنا مقصود ہے اور بہن عصبہ مع الغیر ہے۔ مگر یہ جواب صحیح نہیں۔ بلکہ اس کا **جواب ۲** یہ ہے کہ

"وَعِنْدَ الْاِنْفِرَادِ" میں "وَاوْ" بمعنی "اَوْ" ہے۔ مانعۃ الخلو کے طور پر یعنی عصبہ کے تحقق کے واسطے دونوں صورتوں میں سے ایک صورت کا بھی تحقق ہوگا تو وہ عصبہ ہوگا، لہٰذا مذکورہ مثال میں جب بہن لڑکی کے ساتھ مابقیہ ترکہ کی مستحق ہوگئی تو اس پر عصبہ کی تعریف صادق آگئی، اگرچہ تنہا ہونے کی صورت میں تمام مال کی من جہۃ واحدۃ مستحق نہ ہو۔

پانچواں اشکال:۔ اب بھی یہ تعریف جامع نہیں اس لیے کہ جب ذوی الفروض کے ساتھ لڑکا اور پوتا اختلاط کرکے آتا ہے تو ما بقی صرف لڑکے کو ملتا ہے، پوتا محروم ہو جاتا ہے حالانکہ وہ بھی عصبہ ہے۔

جواب:۔ مابقیہ تمام کا لینا بالفعل مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کی شان یہ ہو کہ وہ ذوی الفروض کا مابقیہ لے لے، یہ شان بالقوۃ پوتے میں بھی موجود ہے، اتفاق سے یہاں لڑکے کی موجودگی میں محروم ہے اگر لڑکا نہ ہو تو تمام مال کا استحقاق پوتے ہی کو ہوگا۔

ثُمَّ بِالْعَصَبَةِ مِنْ جِهَةِ السَّبَبِ:۔ اگر مذکورہ ورثہ میں سے کوئی موجود نہ ہو تو ترکہ عصبۂ سببی کو دیا جائے گا اس کا مصداق مولی العتاقہ بیان کیا گیا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ زید نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا، اس آزاد شدہ غلام کے انتقال کے بعد اگر اس کے ورثہ ذوی الفروض اور عصباتِ نسبیہ میں سے کوئی موجود نہ ہو تو اس کے کل مال کا استحقاق اس آقا یعنی زید (آزاد کرنے والا) کو ہوگا۔ اور اگر ذوی الفروض میں سے کوئی موجود ہو تو ان کا حصہ دینے کے بعد ما بقی عصبات نسبیہ کی عدم موجودگی میں عصبۂ سببی (زید) مولی العتاقہ کو دیا جائیگا

ثم عصبتِهٖ عَلَى التَّرْتِيْبِ الخ اگر عصبۂ سببی مولی العتاقہ (آزاد کرنے والا) نہیں ہے تو پھر اس کے عصبہ کو مال دیا جائے گا ترتیب کا لحاظ رکھ کر یعنی پہلے مولی العتاقہ کے عصباتِ نسبیہ مستحق ہوں گے اور ان کی عدم موجودگی میں عصبات سببیہ کو استحقاق ہوگا، مگر مولی العتاقہ کے عصبہ نسبیہ کے مستحق ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ مولی العتاقہ کے عصبہ بنفسہٖ ہوں، عصبہ بالغیر یا عصبہ مع الغیر نہ ہوں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولی العتاقہ کے عصبات نسبیہ کا مذکر ہونا

ضروری ہے اگر وہ مؤنث یعنی عصبہ بالغیر یا عصبہ مع الغیر ہوں گے تو وہ محروم ہوں گے مثلاً

مسئلہ

زید

ابن المعتق	بنت المعتق	معتق المعتق
ا	محروم	محروم

اس مثال میں کل ترکہ کا استحقاق ابن المعتق کو ہوگا، بنت المعتق اور معتق المعتق دونوں محروم ہوں گے۔ معتق المعتق تو اس لیے کہ وہ عصبۂ سببی ہے جو عصبۂ نسبی کی موجودگی میں محروم ہو جاتا ہے اور بنت المعتق اگرچہ عصبۂ نسبی میں سے ہے مگر عصبہ بنفسہٖ (مذکر) نہیں ہے اس لیے محروم ہے اس کی مزید تفصیل "باب العصبات" میں آرہی ہے۔

ثُمَّ الرَّدُّ عَلٰى ذَوِي الْفُرُوْضِ النَّسَبِيَّةِ بِقَدْرِ حُقُوْقِهِمْ ثُمَّ ذَوِي الْأَرْحَامِ ثُمَّ مَوْلَى الْمُوَالَاةِ ثُمَّ الْمُقَرُّ لَهٗ بِالنَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ بِحَيْثُ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهٗ بِإِقْرَارِهٖ مِنْ ذٰلِكَ الْغَيْرِ إِذَا مَاتَ الْمُقِرُّ عَلٰى إِقْرَارِهٖ ثُمَّ الْمُوْصٰى لَهٗ بِجَمِيْعِ الْمَالِ ثُمَّ بَيْتُ الْمَالِ۔

ترجمہ:

پھر (ترکہ) ان اصحاب فرائض پر رد کیا جائے گا جو میت سے نسب کا تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے حصوں کی بقدر، پھر ذوی الارحام کو پھر مولی الموالات کو پھر (اس شخص کو جس کے لیے غیر پر نسب کا اقرار کیا گیا ہو اس حیثیت سے کہ اس کا (جس کے لیے اقرار کیا ہے) نسب مقر (اقرار کرنے والے) کے اقرار کی وجہ سے اس غیر سے ثابت نہ ہو سکے جب کہ مقر (اقرار کرنے والا) اپنے اقرار پر مر گیا ہو پھر (ترکہ اس کو دیا جائے گا جس کے لیے پورے مال کی وصیت کی گئی ہے پھر بیت المال کو۔

ثُمَّ الرَّدُّ الخ اگر میت کے عصبات نسبیہ وسببیہ میں سے کوئی موجود نہ ہو تو پھر مابقیہ مال ذوی الفروض نسبیہ کو بطور رد کے ملے گا، ذوی الفروض سببی (زوجین) پر رد نہیں ہوگا۔

ذوی الفروض نسبی وسببی کی تعریف اور ان کا مصداق

ذوی الفروض نسبی وہ وارث کہلاتے ہیں جن کے حصّے شریعت نے مقرر کر دیئے ہیں اور ان کا تعلق میت سے نسب کا تعلق ہے جیسے اب، جد وغیرہ۔ اگر میت سے اس کا تعلق نسب کا نہیں بلکہ نکاح کا تعلق ہے تو وہ سببی کہلاتے ہیں۔ سببی کا مصداق صرف زوج، اور زوجہ ہیں ان کے علاوہ باقی دس ذوی الفروض نسبی ہیں۔

ذوی الفروض نسبی پر ردّ کی وجہ

دراصل وارثین قرابت کی بنا پر میت کے ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں اور زوجین کی میراث خلافِ قیاس ہے اس لیے کہ ان میں رشتہ محض نکاح کی وجہ سے ہے اور انتقال کے بعد نکاح کا تعلق ختم ہوگیا تو اس کا تقاضہ یہ تھا کہ ان کو کچھ نہ ملتا مگر قرآن مجید میں ان کے حصص متعین ہونے کی وجہ سے خلافِ قیاس حصّہ دیا گیا لہٰذا حصّہ متعینہ دینے کے بعد اب ان پر رد کیے جانے کا کوئی مطلب ہی نہیں، برخلاف دیگر ذوی الفروض کے کہ ان کا تعلق میت سے قرابت اور نسب کا ہے جو سببِ نکاح سے قوی اور انتقال کے بعد بھی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے لہٰذا اس قرابتِ نسبی کی وجہ سے باقی مال بھی انہی پر رد کیا جائے گا۔

ردّ بقدرِ حق

پھر رد میں اس بات کا لحاظ بھی ضروری ہوگا کہ جس وارث کو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے مال زائد مل رہا ہو اس پر رد کی مقدار بھی اسی اعتبار سے زائد ہوگی، اور جس کو کم مل رہا ہو اس کو بطور رد بھی اسی اعتبار سے کم ملے گا۔ مثال کے طور پر اگر ورثہ میں صرف لڑکی اور پوتی ہو لڑکی کو نصف اور پوتی کو سدس (تکملۃ للثلثین) ملے گا

مسئلہ ۶ ۴ — زید

بنت	بنت الابن
نصف	سدس
۳	۱

ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے، قاعدہ کے مطابق مسئلہ چھ سے ہوگا، تین سہام کا استحقاق

لڑکی کو اور ایک سہام کا استحقاق پوتی کو ہوگا۔ دو سہام باقی رہے حال یہ کہ میت کے عصبات نسبیہ وسببیہ میں سے کوئی موجود نہیں تو یہ دو سہام بھی انہی لڑکی اور پوتی پر ان کے حصّوں کی بقدر رد کیے جائیں گے لہٰذا ان دو سہام کے چار حصّے کر کے تین لڑکی کو اور ایک پوتی کو دیں گے "باب الرد" کے قوانین کا لحاظ رکھتے ہوئے کل مال کے نتیجہ کے اعتبار سے چار حصّے ہوں گے، تین حصّوں کی مستحق لڑکی اور ایک حصّہ کا استحقاق پوتی کو ہوگا، کما ستعرف فی باب الرّد۔

ردّ، ذوی الارحام سے مقدم کیوں؟

رد چونکہ ذوی الفروض نسبیہ پر ہوتا ہے جو بہ نسبت ذوی الارحام کے میت سے زیادہ قریب اور اعلیٰ درجہ کے ہیں اسی لیے شریعت نے ان کے حصّے مقرر کیے ہیں تو پہلے رد انھیں پر ہوگا، ان کی عدم موجودگی میں ذوی الارحام مستحق ہوں گے۔

ثُمَّ ذَوِي الْأَرْحَامِ الخ، اگر ذوی الفروض نسبی بھی موجود نہ ہوں نیز عصبات نسبیہ وسببیہ میں سے تو کوئی موجود ہے ہی نہیں تو پھر ترکہ اس قسم کے وارثوں کو دیا جائے گا جو ذوی الارحام کے ساتھ تعبیر کیے جاتے ہیں۔

ذوی الارحام کی تعریف

لغت میں ذو رحم اسے کہتے ہیں جو ماں کی طرف سے رشتہ رکھے۔ اصطلاح میں ذوی الارحام وہ وارث کہلاتے ہیں جن کا میت سے قرابت کا تعلق ہو لیکن وہ ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں[1] خواہ میت کی ماں کی طرف سے قرابت دار ہوں جیسے ماموں، خالہ، یا باپ کی طرف سے جیسے پھوپی

ذوی الارحام کے مستحق ہونیکی صورتیں

ذوی الارحام کے مال لینے کی صرف دو صورتیں ہیں (۱) کسی قسم کے ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو (۲) صرف ذوی الفروض سببی (احد الزوجین) موجود ہو ان کا

---

[1] ذوی الارحام فہو بمعنی ذوی القرابۃ مطلقاً، وفی الشریعۃ ہو کل قریب لیس بذی سہم ولا عصبۃ، شامی صفحہ ۵۵۹ ج ۵
ھٰکذا فی الزیلعی صفحہ ۲۴۱ ج ۶

مال تو یہ ذوی الارحام کو ملے گا۔

ذوی الارحام مولی الموالات سے مقدم کیوں؟ ذوی الارحام کا میت سے قرابت کا تعلق ہوتا ہے، برخلاف مولی الموالات کے کہ اس کا میت سے قرابت کا کوئی تعلق نہیں، اس وجہ سے ذوی الارحام کو مقدم کیا گیا۔

ثم مولی الموالاۃ الخ۔ اگر مذکورہ ورثہ میں سے کوئی موجود نہ ہو تو پھر ترکہ مولی الموالات کو ملے گا۔

عقد موالات کی صورت مجہول النسب شخص کسی کو مخاطب بنا کر کہے "اَنْتَ مَوْلَائِیْ تَرِثُنِیْ اِذَا مِتُّ وَتَعْقِلُ عَنِّیْ اِذَا جَنَیْتُ" وَقَالَ الْاٰخَرُ قَبِلْتُ[۱] یعنی یہ عہد کرے کہ تو میرا آقا ہے، جب میں مرجاؤں تو تو میرا وارث ہوگا اور اگر میں کوئی جنایت کروں تو اس کی دیت بھی تو دے گا اور دوسرا شخص اس کو قبول کرلے۔ ہمارے نزدیک یہ عقد جائز ہے۔ نیز اگر وہ مخاطب بھی مجہول النسب ہو اور یہ بھی اس سے اسی طرح کا عہد کرے اور وہ اس کو قبول کرلے تو ایسی صورت میں یہ ایک دوسرے کے مولی الموالات ہوں گے، اور آپس میں وارث ہوں گے۔

مولی الموالات کے مستحق ہونے کی صورتیں صرف دو صورتیں ہیں ۱۔ میت کے ذوی الفروض عصبات ذوی الارحام میں سے کوئی بھی وارث موجود نہ ہو۔ ۲۔ صرف شوہر، یا بیوی موجود ہو تو ان سے باقی ماندہ ترکہ کا استحقاق مولی الموالات کو ہوگا۔

مولی الموالاۃ مقر لہ بالنسب الخ، سے مقدم کیوں؟ عقدِ موالات آدمی اپنی خوشی و رضامندی سے کرتا ہے اسمیں

---

[۱] رسائل ابن عابدین ص ۱۹۷ ج ۲

کسی پر طعن نہیں ہوتا برخلاف اقرار بالنسب علی الغیر الخ کے کہ اس میں غیر پر نسب کا طعن ہوتا ہے ممکن ہے کہ وہ غیر (باپ، دادا وغیرہ) اس کو جھوٹا قرار دیدے۔ اس وجہ سے عقدِ موالات کو مقدم کیا گیا ہے۔

ثُمَّ الْمُقَرُّ لَهٗ بِالنَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ الخ اگر مولی الموالات اور اس سے اوپر کے ورثہ میں سے کوئی وارث موجود نہ ہو یا صرف احد الزوجین کی موجودگی میں ان کا حصّہ متعینہ ادا کرنے کے بعد ترکہ کا استحقاق مقرلہٗ بالنسب علی الغیر الخ کو ہوگا۔

مقرلہٗ بالنسب علی الغیر الخ کا مطلب

محشّی شریفیہ نے اس کا مطلب بیان کیا ثُمَّ يُبْدَأُ بِمَنْ أَقَرَّ الْمَيِّتُ لَهٗ بِنَسَبِهٖ مِنْ نَفْسِهٖ حَالَ كَوْنِ إِقْرَارِهٖ مُتَضَمِّنًا لِإِقْرَارِهٖ بِنَسَبِهٖ عَلَى الْغَيْرِ[1] یعنی پھر ترکہ اس شخص پر تقسیم ہوگا کہ جس کے واسطے میت نے نسب کا اقرار اس طور پر کیا ہو کہ اس نسب کی تحمیل غیر پر ہو رہی ہو مثلاً میت نے حالتِ حیات میں کسی مجہول النسب شخص کے بارے میں اقرار کیا کہ یہ میرا بھائی ہے گویا اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ یہ میرے باپ کا لڑکا ہے تو اس کا یہ اقرار غیر (باپ) پر نسب کا اقرار ہوا۔

شرائط استحقاق

مقرلہٗ بالنسب علی الغیر کے مستحق ہونے کی چند شرطیں ہیں ۱ أَنْ يَكُوْنَ الْإِقْرَارُ بِنَسَبِهٖ مِنَ الْمُقِرِّ مُتَضَمِّنًا لِإِقْرَارِهٖ بِنَسَبِهٖ عَلَى غَيْرِهٖ۔ یعنی مقر کی جانب سے اس کے نسب کا ایسا اقرار ہو جو متضمن ہو غیر سے نسب کے اقرار کو، مثلاً مجہول النسب شخص کے بارے میں یہ اقرار کہ وہ میرا بھائی ہے، یہ اقرار متضمن ہے اس بات کو کہ یہ میرے باپ کا بیٹا ہے۔ ۲ محض اس اقرار سے اس (مقرلہٗ) کا نسب غیر سے ثابت نہ ہو یعنی غیر نے اس اقرار کی تصدیق نہ کی ہو۔ ۳ مقر اپنے اس اقرار ہی پر انتقال کر گیا ہو یعنی زندگی میں اس سے رجوع یا انکار نہ کیا ہو۔

---

[1] حاشیہ شریفیہ صہ ۱

فوائد قیود اس کے فوائد قیود ظاہر ہیں ۱؎ اگر اس کے نسب کے اقرار کی تحمیل غیر کے نسب پر نہ ہو بلکہ خود اپنی ذات سے متعلق ہو مثلاً یہ اقرار کرے کہ وہ میرا بیٹا ہے اور باقی شرائط موجود ہوں تو پھر اس کا نسب مقر سے ثابت ہو جائے گا اور وہ عصبۂ نسبیہ میں داخل ہو کر ترکہ کا مستحق ہوگا۔ ۲؎ اگر مقر علیہ وہ غیر جس پر نسب کے اقرار کی تحمیل کی گئی تھی اس نے اس کے اقرار کی تصدیق کر دی تو مقر لہ کا اس مقر علیہ (غیر) سے نسب ثابت ہو جائے گا اور یہ مقر کا بھائی ہوگا اور اس کے ورثۂ نسبی میں شمار ہو کر ترکہ کا مستحق ہوگا۔ ۳؎ اگر مقر نے اپنی زندگی میں اس اقرار سے انکار یا رجوع کر لیا ہو تو یہ اقرار ختم ہو جائے گا، اور مقر لہ اس کا وارث نہ ہوگا۔

مقر لہ بالنسب الخ کے وارث ہونیکی وجہ دراصل مقر (اقرار کرنے والا) مقر لہ (جس کے لیے اقرار کیا) کے لیے دو چیزوں کا اقرار کرتا ہے ۱؎ غیر پر نسب کا اقرار ۲؎ اس کے لیے اپنے مال کا استحقاق بطور وراثت اوّل یعنی غیر پر نسب کے ثبوت کا اقرار چونکہ غیر کی ذات سے متعلق ہے اور اس سے ثبوتِ نسب کا دعویٰ کرنا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اسی لیے محض مقر کے اقرار سے وہ نسب ثابت نہ ہوگا بلکہ شرعاً باطل ہے، البتہ مقر لہ کے لیے مال کے استحقاق کا اقرار چونکہ خود مقر کی اپنی ذات سے متعلق ہے اس لیے اس کا اعتبار ہوگا۔ المرأ یؤخذ باقرارہ، اور یہ اقرار گویا معناً وصیت کے حکم میں ہے بنا بریں مقر لہ کو اس درجہ میں جب کہ کوئی اوپر کا وارث نہ ہو، مقر کا وارث شمار کیا گیا ہے۔

مقر لہ موصیٰ لہ بجمیع المال سے مقدم کیوں؟ مقر لہ کو مقر سے ایک قسم کی قرابت وابستہ ہے اگرچہ وہ محض مقر کے اقرار سے ہو، برخلاف موصیٰ لہ بجمیع المال کے کہ وہ بالکل اجنبی ہے اس لیے مقر لہ کو مقدم کیا گیا۔

ثُمَّ الْمُوْصٰی لَهٗ بِجَمِیْعِ الْمَالِ ۔ اگر مذکورہ شان کا مقر لہ الخ بھی موجود نہ ہو تو پھر میت کا ترکہ اس شخص کو دیا جائے گا جس کے لیے میت نے اپنے کل مال کی وصیت کی ہو۔

وصیّت کے درجات وصیت کے مختلف درجے ہیں، اگر مرحوم نے کل یا بعض ترکہ

کی وصیت کی ہو اور اس کے ورثہ میں ذوی الفروض، عصبات نسبیہ و سببیہ، ذوی الارحام وغیرہ میں سے کوئی موجود ہو تو تجہیز و تکفین اور قرض کی ادائیگی کے بعد وصیت کا نفاذ صرف ثلث ترکہ میں ہوگا اور باقی دو ثلث ورثہ کا حق ان کے مابین بقدر حصص شرعیہ تقسیم ہوگا البتہ بالغ ورثہ کی اجازت سے تہائی مال سے زائد میں بھی وصیت نافذ ہو سکتی ہے، نابالغ کی اجازت کا اعتبار نہیں۔ اور اگر مرحوم کا کوئی وارث مذکورہ ورثہ میں سے موجود نہیں اور اس نے کسی کیلئے کل ترکہ کی وصیت کی ہے، تو اس مرتبہ میں آکر کل ترکہ اس موصیٰ لہٗ بجمیع المال کو دیدیا جائے گا۔

موصیٰ لہٗ بجمیع المال کے مستحق ہونیکی وجہ

جب میت نے اس کے لیے کل ترکہ کی وصیت کی تو ثلث ترکہ کا مستحق تو وہ ورثہ کے مابین تقسیم ترکہ سے پہلے ہی ہو گیا تھا اس لیے کہ باقی دو حصوں میں دوسرے ورثہ کا حق تھا لیکن جب کوئی وارث اس کا موجود ہی نہیں تو باقی دو تہائی بھی اسی کو دیدیا جائیگا چونکہ میت نے اس کے متعلق وصیت کی ہے تو بہ نسبت دوسرے لوگوں کے یہ زیادہ حقدار ہے، اس وجہ سے کل ترکہ کا وہی مستحق ہوگا۔

ثم بیت المال:۔ اگر مذکورہ ورثہ و مستحقین ترکہ میں سے کوئی موجود نہیں تو پھر میت کا کل ترکہ بیت المال (اسلامی خزانہ) میں داخل کر دیا جائے گا جو عامۃ المسلمین کے فقراء و غرباء و مساکین اور حاجت مند لوگوں پر خرچ کیا جائے گا، مگر بیت المال میں ترکہ کا جمع ہونا بطور وراثت نہ ہوگا کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں اسی وجہ سے مذکر و مؤنث، باپ، بیٹا وغیرہ میں کوئی فرق نہ ہوگا، سب پر برابر برابر صرف کیا جا سکتا ہے، بلکہ وہ بطور فئی کے ہوتا ہے اور اس پر فئی کے احکام جاری ہوں گے۔[۱]

آج کل ہندوستان میں چونکہ اسلامی خزانہ اور بیت المال نہیں ہے، لہٰذا جب کوئی وارث کسی قسم کا موجود نہ ہو تو پھر میت کا ترکہ بجائے بیت المال کے فقراء پر صرف

---

[۱] وبعد ما مر فی بیت المال المسلمین یوضع و ذلک علی سبیل الفئی عندنا، لا الارث۔ رسائل ابن عابدین ص ۱۹۹ ج ۲

کر دیا جائے۔ لیکن اگر میت کے بعض ایسے عزیز و قریب، مفلس و غریب موجود ہوں جو شرعاً وارث نہیں ہیں تو عام فقراء سے وہ لوگ مقدم ہوں گے۔ اور بموجب فتوٰی علماء قدیم بوجہ فقر و احتیاج اس بعید رشتہ دار میت کا مال و ترکہ ان کو دلوا دیا جائے گا۔ لیکن بقاعدۂ میراث و حصۂ شرعی نہیں بلکہ خاص رشتہ اور تعلق کی وجہ سے ان کو دیگر فقراء سے مقدم سمجھ کر۔ مثلاً رضاعی بہن اور سوتیلی اولاد یا آزاد شدہ غلام وغیرہ مفلس متعلقین موجود ہوں تو یہ عام فقراء سے مقدم ہو کر ترکہ اور مال میت کا لے سکتے ہیں۔[1]

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض کتبِ فقہیہ[2] میں لکھا ہے کہ اس زمانہ میں چونکہ بیت المال کا نظامِ شرعی برقرار نہیں اس لیے میت کے مال کو احد الزوجین پر رد کیا جائے گا بشرطیکہ میت کے ذوی الفروض نسبی، عصباتِ نسبیہ و سببیہ اور ذوی الارحام وغیرہ میں سے کوئی موجود نہ ہو اور بیت المال کا نظام بھی فاسد ہو، حال یہ کہ ورثہ میں شوہر یا بیوی موجود ہو تو اولاً ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے ان کا حصہ نصف یا ربع دیدیا جائے گا اور باقی ترکہ بھی ان ہی پر رد ہوگا۔ بعض حضرات علماء نے اس سے یہ سمجھا کہ جس طرح ذوی الفروض نسبیہ پر رد ہوتا ہے اسی طرح ذوی الفروض سببی (احد الزوجین) پر بھی رد ہوگا اور اس کو ذوی الارحام سے مقدم قرار دیتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ حضرات[3] متاخرینؒ نے احد الزوجین پر رد کو اس وقت جائز قرار دیا ہے جب کہ بیت المال کا نظام فاسد ہو لہٰذا اس کا مقام ذوی الارحام وغیرہ کے بعد میں بیت المال کے قائم مقام ہے فافهم۔

---

[1] مفید الوارثین ص۷۹ [2] فلا یرد علی الزوجین لکن فی قنیۃ المنیۃ وغیرہا انہ یرد علیہما فی زماننا۔ درالمنتقیٰ علی مجمع الانہر ص۷۴۲ ج۲ [3] وفی المستصفیٰ والفتوی الیوم علی الرد علی الزوجین عند عدم المستحق لعدم بیت المال اذ الظلمۃ لا یصرفونہ الی مصرفہ۔ وہو قول المتاخرین من علمائنا۔ رد المحتار ص۵۵۶ ج۵

فَصْلٌ فِی الْمَوَانِعِ

(یہ فصل موانع ارث کے بیان میں ہے)

اَلْمَانِعُ مِنَ الْاِرْثِ اَرْبَعَۃٌ اَلرِّقُّ وَافِرًا کَانَ اَوْ نَاقِصًا وَالْقَتْلُ الَّذِیْ یَتَعَلَّقُ بِہٖ وُجُوْبُ الْقِصَاصِ اَوِ الْکَفَّارَۃِ وَاخْتِلَافُ الدِّیْنَیْنِ وَاخْتِلَافُ الدَّارَیْنِ اِمَّا حَقِیْقَۃً کَالْحَرْبِیِّ وَالذِّمِّیِّ اَوْ حُکْمًا کَالْمُسْتَامِنِ وَالذِّمِّیِّ اَوِ الْحَرْبِیَّیْنِ مِنْ دَارَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ وَالدَّارُ اِنَّمَا تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمَنَعَۃِ وَالْمَلِکِ لِاِنْقِطَاعِ الْعِصْمَۃِ فِیْمَا بَیْنَہُمْ

ترجمہ:

وراثت سے محروم کرنے والی چار چیزیں ہیں۔ (۱) غلام ہونا خواہ کامل ہو یا ناقص۔ (۲) اور وہ قتل جس کے ذریعہ قصاص یا کفارہ کا واجب ہونا متعلق ہو (۳) اور دین کا مختلف ہونا (۴) اور دو ملکوں کا مختلف ہونا یا تو حقیقۃً ہو جیسے حربی اور ذمّی یا حکمًا ہو جیسے مستامن اور ذمی یا دونوں حربی ہوں جو دو مختلف ملکوں کے رہنے والے ہوں، اور بادشاہت بدل جاتی ہے بادشاہ اور لشکر کے مختلف ہو جانے، ان کے مابین عزت و عصمت کے منقطع ہونے کی وجہ سے۔

ربط مصنفؒ نے ماقبل میں ترکہ سے متعلق حقوقِ اربعہ اور اس کے مستحقین کو علی الترتیب اجمالاً بیان فرمایا اور اس کے بعد مستحقین ترکہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے مگر درمیان میں "فصل فی الموانع" کا عنوان قائم کر کے ان ورثہ کو بیان کرتے ہیں جو میت سے قرابت (رشتہ) رکھنے کے باوجود میت کے ترکہ سے شرعًا محروم ہو جاتے ہیں۔

اَلْمَوَانِعُ مِنَ الْاِرْثِ اَرْبَعَۃٌ۔ وہ اسباب جن کی وجہ سے وارث اپنے مورث کے ترکہ سے محروم ہوتا ہے، چار ہیں۔ مصنفؒ نے صرف چار مانع ارث ذکر کیے ہیں۔ حضرات علماء نے ان کے علاوہ اور بھی موانع بیان کیے ہیں مثلاً موت کے وقت کا معلوم نہ ہونا جیسے چند رشتہ دار کسی مکان یا دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر یا کشتی سے پانی میں ڈوب کر انتقال کر گئے ہوں اور یہ معلوم نہ ہو کہ کون شخص پہلے مرا ہے اور کون بعد میں تو ایسی صورت میں وہ ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔ اسی طرح مرتد ہو جانا، نیز نبوت بھی میراث سے محروم ہونے کا سبب ہے لقولہ علیہ السلام انا معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ[1]

مانع کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

موانع جمع ہے مانع کی، لغت میں مانع کے معنیٰ حائل، آڑ کے آتے ہیں نیز باز رکھنے اور بیچ میں آنے والی چیز کو بھی مانع کہا جاتا ہے۔

اصطلاح میں مانع وہ سبب ہے جس کی وجہ سے وراثت کا حق منتفی (ختم) ہو جائے حال یہ کہ ارث کا سبب موجود ہو[2] یعنی مانع سے مراد یہ ہے کہ جن ورثہ میں یہ اسباب ہونگے وہ اپنے مورث کے ترکہ سے محروم ہوں گے اسی لیے ان کو محروم بھی کہا جاتا ہے مثلاً کسی نے اپنے باپ کو قتل کر دیا تو شریعتِ مطہرہ نے قاتل بیٹے کو باپ مقتول کے ترکہ سے محروم کر دیا باوجود اس کے کہ وراثت کا سبب قرابتِ نسبی موجود ہے۔

اَلرِّقُّ وَافِرًا کَانَ اَوْ نَاقِصًا۔ پہلا مانع ارث رق یعنی غلام ہونا ہے خواہ وہ غلام کامل ہو یا ناقص۔ کامل وہ غلام کہلاتا ہے جس کی آزادی میں کوئی قید نہ ہو اور ناقص وہ ہے جس کی آزادی کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو مثلاً مدبر، مکاتب، امِ ولد۔ مدبر کی آزادی آقا کے انتقال پر موقوف ہوتی ہے اور مکاتب کی بدلِ کتابت پر۔ بہر حال غلام کسی بھی طرح کا ہو وہ

---

[1] اخرجہ النسائی۔ [2] قال فی رد المحتار المانع لغۃ الحائل۔ واصطلاحاً ما ینتفی لاجلہ الحکم عن شخص لمعنی فیہ بعد قیام سببہ ویسمی محروما۔ رد المحتار ص ۵۴۱ ج ۵

اپنے مورث کا وارث نہ ہوگا۔

رق کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ رق کے لغوی معنیٰ مملوکیت بطور غلامی کے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں رقیت ایک معنوی کمزوری ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر و شرک اختیار کرنے کی وجہ سے انسان میں رکھی ہے۔ اس کا اثر یہ ہے کہ غلام بحیثیتِ غلام ان تصرفات سے عاجز ہوتا ہے جن کو آزاد شخص کرسکتا ہے۔ مثلاً گواہی دینا اسبابِ ملک کے ذریعہ کسی چیز کا مالک ہونا وغیرہ۔ غلام کو ان چیزوں کا اختیار نہیں ہوتا۔

غلامی مانع ارث کیوں؟ ۱۔ غلام بحیثیتِ غلام چونکہ کسی چیز کا مالک اسبابِ ملک کے ذریعہ نہیں ہوتا، اور وراثت ملکیت کا ایک سبب ہے لہٰذا اس کے ذریعہ بھی وہ مال کا مالک نہیں ہوگا۔ ۲۔ اگر غلام کو بالفرض اس کے مورث کا ترکہ دیا جائے تو یہ ترکہ اجنبی شخص کو دینا لازم آئے گا چونکہ جو مال غلام کو دیا جائے گا وہ اس کا مالک نہ ہوگا بلکہ اس کا آقا مالک ہوگا تو گویا وہ مال آقا کو دیا اور مورث و آقا کے مابین کوئی قرابت نہیں بلکہ وہ اجنبی ہیں اور اجنبی کو ترکہ دینا باطل۔ اس وجہ سے غلامی موانع ارث میں داخل ہے۔[۱]

غلام عاجز عن التصرفات کیوں ہے چونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی بندگی یعنی توحید و رسالت کا اقرار کرنے سے انکار کیا اور اس کے مقابلہ میں کفر و شرک اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے سزاءً دنیا میں بھی اس کو اپنے بندوں کا غلام بنا دیا کہ وہ آزاد مرد کی طرح تصرفات نہیں کرسکتا بلکہ خود اپنے آقا و مولیٰ کا مملوک ہے۔

وَالْقَتْلُ الَّذِیْ یَتَعَلَّقُ بِهِ الخ موانع ارث کا دوسرا سبب قتل ہے، اس سے

---

[۱] حاشیہ شریفیہ ص۱۱۔ [۲] رسائل ابن عابدین ص۲۰۲ ج۲ و مجمع الانہر ص۷۴۵ ج۲

وہ قتل مراد ہے جس کی شان یہ ہو کہ قاتل پر قصاص یا کفارہ لازم آئے لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام القاتل لا یرث[1] (رواہ الترمذی)

قتل کے اقسام مع تعریفات و احکام

وہ قتل جس سے قصاص، کفارہ، دیت وغیرہ کے احکام متعلق ہیں پانچ قسم پر ہیں

(۱) قتلِ عمد، (۲) قتل شبہ عمد، (۳) قتل خطاء، (۴) قتل جاری مجریٰ خطاء، (۵) قتل بالتسبب

① قتلِ عمد:۔ کسی کو قصداً ناحق ایسے ہتھیار سے قتل کرنا جو قتل کے لیے استعمال کیا جاتا ہو مثلاً تلوار، بندوق، ریوالور، بم، توپ وغیرہ۔ اس کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر گناہ اور قصاص واجب ہوتا ہے

② قتلِ شبہ عمد:۔ وہ قتل ہے جس میں کسی کو بطور ظلم ارادۃً ایسی چیز سے قتل کیا جائے جس سے عموماً آدمی نہ مرتا ہو جیسے کوڑا، لکڑی، چھوٹا پتھر وغیرہ۔ اس کا حکم یہ ہے کہ دیت، گناہ اور کفارہ لازم ہوتا ہے، قصاص نہیں۔

③ قتل خطاء:۔ وہ قتل جس میں غلطی سے بغیر قصد و ارادہ کے کسی انسان کا قتل واقع ہو جائے، اس کی دو صورتیں ہیں (۱) خطاء فی القصد (۲) خطاء فی الفعل۔ خطاء فی القصد یہ ہے کہ مثلاً قاتل نے کسی شخص کو نشانہ بنا کر گولی ماری یہ سمجھ کر کہ وہ شکار یعنی ہرن وغیرہ ہے اور خطاء فی الفعل یہ ہے کہ نشانہ تو شکار پر لگا رہا تھا، مگر اچانک وہ کسی آدمی کو لگ گیا۔

④ قتل جاری مجریٰ خطاء:۔ وہ قتل ہے جس میں بغیر خطاء (قصد و فعل) کے کسی کا قتل واقع ہو جائے، جس کی صورت یہ ہے کہ نیند کی حالت میں کسی پر گر پڑا یا چھوٹا بچہ پاس میں لیٹا تھا، کروٹ میں دب کر وہ بچہ مرگیا۔ قتل خطاء و جاری مجریٰ خطاء کا حکم کفارہ اور عاقلہ پر دیت کا لازم ہونا ہے۔

⑤ قتل بالتسبب:۔ وہ قتل ہے جس میں قاتل محض قتل کا ذریعہ و سبب بنا ہو، جیسے عام راستہ یا غیر کی ملکیت میں کسی نے کنواں یا گڑھا کھود دیا یا بڑا پتھر رکھ دیا۔ اس کے ذریعہ کسی

---

[1] ترمذی شریف ص ۳۲ ج ۲

کی موت واقع ہوگئی، اس کا حکم یہ ہے کہ صرف عاقلہ پر دیت واجب ہے، قصاص اور کفارہ نہیں۔

چونکہ مانع ارث وہ قتل ہے جس میں قاتل پر قصاص یا کفارہ لازم ہو، لہٰذا اول الذکر چاروں اقسام کا حکم قصاص یا کفارہ کا لازم ہونا ہے اس لیے وہ اقسامِ اربعہ موانع ارث میں داخل ہیں اور یہ پانچویں قسم قتل بالتسبیب میں نہ قصاص ہے نہ کفارہ، اسلیے یہ مانع ارث نہیں ہے[1]

ایک شبہ کا ازالہ اگر باپ نے اپنے بیٹے کو عمداً قتل کر دیا تو باپ اس کا وارث نہ ہوگا محروم ہوگا۔ حالانکہ باپ پر قصاص یا کفارہ میں سے کچھ بھی واجب نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل کے اعتبار سے تو باپ قاتل پر بھی قصاص واجب تھا مگر شریعتِ مطہرہ نے باپ کی عزت وعظمت کے لحاظ کی وجہ سے یہ حکم ساقط کر دیا۔ لقولہ علیہ السلام لا یقتل الوالد بالولد[2]

فائدہ اگر کسی شخص نے اپنے مورث کو کسی حق مثلاً قصاص، حدِ زنا، اپنی جان کی حفاظت وغیرہ کی وجہ سے قتل کیا یا قاتل نابالغ، مجنون ہے تو وہ قاتل اپنے مقتول مورث کے ترکہ سے شرعاً محروم نہ ہوگا اور یہ قتل موانع ارث میں داخل نہ ہوگا[3] (کذا فی الشریفیہ)

مسئلہ:۔ اگر مقتول سے پہلے قاتل کا انتقال ہوگیا تو مقتول بالاجماع قاتل کا وارث ہوگا[4] مثلاً زید نے اپنے بھائی کو سخت زخمی کر دیا لیکن ابھی وہ مرا نہیں کہ زید کا اچانک انتقال ہوگیا اس کے بعد وہ زخمی بھائی بھی مرگیا تو زید قاتل کی میراث اس مقتول بھائی کو بھی پہونچے گی۔ اگر زید کا اس کے علاوہ عصبہ قوی موجود نہ ہو۔

والاختلاف الدینین:۔ تیسرا مانع وارث اور مورث کے دین کا مختلف ہونا ہے یعنی دو مختلف دین والوں کے درمیان وراثت جاری نہ ہوگی مثلاً ایک مسلمان ہے اور

---

[1] مجمع الانہر ص ۶۱۵ ج ۲ . شریفیہ ص ۱۲ . عالمگیری ص ۳ ج ۶ [2] ابن ماجہ ص ۱۹۱ [3] شریفیہ ص ۱۲

[4] ولو مات القاتل قبل المقتول ورثہ المقتول اجماعاً مجمع الانہر ص ۷۴۵ ج ۲ رد المحتار ص ۵۴۲ ج ۵

دوسرا خواہ اس کا وارث ہو یا مورث، یہودی، نصرانی، ہندو وغیرہ ہو تو وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہ ہونگے۔ کافر کا مسلمان سے وارث نہ ہونا تو اجماعِ حدیث اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس قول وَلَن يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا الآیۃ (اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے مؤمنین پر راستہ نہیں بنایا) سے ثابت ہے یہ متفقہ مسئلہ ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

اختلافی مسئلہ

البتہ مسلمان کا کافر سے وارث نہ ہونے میں اختلاف ہے چنانچہ حضرت علیؓ، زیدؓ اور عامۃ الصحابہؓ کا یہ قول ہے کہ مسلم کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ ہمارے علماءِ احناف کا اسی پر عمل ہے اور حضرات شافعیہؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مسلمان کافر کے مال کا وارث ہوگا، یہ قول معاذ ابن جبلؓ، معاویہ ابن ابی سفیانؓ کا ہے اور اسی کو لیا ہے حسنؓ، محمد بن الحنفیہؒ، محمد ابن علی ابن الحسینؓ اور مسروقؒ نے۔

فریقِ ثانی کی دلیل

ان حضرات کا مستدل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان الاسلام یعلو ولا یعلیٰ[1] ہے کہ اسلام سر بلند ہوتا ہے نیچا نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ مسلمان جب کافر کے مال کا وارث بنے گا تو اس میں اسلام کی بلندی اور برتری ہوگی۔

حضراتِ جمہور کے دلائل

حضراتِ جمہورؒ کے دلائل میں صحیحین کی حدیث موجود ہے جس کو اسامہ بن زیدؓ سے بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کسی کافر کا وارث نہ ہوگا اور نہ کافر مسلمان کا۔ لفظہٗ لایرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم[2] دوسری دلیل رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لایتوارث اھل ملتین شتّٰی[3] (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ)

---

[1] حاشیہ ابوداؤد صفحہ ۴۰ ج ۲، [2] بخاری شریف صفحہ ۱۰۰۱ مسلم شریف صفحہ ۳۳ ج ۲، [3] مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۳

دو مختلف دین والوں کے درمیان وراثت جاری نہیں ہوگی۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو طالب کی وفات کے بعد ان کے مال کا وارث ان کے چار بیٹوں میں سے صرف عقیل اور طالب کو قرار دیا جو اس وقت کافر تھے، اور علیؓ اور جعفرؓ جو مسلمان تھے ان کو وارث نہ بنایا۔ بہر حال حضراتِ جمہورؒ کے مدعیٰ پر قولی و فعلی دونوں طرح کی روایات موجود ہیں۔

فریق ثانی کی دلیل کا جواب

فریق ثانی نے جو روایت دلیل میں پیش کی ہے وہ ان کے مدعیٰ پر محکم نہیں ہے، اس میں دوسرے معانی کا احتمال ہے مثلاً اس میں نفسِ اسلام کا ذکر ہے۔ اگر کسی میں اسلام اور غیر اسلام کی جہت موجود ہو تو اس کو علوِ اسلام کی وجہ سے مسلمان قرار دیا جاتا ہے مثلاً باپ اور ماں میں ایک کافر دوسرا مسلمان ہے تو ان سے جو بچہ پیدا ہوگا اس کو مسلمان کہا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ حدیث میں نفسِ اسلام کی بلندی مراد ہے نہ کہ وراثت کے اعتبار سے، یا حجت کے اعتبار سے اسلام کا بلند ہونا مراد ہے یعنی حجۃ اسلام غالب ہوتی ہے حجۃ کفر پر، یا قہر و غلبہ کے اعتبار سے اسلام کا بلند ہونا مراد ہے کہ انجام کار کے لحاظ سے آخرت میں مسلمان ہی کو اسلام کی وجہ سے غلبہ ہوگا۔ بہر حال فریق ثانی کی اس محتمل حدیث کے مقابلہ میں حضرات جمہورؒ کے دلائل صریح، محکم اور قوی ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اشکال:۔ جب مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا تو پھر مرتد کا مال اس کے مسلمان وارثوں کو کیوں ملتا ہے؟

جواب:۔ یہ ہے کہ مسلمان وارث کو مرتد کا وہ مال دیا جاتا ہے جو اس نے حالتِ اسلام میں کمایا تھا اور جو مال مرتد ہونے کی حالت میں حاصل کیا اس میں وراثت جاری نہ ہوگی، بلکہ اس میں فئی کے احکام جاری ہوں گے۔ یہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے، اور حضرات صاحبینؒ کے نزدیک مرتد کی دونوں حالتوں کی کمائیاں اس کے مسلمان وارثوں کو دیدی

جائیں گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اس کے ارتداد کا اعتبار ہی نہیں کریں گے اس لیے کہ اس کو مرتد ہونے کی حالت میں باقی نہیں رکھا جائے گا بلکہ اس کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اسلام ہی کی حالت پر برقرار رہے لہٰذا جب اس کے ارتداد کا اعتبار نہیں تو گویا مسلمان مسلمان کے مال کا وارث ہوا۔ فلا اشکال علیہ۔

وَاخْتِلَافُ الدَّارَیْنِ:۔ چوتھا مانع ارث، وارث و مورث کے ملکوں کا مختلف ہونا ہے یعنی وارث جو کافر ہے ایک ملک کا رہنے والا اور مورث (کافر) دوسرے مختلف ملک میں رہتا ہے تو ان میں وراثت جاری نہ ہوگی، اور یہ مانع ارث تمام صورتوں کے اعتبار سے غیر مسلموں کے حق میں ہے، اس لیے ایک مسلمان اپنے مورث مسلمان کا عموماً وارث ہوگا خواہ وہ دونوں کسی بھی ملک میں رہتے ہوں (کذا فی الشامی[1]) البتہ بعض صورتوں میں مسلمانوں کے حق میں بھی اختلافِ دارین مانع ارث کا سبب ہے مثلاً ایک شخص دار الحرب میں مسلمان ہوگیا اور اس کا مسلمان بیٹا دار الاسلام میں موجود ہے تو یہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ یا دونوں دار الحرب میں مسلمان ہوئے اور ایک نے دار الاسلام کی طرف ہجرت کی اور دوسرا دار الحرب میں ہی رہا تو یہ بھی آپس میں وارث نہ ہونگے ان کا وارث نہ ہونا نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ کما قال تعالیٰ۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُهَاجِرُوْا الآیۃ[2] اور جو لوگ ایمان تو لائے اور ہجرت نہیں کی، تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں (نہ یہ ان کے وارث نہ وہ ان کے) جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔

اختلافِ دارین کی صورتیں

دو ملکوں کا مختلف ہونا کبھی حقیقی ہوتا ہے اور کبھی حکمی حقیقی کی مثال حربی اور ذِمّی ہے۔ حربی سے مراد

---

[1] والرابع اختلاف الدارین فیما بین الکفار عندنا خلافاً للشافعیؒ۔ قال الشامی اختلاف الدار لا یؤثر فی حق المسلمین کما فی عامۃ الشروح۔ شامی ص۷۸۴ ج ۵ [2] سورۃ انفال پ ۱۰،

وہ کافر ہے جو دارالحرب میں رہتا ہو۔ اور ذمّی وہ کافر کہلاتا ہے جو دارالاسلام میں جزیہ دیکر رہتا ہو۔ لہٰذا حربی اور ذمی دو مختلف دار یعنی دارالاسلام اور دارالحرب میں رہتے ہیں اسلیے ایک دوسرے کے مال کے وارث نہ ہوں گے۔ حکمی کی مثال مستامن اور ذمّی ہے مستامن سے مراد وہ کافر ہے جو دارالحرب کا رہنے والا ہے مگر دارالاسلام میں وقتی طور پر امن (اور ویزا) لے کر رہتا ہے۔ مستامن اور ذمی کا دار اگرچہ فی الحال حقیقۃً ایک ہی دار، دارالاسلام ہے لیکن حکمِ شرع کے اعتبار سے مختلف ہے چونکہ مستامن وقتی طور پر دارالاسلام میں موجود ہے اور ذمی کو ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔ اس لیے اگر مستامن کا انتقال ہو جائے تو اس کے ترکہ کا ذمی وارث نہ ہوگا وکذا العکس۔

اَوِالْحَرْبِیَّیْنِ:۔ یہ اختلاف حقیقی وحکمی دونوں کی مثال ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ اس سے مراد یا تو یہ ہے کہ دو حربی دو مختلف ملک کے رہنے والے ہیں۔ چونکہ دونوں کے دار حقیقۃً مختلف ہیں، اس صورت میں اس کو اما حقیقۃً کے تحت بیان کرنا مناسب تھا یا اس سے مراد یہ ہے کہ دو مختلف دار کے حربی دارالاسلام میں امن لے کر موجود ہوں جیسا کہ "مِنْ دَارَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ" اس پر دال ہے۔ لہٰذا فی الحال تو وہ ایک ہی دار یعنی دارالاسلام میں ہیں لیکن حکماً دو مختلف داروں کے ہیں، لہٰذا ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔ اس صورت میں مصنفؒ کو "اوالحربیین" کے بجائے "اَوِالْمُسْتَامِنَیْنِ" کہنا چاہیے تھا۔

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ مصنفؒ نے اس کو ایسے طریقہ پر بیان فرمایا ہے کہ وہ اختلافِ حقیقی اور حکمی دونوں کی مثال بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کما ذکر۔

وَالدَّارُ اِنَّمَا تَخْتَلِفُ الخ جو تھا مانع ارث دارین کا مختلف ہونا بیان کیا گیا۔ اس عبارت میں اس بات کو ذکر کیا گیا ہے کہ دارین کا اختلاف کب معتبر ہوگا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

دار کب مختلف ہوگا

دو دار کے مختلف ہونے کی اصل حقیقت یہ ہے کہ دو جگہ کے باشندوں میں ایسا اختلاف اور دشمنی ہو کہ وہ ایک دوسرے کے

خون کو حلال اور قتال کو جائز سمجھتے ہوں، ان کی عزت وعصمت ایک دوسرے سے محفوظ نہ ہو۔ لہٰذا ایسی دو جگہوں میں رہنے والے وارث و مورث ایک دوسرے کے مال کے مستحق نہ ہوں گے۔ ان دونوں جگہوں میں بادشاہ اور فوج کا ہونا ضروری نہیں ہے [1]

مصنفؒ نے مستقل بادشاہ اور لشکر کے علیحدہ علیحدہ ہونے کو جو بیان فرمایا یہ اختلاف دارین کی حقیقت نہیں بلکہ اس کی علامت ہے کہ ایسی جگہوں میں عموماً اختلافِ دارین متحقق ہوتا ہے جہاں کا بادشاہ اور فوج علیحدہ علیحدہ ہوں اور ہر ایک کو اپنے دار (ملک) میں مکمّل اختیار اور اس کا مستقل نظام ہو، ان میں کوئی عہد و پیمان نہ ہو اور ان کی عزت و عصمت ایک دوسرے سے محفوظ نہ ہو، ایک دار کا لشکر دوسرے دار کے کسی شخص پر غالب آجائے تو اس کو قتل کردے اور اگر وہ ان پر غالب آجائے تو ان کو قتل کردے۔ بہرحال اس قسم کے دو دار موانع ارث کا سبب ہیں۔ البتہ اگر ان دونوں دارین کوئی عہد و پیمان ہو اور دونوں جگہوں (ملکوں) کے باشندے امان لے کر دوسری جگہ (ملک) جاتے ہوں تو یہ دار موانع ارث کا سبب نہ ہوں گے۔ عموماً اس وقت تمام ممالک اسی نوع کے ہیں کہ کسی بھی ملک کا رہنے والا امان (ویزا) کے ذریعہ دوسرے ملک میں چلا جاتا ہے لہٰذا اس قسم کے ملک مانع ارث کا سبب نہ ہوں گے، اور ان میں رہنے والے (وارث و مورث) ایک دوسرے کے ترکہ کے مستحق ہوں گے۔

---

[1] حاشیہ سراجی ص۵ مطبوعہ مکتبہ اعزازیہ دیوبند (از حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحبؒ دیوبندی)

بَابُ مَعْرِفَةِ الْفُرُوْضِ وَمُسْتَحِقِّيْهَا

اَلْفُرُوْضُ الْمُقَدَّرَةُ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی سِتَّۃٌ اَلنِّصْفُ، وَالرُّبُعُ وَالثُّمُنُ، وَالثُّلُثَانِ وَالثُّلُثُ وَالسُّدُسُ عَلَی التَّضْعِیْفِ وَالتَّنْصِیْفِ۔ وَاَصْحَابُ ھٰذِہِ السِّھَامِ اِثْنَا عَشَرَ نَفَرًا اَرْبَعَۃٌ مِنَ الرِّجَالِ وَھُمُ الْاَبُ وَالْجَدُّ الصَّحِیْحُ وَھُوَ اَبُ الْاَبِ وَاِنْ عَلَا وَالْاَخُ لِاُمٍّ وَالزَّوْجُ وَثَمَانٍ مِنَ النِّسَاءِ وَھُنَّ الزَّوْجَۃُ وَالْبِنْتُ وَبِنْتُ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفَلَتْ وَالْاُخْتُ لِاَبٍ وَاُمٍّ وَالْاُخْتُ لِاَبٍ وَالْاُخْتُ لِاُمٍّ وَالْجَدَّۃُ الصَّحِیْحَۃُ وَھِیَ الَّتِیْ لَایَدْخُلُ فِیْ نِسْبَتِھَا اِلَی الْمَیِّتِ جَدٌّ فَاسِدٌ۔

ترجمہ:

جو حصے کتاب اللہ میں متعین ہیں وہ چھ ہیں۔ نصف (آدھا $\frac{1}{2}$) اور ربع (چوتھائی $\frac{1}{4}$) اور ثمن (آٹھواں $\frac{1}{8}$) اور ثلثان (دو تہائی $\frac{2}{3}$) اور ثلث (ایک تہائی $\frac{1}{3}$) اور سدس (چھٹا $\frac{1}{6}$) دوگنا اور آدھا ہونے کے طریقہ پر اور ان حصوں والے (مستحقین) بارہ افراد ہیں۔ چار مردوں میں سے، اور وہ یہ ہیں باپ، اور جدِ صحیح اور وہ دادا ہے، اگرچہ اوپر تک ہو (پردادا وغیرہ) اور اخیافی بھائی (ماں شریک بھائی) اور شوہر اور آٹھ عورتوں میں سے اور وہ یہ ہیں بیوی۔ اور لڑکی، اور پوتی، اگرچہ نیچے کی ہو (پڑپوتی وغیرہ) اور حقیقی بہن اور علاتی بہن (باپ شریک بہن) اور اخیافی بہن (ماں شریک بہن) اور ماں، اور جدہ صحیحہ (دادی نانی) اور جدہ صحیحہ وہ ہے کہ میت کی جانب اس کی نسبت کرنے میں جدِ فاسد داخل نہ ہو۔

ماقبل سے ربط | ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ ترکہ میں چار حق ترتیب وار وابستہ

ہوتے ہیں۔ حقوق ثلثہ (جن کی تفصیل گذر چکی) کی ادائیگی کے بعد اگر کچھ ترکہ باقی بچے تو چوتھا حق یہ ہے کہ وہ میّت کے ورثہ کے مابین تقسیم ہو۔ چونکہ ورثہ کی مختلف اقسام ہیں ان میں سب سے پہلا حق ذوی الفروض کا ہے، اس لیے اِس باب میں فروض (حِصّوں) اور ذوی الفروض یعنی اُن حِصّوں کے مستحقین کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

تشریح اَلْفُرُوْضُ الْمُقَدَّرَۃ تا الخ فروض جمع ہے فرض کی بمعنی حِصّہ۔ اِس سے مراد وہ حِصّے ہیں جو میت کے ترکہ سے ورثہ کیلئے قرآنِ کریم میں متعین ہیں جن کی تعداد کل چھ ہے ۱۔ نصف (½) ۲۔ ربع (¼) ۳۔ ثمن (⅛) ۴۔ ثلثان (⅔) ۵۔ ثلث (⅓) ۶۔ سدس (⅙) اِن چھ حِصّوں کے مستحق مختلف حالات میں کل بارہ افراد ہیں۔ چار مرد اور آٹھ عورتیں۔ جن کو اصحابُ الفرائض یا ذوی الفروض سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نصف کے مستحق پانچ افراد۔ شوہر ۱، لڑکی ۲، پوتی ۳، حقیقی بہن ۴، علاتی بہن ۵ ہیں۔ ربع کا استحقاق شوہر اور بیوی کو ہوتا ہے۔ ثمن، یہ صرف بیوی کو ملتا ہے۔ ثلثان، یہ لڑکی ۱، پوتی ۲، حقیقی بہن ۳، علاتی بہن کا حق ہے، جبکہ وہ دو ۲ یا دو ۲ سے زائد ہوں۔ ثلث یہ ماں اور اخیافی بھائی بہنوں کو ملتا ہے سدس یہ باپ ۱، ماں ۲، دادا ۳ (جدِ صحیح) دادی ۴، نانی (جدہ صحیحہ) اخیافی بہن ۵ بھائی، پوتی ۶ اور علاتی بہن کا حق ہے۔ تفصیل ہر ایک کے حالات کے تحت مذکور ہے۔

تضعیف وتنصیف کا مطلب تضعیف کا مطلب دوگنا ہونا اور تنصیف کا مطلب آدھا ہونا ہے۔ مصنف رحؒ کہتے ہیں کہ ان چھ حِصّوں کو مذکورہ ترتیب کے ساتھ بیان کرنے میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک جانب سے ان کو شمار کریں تو ایک دوسرے کا دوگنا اور دوسری جانب سے شمار کریں تو اس کا آدھا ہو جاتا ہے چنانچہ اولاً فروض ستہ دو قسم پر ہیں پہلی قسم میں نصف ربع اور ثمن داخل ہیں اور دوسری قسم میں ثلثان، ثلث اور سدس ہیں۔ ہر ایک قسم میں تین تین فروض داخل ہیں۔ تو مصنفؒ نے ان دونوں قسموں کے درمیان تضعیف وتنصیف

کا لحاظ کیا ہے مثلاً پہلی قسم میں ثمن کا دوگنا ربع اور ربع کا دوگنا نصف۔ اور دوسری قسم میں سدس کا دوگنا ثلث اور ثلث کا دوگنا ثلثان ہوتا ہے۔ نیز دوسری جانب سے پہلی قسم میں نصف کا آدھا ربع اور ربع کا آدھا ثمن۔ اور دوسری قسم میں ثلثان کا آدھا ثلث اور ثلث کا آدھا سُدس ہوتا ہے۔ لہٰذا مذکورہ فروض ستہ کے مابین اسی تعلق کو تضعیف وتنصیف سے بیان کیا گیا ہے۔

اَصْحَابُ هٰذِهِ السِّهَامِ:۔ اِن مذکورہ بالا حصّوں کے مستحق بارہ افراد ہیں جن کو مُصنّفؒ نے اولاً اجمال کے ساتھ اور پھر لف ونشر مرتب کے طور پر ہر ایک کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ مردوں کو مقدم کیا اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ کے پیشِ نظر اور مردوں میں باپ کو پہلے ذکر کیا چونکہ میت سے اس کی قرابت زیادہ قوی ہے بہ نسبت دادا کے نیز باپ دادا کے لیے حاجب بھی ہے۔ اس کے بعد دادا کو ذکر کیا چونکہ دادا باپ کی طرح اخ لام کے لیے حاجب ہے اسی وجہ سے اخ لام کو بعد میں بیان کیا گیا اور آخر میں شوہر کو لائے۔ چونکہ وہ ذوی الفروض سببی ہے اس وجہ سے اس کو مؤخر کیا گیا کما ہو ظاہر۔ عورتوں کے بیان کو مؤخر کیا اور ان میں بیوی کو مقدم کیا حالانکہ قیاس کا تقاضہ تھا کہ ام کو مقدم کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے عورت بیوی بنتی ہے اور پھر اولاد پیدا ہونے کے بعد ماں بنتی ہے، نیز مردوں کے بیان کو شوہر پر ختم کیا تو اس کے مناسب متصلاً بیوی کو ذکر کیا اس کے بعد بنت اور بنت الابن کو لائے چونکہ یہ شوہر اور بیوی کا ثمرہ اور ان کی اولاد ہے۔ پھر حقیقی بہن اور علاتی بہن، اور اخیافی بہن کو بیان کیا۔ چونکہ قرابت میں لڑکی اور پوتی بہنوں سے قوی ہیں، قوتِ قرابت کا لحاظ کرتے ہوئے اس ترتیب سے بیان کیا گیا اور ام کو اخوات سے مؤخر کیا۔ چونکہ اخوات ام کیلئے حجبِ نقصان کا سبب ہیں اور حاجب قوی ہوتا ہے بہ نسبت محجوب کے۔ اور ام کو جدّہ سے مقدم کیا اس کے اقرب الی المیت ہونے کی وجہ سے نیز ام جدہ کے لیے حاجب بھی ہے۔

اور اس کے بعد جدہ کو ذکر کیا، اس میں نکتہ یہ ہے کہ ابتداء کی باپ، دادا سے اور اختتام کیا ام اور جدہ پر کہ تمام ورثہ کے شروع اور آخر میں شفقت کرنے والے باپ، دادا اور ماں و دادی موجود ہیں۔

اَلْجَدُّ الصَّحِیْحُ :۔ جد صحیح سے مراد ابُ الاب ہے۔ اس میں ابُ ابِ الاب اور ابُ ابِ ابِ الاب وغیرہ سب داخل ہیں اور صحیح کی قید احترازی ہے جس سے جدِ فاسِد نکل گیا اس لیے کہ وہ ذوی الارحام میں سے ہے۔

جدِ صحیح کی تعریف جد صحیح وہ اصل مذکر بعید ہے کہ جب اس کی نسبت میّت کی جانب کریں تو درمیان میں ام (مؤنث) کا واسطہ نہ آئے۔ مثلاً ابُ الاب، ابُ ابِ الابُ وغیرہ۔

جدفاسِد کی تعریف جد فاسد وہ اصل مذکر بعید ہے کہ جب اس کی نسبت میت کی جانب کریں تو درمیان میں ام (مؤنث) کا واسطہ آجائے جیسے ابُ الام، ابُ ابِ الام، اب امِ الاب وغیرہ۔

نکتہ مصنف نے یہاں پر جد صحیح کی تعریف صراحۃً بیان نہیں کی بلکہ الجد الصحیح کی تفسیر اب الاب سے کی، اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اگر وہ ام کے واسطہ سے آئے تو جد صحیح نہ ہوگا۔ گویا مثال ہی سے تعریف کی طرف بھی اشارہ کر دیا۔

والاخ لام :۔ اخیافی بھائی (ماں شریک) اس میں ام کی قید احترازی ہے کہ علاتی اور حقیقی بھائی ذوی الفروض میں داخل نہیں، بلکہ وہ عصبات میں داخل ہیں۔ ان کا تفصیلی بیان بابُ العصبات میں آئے گا۔

وبنت الابن وان سفلت :۔ پوتی اگرچہ نیچے کی ہو وہ ذوی الفروض میں سے ہے۔ وان سفلت کی دو صورتیں ہیں ۱۔ بنت ابن الابن "پوتے کی لڑکی"۔ ۲۔ بنت بنت الابن "پوتی کی لڑکی"، یہاں پر مراد پہلی صورت ہے یعنی پوتے کی لڑکی جو مذکر کے واسطہ

سے آرہی ہے۔ اگرچہ اور نیچے کی ہو مگر شرط یہ ہے کہ تمام واسطے مذکر کے ہوں مثلاً بنت ابن ابن الابن وغیرہ۔ اور دوسری صورت پوتی کی لڑکی جو مؤنث کے واسطہ سے ہوگی وہ ذوی الارحام میں داخل ہے۔

قاعدہ دور کی وہ اولاد مراد ہوتی ہے جو مذکر کے واسطہ سے آئے۔ اور جو اولاد مؤنث کے واسطہ سے ہوگی وہ ذوی الفروض میں داخل نہ ہوگی بلکہ ذوی الارحام ہوگی۔

وَالْجَدَّةُ الصَّحِيحَةُ:۔ جدہ صحیحہ سے مراد دادی اور نانی ہے (ام الاب، ام الام) صحیحہ کی قید اس میں احترازی ہے، اس لیے کہ جدہ فاسدہ ذوی الارحام میں شامل ہے۔

جدہ صحیحہ کی تعریف وہ اصل مؤنث بعیدہ ہے کہ جب اس کی نسبت میت کی جانب کریں تو درمیان میں جد فاسد نہ آئے جیسے ام الام ام الاب، ام اب الاب وغیرہ۔ جد صحیحہ کے تحقق کی دو صورتیں ہیں: ۱۔ یا تو درمیان میں کسی قسم کا جد ہی نہ آئے جیسے ام الام، ام ام الام وان علت۔ ۲۔ یا درمیان میں جد تو آئے مگر جد صحیح ہو فاسد نہ ہو جیسے ام اب الاب، وان علت۔

جدہ صحیحہ بیک وقت متعدد بھی ہو سکتی ہیں۔ ایک باپ کی جانب سے دوسری ماں کی جانب سے، جن کو ابویات اور امویات سے تعبیر کیا جاتا ہے نیز بعض قریبہ اور بعض بعیدہ بھی ہو سکتی ہیں۔

جَدّہ فاسِدہ کی تعریف جدہ فاسدہ وہ اصل مؤنث بعیدہ ہے کہ اسکی نسبت میت کی جانب کرنے میں جد فاسد آجائے جیسے اُم اب الام، اُم ام ابِ الاُم، وان علت۔

أَمَّا الْأَبُ فَلَهُ أَحْوَالٌ ثَلَاثٌ اَلْفَرْضُ الْمُطْلَقُ وَهُوَ السُّدُسُ وَذٰلِكَ مَعَ الْاِبْنِ أَوِابْنِ الْاِبْنِ وَإِنْ سَفَلَ وَالْفَرْضُ وَالتَّعْصِيبُ مَعًا وَذٰلِكَ مَعَ الْاِبْنَةِ أَوِابْنَةِ الْاِبْنِ

وَاِنْ سَفَلَتْ وَالتَّعْصِيْبُ الْمَحْضُ وَذٰلِكَ عِنْدَ عَدَمِ الْوَلَدِ وَوَلَدِ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفَلَ وَالْجَدُّ الصَّحِيْحُ كَالْاَبِ اِلَّا فِیْ اَرْبَعِ مَسَائِلَ وَسَنَذْكُرُهَا فِیْ مَوَاضِعِهَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَيَسْقُطُ الْجَدُّ بِالْاَبِ لِاَنَّ الْاَبَ اَصْلٌ فِیْ قَرَابَةِ الْجَدِّ اِلَی الْمَيِّتِ. وَالْجَدُّ الصَّحِيْحُ هُوَ الَّذِیْ لَا تَدْخُلُ فِیْ نِسْبَتِهٖ اِلَی الْمَيِّتِ اُمٌّ۔

ترجمہ:

بہر حال باپ پس اس کی تین حالتیں ہیں۔ فرضِ مطلق اور وہ سدس (چھٹا حصہ) ہے اور یہ (اس وقت ہے جب کہ باپ) بیٹے یا پوتے کے ساتھ ہو اگرچہ وہ (پوتا) اور نیچے کا ہو۔ اور فرض و تعصیب کا ایک ساتھ ہونا ہے اور یہ بیٹی اور پوتی کے ساتھ ہے اگرچہ وہ (پوتی) نیچے کی ہو اور محض عصبہ ہونا ہے، اور یہ (میت کی) اولاد اور (اس کے) بیٹے کی اولاد نہ ہونے کے وقت ہے، اگرچہ (اس سے بھی) نیچے کی ہو۔ اور دادا (اپنے حالات میں) مانند باپ کے ہے مگر چار مسئلوں میں جن کو ہم ان کی جگہوں پر عنقریب ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور محروم ہو جاتا ہے دادا باپ کی موجودگی میں، اس لیے کہ باپ اصل ہے دادا کا رشتہ میت کے ساتھ جوڑنے میں۔ اور جد صحیح وہ ہے کہ جس کی نسبت میت کی جانب کرنے میں ام داخل نہ ہو۔

مصنفؒ لف ونشر مرتب کے طور پر ذوی الفروض کے تفصیلی حالات بیان فرماتے ہیں۔ اجمال میں باپ کو مقدم کیا گیا تھا تو تفصیل میں سب سے پہلے باپ کے حالات ذکر کرتے ہیں۔

اب کے حالات

باپ کی تین حالتیں ہیں اور تینوں مال لینے کی ہیں باپ ان ورثہ میں سے ہے جن پر حجب حرمان واقع نہیں ہوتا جب بھی

باپ کا تحقق ہوگا اس کو ضرور کچھ نہ کچھ ترکہ ملے گا۔ کبھی محض ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے صرف چھٹا ۱/۶ حصہ ملے گا جب کہ مذکر اولاد موجود ہو خواہ وہ اولاد قریب کی ہو یا بعید کی، کثیر ہو یا قلیل مثلاً

اب	ابن
سدس محض	عصبہ

باپ کو اس صورت میں محض چھٹا حصہ ملے گا اور کبھی ذوی الفروض اور عصبہ دونوں جہتوں سے باپ کو ترکہ ملتا ہے جب کہ محض مؤنث اولاد موجود ہو مثلاً

اب	بنت
سدس مع التعصیب	نصف

اس مثال میں باپ کو اولاً چھٹا حصہ ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے اور باقی عصبہ ہونیکی حیثیت سے ملے گا۔ اور کبھی محض عصبہ ہونے کی وجہ سے جبکہ کسی قسم کی اولاد خواہ مذکر ہو یا مؤنث قریب کی ہو یا بعید کی، قلیل ہو یا کثیر۔ موجود نہ ہو اگر دیگر ذوی الفروض کے ساتھ اختلاط کر کے آئے تو ان کا ما بقی ملتا ہے مثلاً

زوج	اب
نصف	عصبۂ محض

شوہر کا حصہ ادا کرنے کے بعد باقی تمام عصبۂ محض ہونے کی وجہ سے باپ کو ملے گا۔ اور تنہا ہونیکی صورت میں کل ترکہ کا استحقاق باپ کو ہوگا عصبۂ محض ہونے کی حیثیت سے۔

مثلاً

اب	عم
عصبۂ محض	عطیہ

اس صورت میں تمام ترکہ باپ کو ملے گا۔

سوال:۔ باپ کے تین ہی حالات کیوں؟ اس سے زائد یا کم کیوں نہیں۔

جواب:۔ مسائلِ میراث چونکہ نقل پر موقوف ہیں اور قرآن پاک سے تین حالات ثابت ہیں۔ اس لیے تین حال ہیں۔ لیکن ہم ان کو عقلاً بھی تین حال میں منحصر کریں گے سنیے۔

دلیلِ حصر | میت نے اپنے باپ کو تو چھوڑا ہی ہے، اب دیکھیں گے کہ اس نے

کسی قسم کی اولاد (مذکر ہو یا مؤنث، قریب کی ہو یا بعید کی، قلیل ہو یا کثیر) چھوڑی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں چھوڑی تو باپ عصبۂ محض ہوگا۔ اور اگر اولاد کا تحقق ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اولاد محض مؤنث ہوگی یا نہیں۔ اگر محض مؤنث ہے تو باپ کی حالت سدس مع التعصیب ہوگی۔ اور اگر محض مؤنث نہیں تو پھر دو صورتیں ہیں یا تو اولاد محض مذکر ہوگی یا مذکر و مؤنث ہوگی، ان دونوں صورتوں میں محض ذوی الفروض ہونے کی حیثیت پائی جائے گی اور صرف سدس کا استحقاق ہوگا۔

جد کے حالات

جد صحیح کی کل چار حالتیں ہیں۔ ۱۔ سدس محض۔ ۲۔ سدس مع التعصیب ۳۔ عصبۂ محض ۴۔ محروم ہونا۔ باپ کی موجودگی میں دادا محروم ہو جاتا ہے، باقی تین میں وہی تفصیل ہے جو باپ کے حالات میں گذر چکی۔

دلیلِ حصر

جب میت نے اپنے دادا کو چھوڑا تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وارثین میں اصل مذکر قریب (باپ) موجود ہوگا یا نہیں۔ اگر موجود ہے تو دادا محروم ہوگا، اگر باپ نہیں ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اولاد (مذکراً کان او مونثاً قریباً کان او بعیداً قلیلاً کان او کثیراً) میں سے کوئی موجود ہوگا یا نہیں، اگر نہیں تو دادا عصبۂ محض ہوگا، اور اگر اولاد موجود ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو محض مؤنث اولاد ہوگی یا نہیں۔ اگر اولاد محض مؤنث ہے تو دادا کا حصّہ سدس مع التعصیب ہوگا اور اگر اولاد محض مؤنث نہیں تو پھر محض مذکر یا مذکر و مؤنث دونوں طرح کی اولاد ہوگی۔ اس صورت میں دادا کو سدس محض ملے گا۔

الجد الصّحیح کالاب :۔ جد صحیح باپ کی عدم موجودگی میں باپ کا حکم رکھتا ہے یعنی جو حالات باپ کے جس صورت میں بیان کیے گئے وہی حالات دادا کے بھی ہیں گویا دادا باپ کے نہ ہونے کی صورت میں اس کی جگہ لے لیتا ہے جیسا کہ دلیلِ حصر سے بھی ظاہر ہے۔ مگر چار مسائل ایسے ہیں جن میں دادا، باپ کے مثل نہیں ہے۔ مختصراً یہاں پر ان کو

ذکر کیا جاتا ہے۔

مسائل اربعہ

مسئلہ ۱: باپ کی موجودگی میں ام الاب (دادی) محروم ہو جاتی ہے۔

مثلاً

اب	ام الاب
عصبۂ محض	محروم

اور دادا کی موجودگی میں محروم نہیں ہوتی بلکہ مستحق ہوتی ہے مثلاً

اب الاب	ام الاب
عصبۂ محض	سدس

مسئلہ ۲: اگر ماں اور باپ کا اختلاط زوجین میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو تو ماں کو ثلث مابقی ملتا ہے۔ مثلاً

زوج	اب	ام
نصف	عصبہ محض	ثلث مابقی

اور اگر باپ کی جگہ دادا موجود ہو تو ام کو کل مال کا ثلث ملے گا مثلاً

زوج	اب الاب	ام
نصف	عصبۂ محض	ثلث کل

یہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے، یہاں پر باپ، ام کیلئے تو حجبِ نقصان کا سبب ہے اور دادا حجبِ نقصان کا سبب نہیں ہے۔

مسئلہ ۳: باپ کی وجہ سے حقیقی اور علاتی بھائی بہنوں کا محروم ہونا متفق علیہ ہے۔ مثلاً

اب	اخ	اخت
عصبۂ محض	محروم	محروم

مگر دادا کی موجودگی میں بھائی بہنوں کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک محروم ہو جاتے ہیں مثلاً

اب الاب	اخ	اخت
عصبۂ محض	محروم	محروم

اور صاحبینؒ کے نزدیک بھائی بہن دادا کی موجودگی میں مال کے مستحق ہوتے ہیں۔ مگر یہ مفتیٰ بہ نہیں ہے۔ امام صاحبؒ کا مذہب مفتیٰ بہ ہے۔ (اسکی پوری تفصیل مقاسمۃ الجد میں آرہی ہے)

مسئلہ: اب المعتِق (بالکسر) ابن المعتِق کی موجودگی میں سدس (۱/۶) ولاء کا مستحق ہوتا ہے

مثلاً

ابن المعتق	اب المعتق
عصبہ	سدس

اور ابن المعتق کی موجودگی میں اب اب المعتق محروم ہوگا مثلاً

ابن المعتق	اب اب المعتق
عصبہ	محروم

یہ تفصیل امام ابو یوسفؒ کے مذہب کے مطابق ہے ورنہ تو مفتیٰ بہ قول کی بناء پر دونوں مسئلوں میں کل ولاء کا استحقاق ابن المعتق کو ہوگا۔ اب المعتق اور اب اب المعتق دونوں محروم ہوں گے یہ چار مسائل ہیں جہاں پر دادا باپ کے مثل نہیں ہے۔

وَیَسقُطُ الجَدُّ:۔ یہاں سے جد کے محروم ہونے کا قاعدہ بیان فرما رہے ہیں کہ جد کی قرابت الی المیت میں اصل واسطہ باپ ہے، جب اصل اور واسطہ موجود ہوگا تو فرع اور ذو واسطہ محروم ہوگا۔ مصنفؒ نے اس سے ایک اہم قاعدہ و قانون کی طرف نشاندہی فرمادی، جو آگے بھی بہت سی جگہوں پر کام آنے والا ہے۔ اس لیے اس قاعدہ کو سنو!

ایک اہم قاعدہ

واسطہ، ذی واسطہ کے حجب حرمان کا سبب اس وقت ہوگا جبکہ واسطہ میں من جہۃ واحدۃ کل مال لینے کی صلاحیت موجود ہو یا واسطہ اور ذی واسطہ دونوں ایک نہج سے وراثت کے مستحق ہوں۔ مثلاً اب، اب الاب میں واسطہ ہے اور اب میں کل مال لینے کی صلاحیت موجود ہے عصبہ محض ہونے کی حیثیت سے۔ اور اب و اب الاب دونوں کے مستحق ہونے کا نہج بھی ایک (ابوت) ہے، اس لیے اب کی موجودگی میں اب الاب محروم ہوگا۔

لہٰذا اولادِ ام کا ام (جو کہ واسطہ ہے) کی موجودگی میں محروم نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ ام میں من جہۃ واحدۃ کل مال لینے کی صلاحیت موجود نہیں نیز دونوں کے وارث ہونے کا نہج بھی ایک نہیں۔

دلائل احوالِ اب وجد باپ کو سدس محض ملنے کی دلیل قرآنِ پاک کی آیت ہے۔ وَلِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ الآیۃ [۱] ولد کا اطلاق مذکر و مؤنث دونوں پر ہوتا ہے، اس لیے مطلق اولاد خواہ مذکر ہو یا مؤنث کی موجودگی میں باپ کا حصہ سدس (۱/۶) ہے۔ البتہ محض مؤنث اولاد کی موجودگی میں سدس کے بعد عصبہ ہونے کی وجہ سے بھی اس کو مال ملے گا اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیثِ پاک میں ہے الحقوا الفرائض باهلها فما بقی فهو لاولی رجل ذکر [۲] ذوی الفروض کے مابقی کا استحقاق اولیٰ رجل مذکر کو ہوگا، اور محض مؤنث اولاد کے ساتھ اولیٰ رجل باپ ہے اس لیے مابقی بھی باپ کو دیدیا جائے گا، برخلاف مذکر اولاد کی موجودگی کے کہ یہاں پر ابن اولیٰ رجل ہے۔ چونکہ عصوبت میں شریعت نے ابن کو اولیٰ رجل قرار دیا ہے۔ یعنی حکم کے اعتبار سے ابن کو اب سے اقرب قرار دیا ہے، اس لیے اس صورت میں مابقی ابن کو دیا جائے گا۔ اور عصبہ محض ہونے کی دلیل قرآنِ کریم کی آیت فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ [۳] الآیۃ ہے۔ ماں کو ثلث حصہ دینے کے بعد باقی عصبہ محض ہونے کی حیثیت سے باپ کو ملے گا جب کہ کسی قسم کی اولاد نہ ہو اس لیے کہ آیت میں ماں اور باپ کے وارث ہونے کا بیان ہے اور ماں کا حصہ ثلث (۱/۳) بیان فرمایا گیا ہے اور باپ کا حصہ متعین نہیں کیا۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ بقیہ تمام باپ کو دیا جائے گا عصبہ محض ہونیکی حیثیت سے۔

احوالِ جد کے بھی یہی دلائل ہیں، چونکہ جد مثل اب ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا کو بے شمار واسطے گذر جانے کے باوجود) ابوین کہا ہے فرمایا

---

[۱] سورۂ نساء پ۴ [۲] مشکوٰۃ شریف ص۲۶۳ [۳] سورۃ نساء پ۴

كَمَآ أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ الآيۃ [1] نیز حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ. وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَاءِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ الآیۃ [2] میں اب الاب کو بھی اب قرار دیا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ دادا کتنی ہی پشتوں سے آئے وہ اب ہی شمار ہوگا۔ اور دادا کا باپ کی موجودگی میں محروم ہونا اس وجہ سے ہے کہ وراثت کا مدار اقرب فالاقرب پر ہے۔ ظاہر ہے کہ باپ، دادا کے مقابلہ میں اقرب ہے۔ اس لیے باپ کی موجودگی میں دادا محروم ہوگا۔

وَأَمَّا لِأَوْلَادِ الْأُمِّ فَأَحْوَالٌ ثَلٰثٌ اَلسُّدُسُ لِلْوَاحِدِ وَالثُّلُثُ لِلِاثْنَيْنِ فَصَاعِدًا ذُكُورُهُمْ وَإِنَاثُهُمْ فِي الْقِسْمَةِ وَالْاِسْتِحْقَاقِ سَوَاءٌ وَيَسْقُطُونَ بِالْوَلَدِ وَوَلَدِ الْاِبْنِ وَإِنْ سَفَلَ وَبِالْأَبِ وَالْجَدِّ بِالْاِتِّفَاقِ وَأَمَّا لِلزَّوْجِ فَحَالَتَانِ اَلنِّصْفُ عِنْدَ عَدَمِ الْوَلَدِ وَوَلَدِ الْاِبْنِ وَإِنْ سَفَلَ وَالرُّبُعُ مَعَ الْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الْاِبْنِ وَإِنْ سَفَلَ۔

ترجمہ:

اور بہرحال اولاد ام (ماں شریک بھائی بہن) کی تین حالتیں ہیں۔ ایک کو چھٹا (۱/۶) حصہ اور دو یا اس سے زائد کے لیے تہائی ۱/۳ حصہ ان کے مذکر و مؤنث تقسیم اور استحقاق میں برابر ہیں اور وہ محروم ہو جاتے ہیں اولاد اور بیٹے کی اولاد سے اگرچہ نیچے کی (اولاد) ہو اور باپ سے اور دادا سے بالاتفاق۔ اور بہرحال شوہر پس اس کی دو حالتیں ہیں نصف (۱/۲) اولاد اور بیٹے کی اولاد کے نہ ہونے کے وقت اگرچہ اولاد نیچے کی ہو اور ربع (۱/۴) ملے گا اولاد یا بیٹے کی اولاد کے ساتھ اگرچہ وہ (اولاد) نیچے کی ہو۔

---

[1] سورۂ اعراف پ ۸ [2] سورۂ یوسف پ ۱۲

تشریح وَاَمَّا لِاَولادِ الاُمّ۔ مصنفؒ نے اخیافی بھائی (ماں شریک) کے حالات بیان کرنے کے لیے ایسا عنوان قائم کیا جو اخیافی بہن کو بھی شامل ہے اسلیے کہ ولد کا اطلاق مذکر و مؤنث دونوں پر ہوتا ہے لہٰذا "واما الاخوۃ لام" کہنا چاہیے تھا مگر مقصود بھائی کے ساتھ اخیافی بہنوں کے حالات بھی یہیں پر بیان کرنا ہے اس لیے یہ عنوان قائم کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ جو حالات اخوہ لام کے ہیں بعینہ وہی حالات اخوات لام کے بھی ہیں اور مذکر و مؤنث کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق بھی نہیں ہے۔۔۔۔۔ اگر "فصل فی النساء" کے تحت بھی اس کے مستقل حالات بیان کیے جاتے تو اسی عبارت کا تکرار لازم آتا، اور متن میں اختصار مطلوب ہوتا ہے۔ بنا بریں اولادِ ام کے تحت مذکر و مؤنث دونوں کے حالات بیان کر دیئے۔ اس لیے "فصل فی النساء" میں اخوات لام کے حالات بیان نہیں کیے گئے ہیں۔

اولادِ ام کے حالات اخیافی بھائی بہنوں کی تین حالتیں ہیں ۱۔ استحقاق سدس ۲۔ استحقاق ثلث ۳۔ محروم ہونا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر میت کے فروع مطلق یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ میں سے اور اصول مذکر یعنی باپ، دادا، پردادا وغیرہ میں سے کوئی موجود نہ ہو تو ایک اخیافی بھائی، یا ایک اخیافی بہن کو چھٹا حصہ ملے گا۔ مثلاً

اخ لام	عم
سدس	عصبہ

مثال میں اخ لام کو سدس ملے گا اس لیے کہ وہ تنہا ہے اور کوئی حاجب نہیں۔ اور اگر ایک سے زائد ہوں تو ان کو ثلث (تہائی حصہ) ملے گا، خواہ وہ سب مذکر ہوں یا سب مؤنث یا بعض مذکر اور بعض مؤنث۔ اس کی ایک مثال یہ ہے۔

اخ لام	اخت لام	عم
ثلث		عصبہ

اس صورت میں اخ لام و اخت لام کو ثلث ملے گا چونکہ کوئی حاجب نہیں اور ایک سے زائد

ہیں، اور یہ تہائی حصہ مذکر و مؤنث دونوں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ اور اگر مذکورہ دونوں خاندان (فروع مطلق، اصولِ مذکر) میں سے کوئی موجود ہوگا تو اولادِ ام محروم ہوگی۔

مثلاً

اب	اخ لام
عصبہ محض	محروم

باپ چونکہ اصولِ مذکر میں سے ہے اس کی وجہ سے اخ لام محروم ہوگا۔

دلیل حصر جب مرنے والا مر یا مرنے والی مری تو اس نے اپنے اخیافی بھائی یا بہن کو تو چھوڑا ہی ہے، اب دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کے ورثہ میں دو خاندان، فروع مطلق (مذکر ہوں یا مؤنث، قریب کے ہوں یا بعید کے، قلیل ہوں یا کثیر) اور اصولِ مذکر (قریب کا ہو یا بعید کا) میں سے کوئی موجود ہے یا نہیں، اگر ہے تو اخیافی بھائی بہن محروم ہوں گے، اور اگر ان میں سے کوئی نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ متعدد ہوں گے یا غیر متعدد، اگر متعدد ہوں تو ثلث (⅓) اور غیر متعدد ہوں تو سدس (⅙) ملے گا۔

قسمۃ و استحقاق کا مطلب متعدد اخیافی بھائی بہنوں کے درمیان ثلث (⅓) ترکہ تقسیم کرنے میں مذکر و مؤنث کے درمیان لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کا قاعدہ جاری نہ ہوگا، بلکہ مذکر و مؤنث سب میں برابر تقسیم کریں گے، اس لیے کہ قرآنِ پاک کی آیت "فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ الآیۃ" مساوات پر دلالت کرتی ہے، اور استحقاق کے لحاظ سے بھی ایک اخیافی بھائی کو سدس ملے گا، تو اخیافی بہن کو بھی ایک ہونے کی صورت میں سدس کا ہی استحقاق ہوگا۔ اس کی دلیل قرآن پاک کی آیت وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ الآیۃ ہے۔

قسمۃ و استحقاق دونوں لفظ لانے کی وجہ قسمۃ کا لفظ تو تعدد کا تقاضہ

کرتا ہے، برخلاف استحقاق کے کہ وہ تعدد کا مقتضی نہیں۔ متعدد اور غیر متعدد کا حکم بتانے کے لیے مصنفؒ نے دونوں لفظ ذکر فرما دیئے ایک پر اکتفاء نہیں کیا۔

بالاتفاق کی قید کا فائدہ

بالاتفاق کی قید جد کے ساتھ ہے۔ اس سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ فروع مطلق اور باپ کی موجودگی میں اولادِ ام کا محروم ہونا مختلف فیہ ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ متفق علیہ ہے، لہٰذا جد کے ساتھ بالاتفاق کی قید اس وجہ سے ہے کہ جد کی موجودگی میں حقیقی اور علاتی بھائی، بہنوں کا محروم ہونا مختلف فیہ ہے (امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک محروم اور صاحبینؒ کے نزدیک مستحق۔ کما سیاتی تفصیلہ فی مقاسمۃ الجد) مگر دادا کی وجہ سے اخیافی بھائی، بہنوں کا محروم ہونا متفق علیہ ہے، اس لیے یہاں پر یہ قید لگائی گئی ہے۔

دلائلِ احوالِ اولادِ ام

سدس کے مستحق ہونے کی دلیل قرآنِ پاک کی آیت ہے وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهٗ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ۔ الآیۃ۔ اس لیے کہ آیت میں کلالہ کی وراثت کا حکم ہے اور کلالہ کی تفسیر "من لیس لہ ولد ولا والد" سے کی گئی ہے کہ جس کا ولد اور والد نہ ہو۔ ولد میں فروع مطلق اور والد میں اصولِ مذکر داخل ہیں اور آیت میں اخ اور اخت کا مصداق اخیافی بھائی بہن ہیں، اس لیے کہ سید القراء حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ولہ اخ او اخت کے بعد "من الام" واقع ہے۔ نیز سورۃ کے آخر میں اخوہ واخوات (حقیقی وعلاتی بہنوں) کے حصے بیان کر دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا اس پر اجماع ہے کہ یہاں پر اخیافی بھائی، بہن ہی مراد ہیں۔ نیز یہی آیت اولادِ ام کے محروم ہونے کی بھی دلیل ہے اس لیے کہ اگر مورث کلالہ نہیں ہے بلکہ اس کا والد یا ولد میں سے کوئی موجود ہے تو پھر بمقتضا نص اولادِ ام محروم ہوگی۔ اور ثلث کے مستحق ہونے کی دلیل آیت شریفہ ہے "فَإِنْ كَانُوْا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ

فِی الثُّلُثِ الآیۃ اگر وہ ایک سے زائد ہوں تو ثلث میں برابر کے شریک ہوں گے۔

زوج کے حالات

شوہران ذوی الفروض میں سے ہے جن پر حجب حرمان واقع نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس کی دو حالتیں ہیں اور دونوں مال لینے کی ہیں ۱۔ نصف ۲۔ ربع۔ اگر مرنے والی کی اپنی اولاد بیٹا بیٹی خواہ اسی شوہر سے ہو یا دوسرے کے نطفہ سے، نیز پوتا پوتی وغیرہ میں سے کوئی موجود نہ ہو تو شوہر نصف (۱/۲) ترکہ کا مستحق ہے۔ مثلاً

زوج	اخ
نصف	عصبہ

اس مثال میں اولاد نہ ہونے کی وجہ سے شوہر کو نصف ملے گا اور اخ عصبہ ہوگا اور اگر مرنے والی کی مذکورہ اولاد میں سے کوئی موجود ہو تو شوہر کو ربع (۱/۴) ترکہ کا استحقاق ہوگا مثلاً

زوج	ابن
ربع	عصبہ

اس مثال میں شوہر کو لڑکے کی وجہ سے ربع ملے گا اور لڑکا عصبہ ہوگا۔

دلیل حصر

جب مرنے والی مری اور اس نے اپنے شوہر کو چھوڑا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کی فروع مطلق (خواہ مذکر ہو یا مؤنث قریب کی ہو یا بعید کی، قلیل ہو یا کثیر، اسی شوہر سے ہو یا دوسرے شوہر سے) میں سے کسی کا تحقق ہے یا نہیں! اگر نہیں ہے تو شوہر کو نصف (۱/۲) ترکہ ملے گا۔ اور اگر مذکورہ اولاد میں سے کسی کا بھی تحقق ہے تو اس کو ربع (۱/۴) ملے گا۔

دلائل احوال زوج

قرآن کریم میں شوہر کے حالات صراحۃً بیان کیے گئے ہیں۔ فرمایا وَلَکُمْ نِصْفُ مَا تَرَکَ اَزْوَاجُکُمْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ الآیۃ یہ استحقاق نصف کی دلیل ہے۔ اور فَاِنْ کَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَکُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکْنَ الآیۃ یہ ربع کے مستحق ہونے کی دلیل ہے۔

فَصْلٌ فِی النِّسَاءِ

اَمَّا لِلزَّوْجَاتِ فَحَالَتَانِ الرُّبُعُ لِلْوَاحِدَةِ فَصَاعِدَةً عِنْدَ عَدَمِ الْوَلَدِ وَوَلَدِ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفَلَ وَالثُّمُنُ مَعَ الْوَلَدِ اَوْوَلَدِ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفَلَ وَاَمَّا لِبَنَاتِ الصُّلْبِ فَاَحْوَالٌ ثَلٰثٌ النِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ وَالثُّلُثَانِ لِلْاِثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً وَمَعَ الْاِبْنِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ وَهُوَ يُعَصِّبُهُنَّ

ترجمہ:

بہر حال بیویوں کی پس دو حالتیں ہیں۔ ایک یا زیادہ کے لیے ربع (¼) اولاد اور بیٹے کی اولاد نہ ہونے کے وقت اگرچہ اولاد نیچے کی ہو اور ثمن (⅛) اولاد یا بیٹے کی اولاد کے ساتھ اگرچہ نیچے کی ہو۔ اور بہر حال حقیقی لڑکیوں کی پس تین حالتیں ہیں نصف (½) ایک کیلئے اور ثلثان (⅔) دو اور اس سے زائد کے لیے اور بیٹے کے ساتھ للذکر مثل حظ الانثیین کے طریقہ پر۔ (ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے حصّہ کی بقدر) اور وہ لڑکا ان لڑکیوں کو عصبہ بنا دے گا۔

زوجات کے حالات بیوی ایک ہو یا ایک سے زائد چار تک ان پر حجب حرمان واقع نہیں ہوتا اس کی دو حالتیں ہیں اور دونوں مال لینے کی ہیں ۱ ربع ۲ ثمن۔ اگر مرنے والے کی اولاد لڑکا، لڑکی خواہ دوسری بیوی کے بطن سے ہو۔ اسی طرح پوتا، پوتی، پڑپوتا وغیرہ میں سے کوئی موجود ہو تو بیوی (ایک ہو یا اس سے زائد چار تک) ربع (¼) کی مستحق ہوگی۔ ایک سے زائد ہوں تو ربع ان سب میں برابر تقسیم ہوگا۔

مثلاً

زوجہ	زوجہ	اخ
ربع		عصبہ

دونوں بیویوں کا حصہ ربع ہوگا لعدم الاولاد۔ اور بھائی عصبہ ہوگا، اور شوہر کی مذکورہ اولاد میں سے کسی ایک کا بھی تحقق ہوگا تو بیوی کو ثمن (⅛) حصہ ملے گا۔ یہاں پر بھی اگر زیادہ ہوں تو ثمن ان سب میں برابر تقسیم ہوگا۔ مثلاً

زوجہ	ابن
ثمن	عصبہ

اس صورت میں زوجہ کو ثمن ملے گا (لوجود الابن) اور ابن عصبہ ہوگا۔

دلیلِ حصر جب مرنے والا مرا اور اس نے اپنی بیوی کو چھوڑا تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس کی اولاد (خواہ مذکر ہو یا مؤنث، قریب کی ہو یا بعید کی، قلیل ہو یا کثیر، اسی بیوی سے ہو یا دوسری بیوی سے) میں سے کوئی موجود ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو بیوی کو ربع (¼) ملے گا، اور اگر ان میں سے کوئی موجود ہے تو ثمن ملے گا۔

فائدہ شریعت نے زوج اور زوجہ کے حصوں میں "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ" کے قاعدہ کا لحاظ کیا ہے یعنی عدمِ اولاد کی موجودگی میں بیوی (جو کہ مؤنث ہے) کا حصہ ربع ہے تو شوہر (جو کہ مذکر ہے) کا حصہ اس سے دوگنا نصف (½) ہے اور وجودِ اولاد کی صورت میں بیوی کا ثمن ہے تو شوہر کے لیے اس کا دوگنا، ربع (¼) ہے۔

دلائلِ احوالِ زوجہ قرآن پاک کی آیت وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ الآیۃ زوجات کیلئے ربع کے استحقاق کی دلیل ہے۔ اور فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ الآیۃ استحقاقِ ثمن کی دلیل ہے۔

بنات الصُّلب کے حالات لڑکیوں کے تین حال ہیں ۱۔ نصف (½) ۲۔ ثلثان (⅔)

۳۔ عصبہ بالغیر۔ لڑکیاں بھی ان ورثہ میں سے ہیں جو کبھی محروم نہیں ہوتیں۔ اگر میت کا لڑکا نہ ہو اور صرف ایک لڑکی ہو تو وہ نصف (½) ترکہ کی مستحق ہوگی مثلاً

بنت	اخ
نصف	عصبہ

اس صورت میں لڑکی کو نصف حصہ ملے گا (لعدم الابن ولکونہا واحدۃ) اور بھائی عصبہ ہوگا اور اگر دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو ان کو ثلثان (⅔) حصہ ملے گا۔ مثلاً

بنت	بنت	عم
ثلثان		عصبہ

دونوں لڑکیاں ثلثان کی مستحق ہوں گی اس لیے کہ ان کے ساتھ لڑکا نہیں ہے اور وہ دو ہیں اور چچا عصبہ ہوگا اور اگر لڑکا بھی موجود ہو خواہ ایک یا ایک سے زائد تو لڑکیاں عصبہ بالغیر ہوں گی اور لڑکی کو لڑکے کے مقابلہ میں آدھا حصہ ملے گا للذکر مثل حظ الانثیین کے قانون کے مطابق یعنی لڑکے کو دو لڑکیوں کا حصہ ملے گا۔ مثلاً

مسئلہ ۳

ابن	بنت
عصبہ	عصبہ بالغیر
۲	۱

اس صورت میں لڑکے کو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ عصبہ بالغیر ہونے کی حیثیت سے ملے گا

فائدہ صلب کے معنی ریڑھ کی ہڈی کے آتے ہیں جس سے منی کا خروج ہوتا ہے، اسی وجہ سے اس کا اطلاق منی پر بھی ہوتا ہے اور یہاں پر بنات الصلب سے میت کی بغیر واسطہ کی مؤنث اولاد مراد ہے۔ صلب کی قید سے بنات الابن کو خارج کر دیا ہے۔

دلیل حصر جب مرنے والا مر گیا یا مرنے والی مری تو اس نے اپنی لڑکیوں کو تو چھوڑا ہی ہے، اب دو حال سے خالی نہیں یا تو ان کے ساتھ لڑکا بھی ہوگا یا نہیں، اگر لڑکا ہے تو لڑکی عصبہ بالغیر کا لقب پا کر للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر

لڑکے سے آدھے حصّہ کی مستحق ہوگی۔ اور اگر لڑکا نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ متعدد ہوں گی یا غیر متعدد۔ اول صورت میں ثلثان اور ثانی میں نصف کی مستحق ہوں گی۔

دلائلِ احوالِ بنات

استحقاقِ نصف کی دلیل، قرآنِ پاک کی آیت اِنْ کَانَتْ وَاحِدَۃً فَلَھَا النِّصْفُ الآیۃ ہے اور ثلثان کی دلیل یہ ہے فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَھُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ[1] الآیۃ اور عصبہ ہونے کی دلیل یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ[2] الآیۃ ہے۔

جمہور اور ابن عباسؓ کا اختلاف

حضراتِ جمہورؒ کے نزدیک مفتیٰ بہ قول کی بناء پر دو لڑکیوں کا حکم بھی ان کو ثلثان (⅔) ترکہ ملنا ہے، برخلاف حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کے کہ وہ مثل ایک لڑکی کے دو لڑکیوں کو بھی نصف (½) ترکہ دینے کے قائل ہیں۔ جب دو سے زائد ہوں گی تب ان کو عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک ثلثان دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی دلیل

قرآنِ پاک کی آیت "فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَھُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ الآیۃ ہی ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ آیت میں لفظ "نِسَآء" جمع کا صیغہ ہے اور جمع کا اطلاق اگرچہ مافوق الواحد پر بھی ہوتا ہے مگر جمع حقیقی مافوق الاثنین ہے آیت شریفہ میں "فوق اثنتین" نے اس احتمال کو دور کر دیا کہ یہاں پر مافوق الواحد مراد نہیں بلکہ مافوق الاثنین یعنی جمع حقیقی مراد ہے، اس لیے تین لڑکیاں یا اس سے زائد ہوں گی تو ان کو ثلثان دیا جائے گا۔ اس کی مزید تاکید "فَلَھُنَّ" سے ہوتی ہے کہ

---

[1] و [2] سورۂ نساء پ ۴

اس میں جمع کی ضمیر ذکر کی گئی ہے جس سے مافوق الاثنین مراد ہے۔ لہٰذا یہ حکم (ثلثان) مشروط ہے فوق الاثنین کی شرط کے ساتھ اور یہ شرط دو لڑکیوں میں مفقود ہے، تو دو لڑکیوں کو ثلثان نہیں دیا جائے گا۔ اذا فات الشرط فات المشروط۔ جب دو لڑکیوں کا حکم یہاں پر مذکور نہیں، اور یہ بات متفقہ ہے کہ لڑکیوں کا حصہ یا تو نصف متعین ہے یا ثلثان، اور ثلثان اس کو نہیں دیا جا سکتا شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے تو لامحالہ ایک لڑکی کی طرح دو لڑکیوں کو بھی نصف ہی دینا متعین ہوگا۔

حضرات جمہور کے دلائل

قرآنِ پاک کی آیت "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ" الآیۃ ہے۔ آیت میں مذکر کیلئے دو مؤنث کے حصوں کے مثل ہونا بیان کیا گیا ہے، لہٰذا اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہو تو لڑکے کو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ ملے گا۔ معلوم ہوا کہ لڑکے کو تین حصوں میں سے دو ملے جو کہ ثلثان ہے اور قرآنِ پاک کی مذکورہ آیت نے اس کو دو لڑکیوں کا حصہ ہونا قرار دیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دو لڑکیوں کا حصہ ثلثان ہی ہوگا۔

دوسری دلیل:۔ وہ روایت ہے جس میں سعد ابن ربیع کی میراث کا واقعہ مذکور ہے۔ یہ اسلام میں سب سے پہلی تقسیم میراث ہے جس کو بذاتِ خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حصے متعین فرما کر تقسیم کا حکم فرمایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ[1] سے روایت ہے کہ سعد ابن ربیع کی بیوی اپنی دو لڑکیوں کے ساتھ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ دونوں لڑکیاں سعد ابن ربیع کی ہیں، ان کے باپ جنگِ احد میں شہید ہو گئے ہیں، ان کے چچا نے ان کا سارا مال لے لیا ہے، ان کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرما دیں گے، چنانچہ اس کے بعد آیتِ میراث "یُوصِیكُمُ اللّٰهُ فِي

---

[1] رواہ الترمذی ص۳ ج ۲

اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ الاٰیۃ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چچا سے فرمایا کہ سعد کی دونوں لڑکیوں کو ثلثان (⅔) اور ان کی ماں کو ثمن (⅛) دیدو اور باقی تمہارا ہے۔ (رواہ الترمذی)

حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لڑکیوں کو ثلثان دینے کا فیصلہ فرمایا جب کہ وہ آیت جو عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مستدل ہے، نازل ہو چکی تھی لہٰذا یہ حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے خلاف نہیں بلکہ آیت میراث کی تفسیر ہے۔

تیسری دلیل:۔ دو بہنوں کا حصہ ثلثان (⅔) تو قرآن پاک میں صراحۃً بیان کیا گیا ہے، فرمایا فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ الاٰیۃ اور دو لڑکیوں کا حصہ صراحۃً بیان نہیں کیا گیا بلکہ دو سے زائد لڑکیوں کا حکم صراحۃً فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ الاٰیۃ میں بیان فرمایا گیا ہے، اور دو بہنوں سے زائد کا حکم نہیں بیان کیا گیا ہے۔ اس اسلوبِ بیان سے اشارہ کیا گیا اس بات کی جانب کہ جب دو بہنوں کا حصہ ثلثان ہوگا تو دو لڑکیوں کا حصہ ثلثان بدرجہ اولیٰ ہوگا اس لیے کہ لڑکیاں بہ نسبت بہنوں کے قرابت میں قوی ہیں، اور جب دو لڑکیوں سے زائد کا حصہ ثلثان ہوگا تو دو بہنوں سے زائد کا حصہ ثلثان بدرجہ اولیٰ ہوگا اس لیے کہ وہ لڑکیوں سے باعتبار قرابت کے ضعیف ہیں۔ لہٰذا اس اندازِ بیان سے دو لڑکیوں کا حکم جو صراحۃً مذکور نہیں وہ مستفاد ہو گیا دو حقیقی بہنوں کے حکم سے جو صراحۃً مذکور ہے اور دو سے زائد بہنوں کا حکم جو صراحۃً قرآن میں مذکور نہیں وہ مستفاد ہو گیا دو سے زائد لڑکیوں کے حکم سے جو کہ قرآن میں صراحۃً مذکور ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دلیل کا جواب

جس آیت سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا ہے، اس میں دو لڑکیوں سے زائد کا حکم تو صراحۃً مذکور ہے البتہ آیتِ شریفہ دو لڑکیوں کے حکم سے ساکت ہے۔ اس سے یہ استدلال کرنا کہ دو لڑکیوں

کو بھی نصف ملے گا۔ یہ استدلال ہمارے نزدیک کافی نہیں۔ اس لیے کہ مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں۔ جب یہ آیت دو لڑکیوں کے حکم سے ساکت ہے تو ان کا حکم دوسری جگہ قرآن وحدیث میں تلاش کیا جائے گا چنانچہ دو لڑکیوں کا حکم ہم کو قرآن وحدیث دونوں میں دوسری جگہ پر مل گیا جیسا کہ جمہور کے دلائل میں مذکور ہوا۔

نیز عقل بھی اس استدلال کو قبول نہیں کرتی۔ مثلاً جب لڑکی کے ساتھ لڑکا ہوگا تو لڑکی بالاتفاق ایک تہائی ترکہ کی مستحق ہوگی یعنی تین میں سے ایک لڑکی کو اور دو حصے لڑکے کو ملیں گے تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جب ایک لڑکی دوسری لڑکی کے ساتھ آئے تو اس کو بدرجۂ اولیٰ ایک تہائی ملنا چاہیئے اس لیے کہ لڑکی لڑکے کے مقابلہ میں ضعیف ہے حالانکہ جب عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک دونوں لڑکیوں کو نصف حصہ دیں گے تو وہ دونوں میں برابر (نصف) تقسیم ہوگا لہٰذا ایک لڑکی کا حصہ ربع (چوتھائی) ہوا، اور ربع ایک تہائی سے کم ہے۔ لہٰذا یہ فیصلہ کہ دو لڑکیوں کو نصف دیا جائے بداہتِ عقل کے بھی خلاف ہے۔ فلیتدبر۔

آیت میں ”فوق اثنتین“ کی قید کا فائدہ

چونکہ ایک لڑکی کا حصہ نصف صراحۃً بیان کیا گیا اور جب اس پر ایک لڑکی کا اضافہ ہوا تو دو لڑکیوں کا حکم ثلثان قرآن وحدیث سے ثابت ہوا۔ اس سے وہم ہوسکتا تھا کہ اگر دو لڑکیوں سے زائد کسی اور لڑکی کا اضافہ ہوگا تو اس کے لیے چھٹا حصہ اور زیادہ ہو جائے گا، حالانکہ ایسا نہیں، یہ وہم فوق اثنتین کے لفظ سے دور ہوگیا کہ دو سے کتنی ہی زیادہ ہوں سب کو ثلثان ہی ملے گا۔ فافہم۔

بہرحال خلاصۂ کلام یہ نکلا کہ شریعت نے لڑکیوں کے دو حصے نصف اور ثلثان متعین فرما دیئے۔ اگر ایک لڑکی ہو تو بالاتفاق اس کو نصف حصہ ملے گا، اور دو سے زیادہ ہوں تو تب بھی متفقہ طور پر ان کو ثلثان ملے گا۔ البتہ اگر دو ہوں تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ

کے نزدیک ان کو نصف ملے گا، اور حضرات جمہور کے نزدیک ثلثان ملے گا۔ کماذکر مفصلاً۔

وَبَنَاتُ الْاِبْنِ كَبَنَاتِ الصُّلْبِ وَلَهُنَّ اَحْوَالٌ سِتٌّ اَلنِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ وَالثُّلُثَانِ لِلْاِثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً عِنْدَ عَدَمِ بَنَاتِ الصُّلْبِ وَلَهُنَّ السُّدُسُ مَعَ الْوَاحِدَةِ الصُّلْبِيَّةِ تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ وَلَا يَرِثْنَ مَعَ الصُّلْبِيَّتَيْنِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ بِحِذَائِهِنَّ اَوْ اَسْفَلَ مِنْهُنَّ غُلَامٌ فَيُعَصِّبُهُنَّ وَالْبَاقِيْ بَيْنَهُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ وَيَسْقُطْنَ بِالْاِبْنِ۔

ترجمہ:

اور پوتیاں مانند بیٹیوں کے ہیں اور ان کی چھ حالتیں ہیں۔ نصف ایک کیلئے اور ثلثان دو اور اس سے زائد کے لیے لڑکیوں کے نہ ہونے کے وقت۔ اور ان کے لیے سدس (۱/۶) ہے ایک لڑکی کے ساتھ دو تہائی مکمل کرنے کی وجہ سے۔ اور وہ وارث نہ ہوں گی دو لڑکوں کے ساتھ۔ مگر یہ کہ ان کے برابر یا ان سے نیچے درجہ میں کوئی لڑکا ہو پس وہ ان کو عصبہ بنا دے گا اور باقی ترکہ ان کے درمیان "للذکر مثل حظ الانثیین" کے طور پر ہوگا، اور پوتیاں محروم ہو جاتی ہیں لڑکے کی وجہ سے۔

بنات الابن کے حالات

بنات الابن کو بنات صلبیہ کے ساتھ ان تین حالات میں تشبیہ دی گئی ہے جو بنات صلبیہ کی ذکر کی گئی ہیں اور اس کا یہ مطلب ہے کہ وہی تینوں حالات بنات الابن کے بھی ہیں البتہ تین حالات اور ہیں اس لیے پوتیوں کے کل چھ حالات ہیں (۱) نصف، (۲) ثلثان، (۳) سدس، (۴) محروم (من حیث ذوی الفروض)، (۵) عصبہ بالغیر، (۶) محروم (مطلقاً من حیث ذوی الفروض والعصبۃ) اس کی تفصیل یہ ہے، اگر میت کی ایک پوتی ہے تو اس کو کل ترکہ کا

نصف[۱] ملے گا اور پوتیاں ایک سے زائد ہوں تو ثلثان[۲] کی مستحق ہوں گی بشرطیکہ میت کا لڑکا پوتا اور ایک سے زائد لڑکیاں موجود نہ ہوں مثلاً

بنت الابن	اخ
نصف	عصبہ

بنت الابن	بنت الابن	عم
ثلثان		عصبہ

پہلی مثال میں پوتی کو نصف ملے گا تنہا ہونے کی وجہ سے اور دوسری مثال میں ثلثان ایک سے زائد ہونے کی وجہ سے۔ چونکہ ان کے لیے حاجب لڑکا، پوتا اور بیٹیوں میں سے کوئی موجود نہیں۔ اور پوتیوں کے ساتھ اگر ایک بنتِ صلبی موجود ہو اور لڑکا اور پوتا نہ ہو تو پوتی ایک ہو یا ایک سے زیادہ سدس[۳] (۱/۶) کی مستحق ہوں گی۔ مثلاً

بنت	بنت الابن	عم
نصف	سدس	عصبہ

اِس مثال میں لڑکی کو تنہا ہونے کی وجہ سے نصف (۱/۲)، اور پوتی کو سدس (۱/۶) ایک لڑکی کے ساتھ ہونے کی وجہ سے ملے گا۔ کیونکہ ان کیلئے کوئی حاجب نہیں ہے۔ اور اگر دو یا زیادہ بنت صلبیہ موجود ہوں تو پوتیاں محروم[۴] ہو جائیں گی مثلاً

بنت	بنت	بنت الابن	عم
ثلثان		محروم	عصبہ

دونوں لڑکیوں کو ثلثان ملے گا اور پوتی محروم ہوگی بناتِ صلبیہ (لڑکیوں) کی وجہ سے۔ اور اگر میت کا لڑکا موجود ہو تو اس وقت بھی پوتیاں محروم[۵] ہونگی مثلاً

ابن	بنت الابن
عصبہ	محروم

اس مثال میں پوتی لڑکے کی وجہ سے محروم ہوگی۔ اور لڑکا عصبہ ہونے کی وجہ سے کل مال کا مستحق ہوگا۔ اگر میت کا لڑکا، لڑکیاں، کوئی موجود نہیں البتہ پوتا موجود ہے تو پوتیاں عصبہ[۶] بالغیر ہوں گی اور ترکہ ان کے درمیان لِلذّکرِ مِثلُ حظِّ الانثیین کے طریقہ پر

تقسیم ہوگا مثلاً

مسئلہ ۳

ابن الابن	بنت الابن
عصبہ بنفسہ	عصبہ بالغیر
۲	۱

اس مثال میں دو حصے پوتے کو اور ایک پوتی کو ملے گا۔

دلیل حصر جب مرنے والا مرا یا مرنے والی مری تو اس نے اپنی پوتیوں کو تو چھوڑا ہی ہے، اب دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس کے فرع مذکر قریب (لڑکا) موجود ہوگا یا نہیں۔ اگر ہے تو پوتیاں محروم ہوں گی اور اگر لڑکا موجود نہیں تو اس کے پوتوں میں سے کوئی موجود ہوگا یا نہیں۔ اگر ہے تو پوتیاں عصبہ بالغیر ہوں گی اور ترکہ پوتے و پوتیوں کے درمیان "للذکر مثل حظ الانثیین" کے طریقہ پر تقسیم ہوگا اور اگر پوتوں میں سے بھی کوئی موجود نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو بنات الصلب (لڑکیوں) میں سے کوئی موجود ہوگا یا نہیں اگر موجود ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ متعدد ہوں گی یا نہیں۔ اگر متعدد ہیں تو پوتیاں محروم ہوں گی اور اگر متعدد نہیں غیر متعدد ہیں تو سدس (۱/۶) کی مستحق ہوں گی (تکملۃ للثلثین) اور اگر لڑکیوں میں سے بھی کوئی موجود نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو پوتیاں متعدد ہوں گی یا غیر متعدد۔ اول صورت میں ثلثان اور ثانی میں نصف کی مستحق ہوں گی۔

تکملۃ للثلثین کہنے کی وجہ مصنف رح نے پوتیوں کے سدس (۱/۶) حصہ کو تکملۃ للثلثین کہکر بیان فرمایا ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت نے بنات (لڑکیوں) کا حصہ زیادہ سے زیادہ ثلثان (۲/۳) مقرر کیا ہے اور بنات میں بنات صلبیہ (لڑکیاں) اور بنات الابن (پوتیاں) سب داخل ہیں۔ لہٰذا جب ایک بنت (لڑکی) نے نصف حصہ تنہا ہونے کی وجہ سے لے لیا تو اب بنات الابن (پوتیاں) ایک ہو یا زیادہ، ان کو سدس (۱/۶) حصہ دیا جائے گا۔ بنات کا نصاب ثلثان پورا کرنے کی وجہ سے۔ اس لیے کہ نصف اور سدس مل کر

ثلثان ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے اگر ایک سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو وہ ثلثان کی مستحق ہونگی اور پوتیاں محروم ہو جائیں گی اس لیے کہ ان کا نصاب ثلثان جو شریعت نے مقرر کیا تھا وہ دونوں لڑکیاں لے چکی ہیں۔

دلائل احوال بنات الابن

نصف[1]، ثلثان[2]، اور عصبہ بالغیر[3] ہونے کے دلائل تو قرآن پاک کی وہی آیات ہیں جو احوالِ بنات کی دلیل ہیں اس لیے کہ بنات الابن بنات ہی کے حکم میں ہیں، البتہ سدس کے مستحق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب بنات کا حق شریعت میں ثلثان مقرر ہے تو ایک بنتِ صلبی تنہا ہونے کی وجہ سے نصف کی مستحق ہوگئی تو اب بنات الابن (جو بنات ہی کے حکم میں ہے) سدس کی مستحق ہوں گی، تاکہ بنات کا حق ثلثان مکمل ہو جائے۔ اسی سے محروم لوجود البنات کی دلیل بھی معلوم ہوگئی کہ جب بنات صلبیہ (لڑکیوں) نے ثلثان حصہ لے لیا تو اب بنات الابن کو کچھ نہ ملے گا اس لیے کہ ان کا حق اب باقی نہیں رہا ورنہ زیادتی لازم آئے گی۔ اور پوتیاں لڑکے کی وجہ سے اس لیے محروم ہوں گی کہ لڑکا بغیر واسطہ کے میت کی طرف منسوب ہے اور پوتیاں واسطہ کے ساتھ منسوب ہیں اور قاعدہ ہے کہ جو بغیر واسطہ کے منسوب ہو وہ زیادہ مستحق ہوتا ہے بہ نسبت اس کے جو واسطہ کے ساتھ منسوب ہو، اس لیے پوتیاں، لڑکے کی وجہ سے محروم ہوں گی۔ چونکہ بنات الابن، ابن کے واسطے سے مستحق ہو رہی ہیں، جب واسطہ یعنی ابن موجود ہے تو ذی واسطہ یعنی بنات الابن محروم ہوں گی۔

وَلَوْ تَرَكَ ثَلٰثَ بَنَاتِ ابْنٍ بَعْضُهُنَّ اَسْفَلُ مِنْ بَعْضٍ وَثَلٰثَ بَنَاتِ ابْنِ ابْنٍ اٰخَرَ بَعْضُهُنَّ اَسْفَلُ مِنْ بَعْضٍ وَثَلٰثَ بَنَاتِ ابْنِ ابْنِ ابْنٍ اٰخَرَ بَعْضُهُنَّ اَسْفَلُ مِنْ بَعْضٍ بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ۔

زید مثلاً

درجه	الفریق الاول	الفریق الثانی	الفریق الثالث
(١)	ابن (عمرو)	ابن (بکر)	ابن (خالد)
(٢)	ابن بنت العلیا وہی بنت الابن	ابن	ابن
(٣)	ابن بنت الوسطیٰ وہی بنت ابن الابن	ابن بنت العلیا وہی بنت ابن الابن	ابن
(٤)	ابن بنت السفلیٰ وہی بنت ابن ابن الابن	ابن بنت الوسطیٰ وہی بنت ابن ابن الابن	ابن بنت العلیا وہی بنت ابن ابن الابن
(٥)		ابن بنت السفلیٰ وہی بنت ابن ابن ابن الابن	ابن بنت الوسطیٰ وہی بنت ابن ابن ابن الابن
(٦)			ابن بنت السفلیٰ وہی بنت ابن ابن ابن ابن الابن

اَلْعُلْیَا مِنَ الْفَرِیْقِ الْاَوَّلِ لَا یُوَازِیْهَا اَحَدٌ وَالْوُسْطٰی مِنَ الْفَرِیْقِ الْاَوَّلِ تُوَازِیْهَا الْعُلْیَا مِنَ الْفَرِیْقِ الثَّانِیْ وَالسُّفْلٰی مِنَ الْفَرِیْقِ الْاَوَّلِ تُوَازِیْهَا الْوُسْطٰی مِنَ الْفَرِیْقِ الثَّانِیْ وَالْعُلْیَا مِنَ الْفَرِیْقِ الثَّالِثِ وَالسُّفْلٰی مِنَ الْفَرِیْقِ الثَّانِیْ

تُوَازِيهَا الْوُسْطٰى مِنَ الْفَرِيْقِ الثَّالِثِ وَالسُّفْلٰى مِنَ الْفَرِيْقِ الثَّالِثِ لَا يُوَازِيهَا اَحَدٌ۔ اِذَا عَرَفْتَ هٰذَا فَنَقُوْلُ لِلْعُلْيَا مِنَ الْفَرِيْقِ الْاَوَّلِ النِّصْفُ وَلِلْوُسْطٰى مِنَ الْفَرِيْقِ الْاَوَّلِ مَعَ مَنْ يُوَازِيهَا السُّدُسُ تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ وَلَا شَيْءَ لِلسُّفْلِيَاتِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ مَعَهُنَّ غُلَامٌ فَيُعَصِّبُهُنَّ مَنْ كَانَتْ بِحِذَائِهٖ وَمَنْ كَانَتْ فَوْقَهٗ مِمَّنْ لَمْ تَكُنْ ذَاتَ سَهْمٍ وَيُسْقِطُ مَنْ دُوْنَهٗ۔

ترجمہ:

اور اگر میت نے تین پوتیوں کو چھوڑا کہ ان میں سے بعض نیچے کے درجہ میں ہیں بعض سے، اور دوسرے لڑکے کی تین پوتیوں کو کہ ان میں سے بعض نیچے درجہ میں ہیں بعض سے اور تیسرے لڑکے کی تین پڑپوتیوں کو کہ ان میں سے بعض نیچے درجہ کی ہیں بعض سے اس صورت کے مطابق (کذا فی المتن) فریقِ اول کی علیا اس کے مقابل کوئی نہیں اور فریقِ اول کی وسطیٰ اس کے مقابل فریقِ ثانی کی علیا ہے اور فریقِ اول کی سفلیٰ اس کے مقابل فریقِ ثانی کی وسطیٰ اور فریقِ ثالث کی علیا ہے۔ اور فریقِ ثانی کی سُفلیٰ اس کے مقابل فریقِ ثالث کی وسطیٰ ہے۔ اور فریقِ ثالث کی سفلیٰ اس کا کوئی مقابل نہیں۔

جب تو نے اس کو پہچان لیا تو ہم کہتے ہیں کہ فریقِ اوّل کی علیا کے لیے نصف حصہ ہے اور فریقِ اول کی وسطیٰ کو مع اس کے جو اس کے مقابل ہے سدس ملے گا دو تہائی مکمل کرنے کی وجہ سے۔ اور سفلیات (نیچے درجے والیوں) کو کچھ نہیں ملے گا مگر یہ کہ ان کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو وہ (لڑکا) ان (پوتیوں) میں سے اپنے مقابل (پوتیوں) کو عصبہ بنادیگا اور ان کو (عصبہ بنادے گا) جو اس سے اوپر درجہ میں ہیں جو حصہ والی نہیں ہیں (ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے ان کو حصہ نہیں مل رہا ہے) اور اس سے نیچے درجہ والی محروم ہو جائیں گی۔

مسئلہ تشبیب کا آسان حل

مصنفؒ نے یہاں سے مسئلہ تشبیب کو بیان فرمایا جو فنِ فرائض کا اہم مسئلہ ہے اور تشحیذاً للاذہان ذکر کیا جاتا ہے۔ تشبیب کے معنی لغت میں شعر پڑھنے کے ہیں۔ جس میں عاشق کے حال اور معشوق کے جمال وغیرہ کا نقشہ کھینچا جاتا ہے۔ شعراء حضرات اصل مقصد کو بیان کرنے سے قبل تمہیداً اس قسم کے اشعار کہتے ہیں تاکہ سامعین کے اذہان متکلم کی طرف متوجہ ہوں اور وہ مقصدِ اصلی کو توجہ اور اہتمام کے ساتھ سن کر محفوظ کریں۔

اصطلاح فرائض میں "ذکر البنات علی اختلاف الدرجات،، کا نام مسئلہ تشبیب ہے چونکہ ان کے احکامات کا سمجھنا ذرا اہم اور دشوار تھا اس لیے اس کو اس نام سے موسوم کیا گیا تاکہ حاضر دماغی اور توجہ سے سن کر اس کے احکام محفوظ کر لیے جائیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

زید کے تین بیٹے ہیں ۱۔ عمرو مع اولاد کے فریقِ اول ۲۔ بکر مع اپنی اولاد کے فریقِ ثانی۔ ۳۔ خالد مع اپنی اولاد کے فریقِ ثالث۔ ان تینوں بیٹوں کا انتقال ہو گیا اور ہر ایک نے اپنی تین تین بنات مختلف درجات کی چھوڑیں جن میں سے بعض اقرب اور بعض ابعد ہیں۔ عمرو (فریقِ اول) نے اپنی بیٹی، پوتی، پڑپوتی۔ بکر (فریقِ ثانی) نے پوتی، پڑپوتی، سکڑپوتی۔ اور خالد (فریقِ ثالث) نے پڑپوتی، سکڑپوتی اور لکڑپوتی چھوڑیں ہیں، اسکے بعد زید کا انتقال ہوا، اس کے ورثہ مذکورہ تینوں بیٹوں کی نو بیٹی بنات مختلف درجہ کی ہیں اور بیٹا کوئی نہیں تو اب مورثِ اعلیٰ زید کا ترکہ ان کے مابین کس طریقہ پر تقسیم ہوگا۔ اس کو سمجھنے کے لیے پہلے اس اصول کو ذہن میں رکھیے کہ بنات خواہ قریب کی ہوں یا بعید کی، ان کا حصہ صرف ثلثان (⅔) ہے کما ذکر مراراً۔ اگر قریب کی بنات نے ثلثان حصہ لے لیا تو بعید والی محروم ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد احکامات سنیے۔

فریقِ اول کی علیا جو زید کی بنت الابن (پوتی) ہے، اس درجہ میں فریقِ ثانی و ثالث

کی کوئی بنت نہیں لہٰذا یہ قائم مقام بنت کے ہوگی اور تنہا ہونے کی وجہ سے نصف ترکہ کی مستحق ہوگی اور فریقِ اول کی وسطیٰ جو زید کی بنت ابن الابن (پڑپوتی) ہے اس کے مقابل فریقِ ثانی کی علیا ہے، یہ دونوں میّت کی جانب دو واسطوں (ابن الابن) سے منسوب ہیں اور قائم مقابل بنت الابن کے ہوں گی اور دونوں سدس (⅙) حصّہ کی مستحق ہوں گی دو تہائی مکمل کرنے کی وجہ سے۔ چنانچہ نصف اور سدس مل کر ثلثان مکمل ہوگیا جو بنات کا حصّہ ہے، اور فریقِ اول کی سُفلیٰ جو زید کی بنت ابن ابن الابن (سکڑپوتی) ہے اس کے مقابل فریقِ ثانی کی وسطیٰ (سکڑپوتی) اور فریقِ ثالث کی علیا (سکڑپوتی) ہے جو تین واسطوں (ابن ابن الابن) سے منسوب ہیں اور فریقِ ثانی کی سفلیٰ جو زید کی بنت ابن ابن ابن الابن (لکڑپوتی) اس کے مقابل فریقِ ثالث کی وسطیٰ (لکڑپوتی) جو چار واسطوں ابن ابن ابن الابن سے منسوب ہیں اور فریقِ ثالث کی سفلیٰ جو زید کی بنت ابن ابن ابن ابن الابن (لکڑپوتی) ہے اس کے مقابل کوئی نہیں اور یہ پانچ واسطوں سے منسوب ہے، لہٰذا یہ چھ بنات زید کے ترکہ سے محروم ہوں گی، اس لیے کہ بنات کا حصّہ ثلثان اس سے پہلے درجہ والی لے چکی ہیں جو اقرب ہیں، یہ ابعد ہونے کی وجہ سے محروم ہوں گی۔

اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مَعَھُنَّ غُلَامٌ الخ جو بنات ابعد ہونے کی وجہ سے محروم ہورہی ہیں ان کے مستحق ہونے کی ایک صورت عصبہ بالغیر ہونا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی لڑکا ان محروم ہونے والی بنات کے درمیان حیات ہو تو وہ اپنے مقابل کی لڑکیوں اور اوپر درجہ کی ان بنات کو جو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے مال نہیں لے رہی ہیں، عصبہ بنادے گا اور ان سب کے درمیان مابقی مال للذکر مثل حظ الانثیین کے طریقہ پر تقسیم ہوگا، مثلاً فریقِ ثانی کی سُفلیٰ بنت ابن ابن ابن الابن کے مقابل لڑکا ابن ابن ابن ابن الابن زندہ ہے تو یہ لڑکا اپنی بہن، اور اپنے مقابل فریقِ ثالث کی وسطیٰ اور

اور اس سے اوپر درجہ میں فریقِ اول کی سفلی[۳] بنت ابن ابن الابن، فریقِ ثانی کی وسطی[۴] اور فریقِ ثالث کی علیا کو عصبہ بنا دے گا۔ لہٰذا اس صورت میں فریقِ اول کی علیا کو نصف حصہ (ذوی الفروض اور تنہا ہونے کی وجہ سے) ملے گا اور فریقِ اول کی وسطی و فریقِ ثانی کی علیا کو سدس (⅙) ملے گا (ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے تکملۃ للثلثین) اور باقی ترکہ اس لڑکے اور اس کے مقابل اور اوپر درجہ کی کل پانچ لڑکیوں پر عصبہ ہونے کی حیثیت سے للذکر مثل حظ الانثیین کے طریقہ پر تقسیم ہوگا۔ دو۲ حصے لڑکے کو اور ایک۱ ایک۱ حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔ اور اس سے نیچے درجہ کی بنت یعنی فریقِ ثالث کی سفلی محروم ہوگی اس لیے کہ وہ لڑکے سے نیچے درجہ کی ہے، گویا لڑکا قائم مقام ابن کے اور وہ لڑکی قائم مقام بنت الابن کے ہے۔ ظاہر ہے کہ ابن کی موجودگی میں بنت الابن محروم ہوتی ہے کما ذکر فی حال الاتھن

فائدہ مَن دُونَہٗ الخ اس سے ایک قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اقرب کی موجودگی میں ابعد محروم ہوگا، چنانچہ مذکورہ مثال میں اگر لڑکے سے نیچے درجہ میں کوئی دوسرا لڑکا زندہ ہو تو وہ بھی محروم ہوگا، اس لیے کہ وہ قائم مقام ابن الابن کے ہوگا جو ابن کے مقابلہ میں بعید ہونے کی وجہ سے محروم ہوگا۔

وَاَمَّا لِلْاَخَوَاتِ لِاَبٍ وَّاُمٍّ فَاَحْوَالٌ خَمْسٌ اَلنِّصْفُ لِلْوَاحِدَۃِ وَالثُّلُثَانِ لِلْاِثْنَتَیْنِ فَصَاعِدَۃً وَمَعَ الْاَخِ لِاَبٍ وَّاُمٍّ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ یَصِرْنَ بِہٖ عَصَبَۃً لِاِسْتِوَآئِہِمْ فِی الْقَرَابَۃِ اِلَی الْمَیِّتِ وَلَہُنَّ الْبَاقِیْ مَعَ الْبَنَاتِ اَوْ بَنَاتِ الْاِبْنِ لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِجْعَلُوا الْاَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَۃً[۱]

---

[۱] اعلاء السنن ص۳۷۲ ج ۱۸، والسنن الکبریٰ للبیہقی ص۲۳۳ ج ۶

ترجمہ:

اور حقیقی بہنوں کے پانچ حالات ہیں ایک کے لیے نصف (½) حصہ اور دو اور اس سے زیادہ کے واسطے دو ثلث (دو تہائی حصہ) اور حقیقی بھائی کے ساتھ ان کا حصہ للذکر مثل حظ الانثیین ہوگا (یعنی مذکر کو مؤنث کے مقابلہ میں دوگنا) اس صورت میں وہ بھائی کے ساتھ عصبہ ہوں گی، ان سب کے قرابت میں برابر ہونیکی وجہ سے میت کے ساتھ، اور ان کے لیے باقی حصہ ہوگا بیٹیوں یا پوتیوں کے ساتھ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "اِجْعَلُوا الْاَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً" کی وجہ سے (کہ بہنوں کو لڑکیوں کے ساتھ عصبہ قرار دو)

ایک سوال اور اس کا جواب

مصنفؒ نے دعویٰ تو اس بات کا کیا کہ حقیقی بہنوں کے پانچ حال ہیں مگر ذکر کردہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ چار حالتیں ہیں، لہٰذا دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں ایسا کیوں؟

جواب: چونکہ حقیقی اور علاتی بہنوں کی ایک حالت مشترک ہے یعنی باپ اور بیٹے کی موجودگی میں محروم ہونا اس لیے اختصار کے پیشِ نظر حقیقی بہنوں کی پانچویں حالت کو علاتی بہنوں کے حالات میں بیان کر دیا تاکہ تکرار لازم نہ آئے، متن کی یہی شان ہوا کرتی ہے۔

اخوات لاب وامّ کے حالات

حقیقی بہنوں کے کل پانچ حال ہیں ١۔ نصف (½)، ٢۔ ثلثان (⅔)، ٣۔ عصبہ بالغیر، ٤۔ عصبہ مع الغیر، ٥۔ حرمان۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ① ایک بہن ہونے کی صورت میں اس کو نصف حصہ ملے گا بشرطیکہ میت کا باپ، دادا، بیٹا، پوتا، بیٹی اور حقیقی بھائی میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ مثلاً

مسئلہ ۲

اخت لاب وام	عم
۱ نصف	عصبہ

② دو یا دو سے زیادہ بہنیں ہوں تو ان کو ثلثان (دو تہائی) حصّہ ملے گا مذکورہ شرط کے ساتھ۔ مثلاً

مسئلہ ۳

اخت لاب وام	اخت لاب وام	عم
ثلثان		عصبہ
۲		۱

③

اگر بہنوں کے ساتھ حقیقی بھائی بھی موجود ہو بشرطیکہ باپ، دادا، بیٹا، پوتا اور لڑکیاں موجود نہ ہوں تو حقیقی بہن ایک ہو یا زیادہ عصبہ بالغیر کا لقب پائیں گی اور بھائی بہنوں کے درمیان "للذکر مثل حظ الانثیین"، کے طریقہ پر تقسیم ہوگی یعنی بھائی کو دو حصّے اور بہن کو ایک حصّہ ملے گا۔ مثلاً

مسئلہ ۳

اخ	اخت لاب وام
عصبہ	عصبہ بالغیر
۲	۱

④

بہن کے ساتھ میت کی لڑکی ایک یا زیادہ موجود ہوں بشرطیکہ باپ، دادا، بیٹا، پوتا، اور حقیقی بھائی میں سے کوئی موجود نہ ہو تو بہنیں عصبہ مع الغیر ہوں گی لڑکیوں کا حصّہ ادا کرنے کے بعد تمام ترکہ کی مستحق ہوں گی، اس کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے "اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ"، کہ بہنوں کو لڑکیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ۔

مثلاً

مسئلہ ۲

بنت	اخت لاب وام
نصف	عصبہ مع الغیر
۱	۱

⑤ اگر باپ، دادا (عندابی حنیفہؒ) بیٹا اور پوتا (وان سفل) میں سے کوئی موجود ہو تو بہنیں محروم ہو جائیں گی۔ مثلاً

مسئلہ ۱

اب	اخت لاب وام
عصبہ محض	محروم
۱	

دادا کی موجودگی میں بہنوں کا محروم ہونا مختلف فیہ ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک محروم اور صاحبینؒ کے نزدیک مستحق ہوں گی۔ (کما سیاتی تفصیلہ ان شاء اللہ تعالیٰ)

دلیلِ حصر

ان پانچوں حالات کی دلیل حصر اس طور پر ہے کہ میت نے اپنی حقیقی بہنوں کو تو چھوڑا ہی ہے، دیگر ورثہ میں دیکھیں گے کہ اس کے دو خاندان فرع مذکر یعنی بیٹا، پوتا، قریب کا ہو یا بعید کا، قلیل ہو یا کثیر، اور اصل مذکر یعنی باپ دادا علی قول المختار اور غیر مختار قول کی بناء پر صرف باپ، میں سے کوئی موجود ہے یا نہیں اگر موجود ہے تو بہنیں محروم ہوں گی۔ اور اگر ان دونوں خاندانوں میں سے کوئی موجود نہیں تو پھر تیسرا خاندان فرع مؤنث یعنی بیٹی، پوتی (وان سفلت) میں سے کوئی موجود ہے یا نہیں، اگر موجود ہے تو فیصلہ کریں گے کہ بہنیں عصبہ مع الغیر ہونگی اور اگر ان میں سے بھی کوئی موجود نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو حقیقی بھائی موجود ہوگا یا نہیں! اگر موجود ہے تو بہنیں عصبہ بالغیر ہوں گی، اور اگر حقیقی بھائی بھی نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو بہنیں متعدد ہوں گی یا غیر متعدد، اگر متعدد ہیں تو ثلثان کی مستحق اور غیر متعدد ہیں تو نصف کی مستحق ہوں گی۔

دلائل اخوات لاب وام

حقیقی بہنوں کے حالات قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اگر ایک حقیقی بہن ہو اس کو عصبہ بنانے والا اور حاجب نہ ہو تو اس کو نصف حصہ ملے گا۔ اس کی دلیل، قرآنِ پاک میں فرمایا گیا، وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ الآیۃ اور دو بہنوں کے متعلق فرمایا فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ الآیۃ نیز دو سے زائد بہنوں کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ ثلثان کی مستحق ہوں گی۔ ان دونوں آیتوں میں حقیقی اور علاتی بہنوں کے احوال کا ذکر ہے اور اخیافی بہنوں کے حالات دوسری آیت وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ الخ الآیۃ میں بیان کیے گئے ہیں ماقبل میں "اولاد الام" کے تحت اس کا ذکر آچکا ہے۔

اشکال وجواب

آیت شریفہ "فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ الآیۃ

سے صرف دو بہنوں کا حال معلوم ہوا، اگر دو سے زائد ہوں تو ان کو ثلثان کیوں ملے گا اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب: اس کی دلیل بھی یہی آیت ہے، اس لیے کہ جب دو بہنیں دو ثلث کی مستحق ہوئیں تو دو سے زیادہ بدرجۂ اولی دو ثلث کی مستحق ہوں گی، نیز لڑکیوں کے حالات میں "فوق اثنتین" دو سے زیادہ کی تصریح ہے اور بہنوں کے حالات میں "اثنتین" صرف دو کی تصریح ہے۔ یہ اس واسطے ہے تاکہ دو بہنوں کے حکم سے دو لڑکیوں کا حکم بھی معلوم ہو جائے اور دو سے زائد لڑکیوں کی دلیل سے متعدد بہنوں کی حالت معلوم ہو جائے، یعنی جب دو بہنیں میت سے قرابت میں کم ہونے کے باوجود ثلثان کی مستحق ہیں تو دو لڑکیاں بدرجہ اولی ثلثان کی مستحق ہوں گی اس لیے کہ وہ میت سے قرابت میں قریب ہیں۔ اسی طرح جب دو سے زیادہ لڑکیاں دو ثلث کی مستحق ہیں تو دو سے زیادہ بہنیں بدرجہ اولی ثلثان کی مستحق ہوں گی، اس سے زائد کی نہیں۔ اس لیے کہ بہنوں کا درجہ لڑکیوں سے کم ہے۔ فلا اشکال علیہ۔

۳: حقیقی بھائی کے ساتھ بہن عصبہ ہوگی، اس کی دلیل قرآن پاک کی آیت "وَإِنْ كَانُوٓا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ الآیۃ" ہے۔ آیت میں عورتوں کا حصہ متعین نہیں ہے اس لیے وہ عصبہ بالغیر ہوں گی، اور فروع مؤنث یعنی لڑکیوں اور پوتیوں کے ساتھ بہن عصبہ مع الغیر ہوگی اس کی دلیل حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة" ہے یعنی بہنوں کو لڑکیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ۔

حدیث شریف میں بنات جمع کا صیغہ ہے، اس سے مراد جنس بنات ہے یعنی ایک لڑکی ہو تب بھی اس کے ساتھ بہن عصبہ ہو گی۔ جمہور علماء اور عامۃ الصحابہ کا یہی مسلک ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا اس میں اختلاف ہے، جو

مطولات میں مذکور ہے فلیراجع ثمہ۔ ۵ حقیقی بہنوں کے محروم ہونے کی دلیل علاتی بہنوں کے حالات میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَالْاَخَوَاتُ لِاَبٍ كَالْاَخَوَاتِ لِاَبٍ وَاُمٍّ وَلَهُنَّ اَحْوَالٌ سَبْعٌ اَلنِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ وَالثُّلُثَانِ لِلْاِثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً عِنْدَ عَدَمِ الْاَخَوَاتِ لِاَبٍ وَاُمٍّ وَلَهُنَّ السُّدُسُ مَعَ الْاُخْتِ لِاَبٍ وَاُمٍّ تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ وَلَا يَرِثْنَ مَعَ الْاُخْتَيْنِ لِاَبٍ وَاُمٍّ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَعَهُنَّ اَخٌ لِاَبٍ فَيُعَصِّبُهُنَّ وَالْبَاقِيْ بَيْنَهُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ وَالسَّادِسَةُ اَنْ يَّصِرْنَ عَصَبَةً مَعَ الْبَنَاتِ اَوْ بَنَاتِ الْاِبْنِ لِمَا ذَكَرْنَا وَبَنُو الْاَعْيَانِ وَالْعَلَّاتِ كُلُّهُمْ يَسْقُطُوْنَ بِالْاِبْنِ وَابْنِ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفَلَ وَبِالْاَبِ بِالْاِتِّفَاقِ وَبِالْجَدِّ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَيَسْقُطُ بَنُو الْعَلَّاتِ اَيْضًا بِالْاَخِ لِاَبٍ وَاُمٍّ وَبِالْاُخْتِ لِاَبٍ وَاُمٍّ اِذَا صَارَتْ عَصَبَةً۔

ترجمہ:۔

اور علاتی بہنیں حقیقی بہنوں کی مانند ہیں اور ان کے سات حالات ہیں۔ ایک کے واسطے نصف ہے، اور دو یا زیادہ کے لیے دو تہائی ہے، حقیقی بہنوں کے نہ ہونے کے وقت اور ان کے واسطے چھٹا حصّہ ہے ایک حقیقی بہن کے ساتھ دو تہائی مکمل کرنے کی وجہ سے اور وارث نہیں ہوں گی وہ (علاتی بہنیں) دو حقیقی بہنوں کیساتھ مگر یہ کہ ان کے ساتھ علاتی بھائی ہو تو وہ (علاتی بھائی) ان کو عصبہ بنا دے گا اور باقی ترکہ ان کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔ اور چھٹا حال یہ ہے کہ علاتی بہنیں عصبہ ہو جاتی ہیں لڑکیوں اور پوتیوں کے ساتھ

اس دلیل کی وجہ سے جس کو ہم نے ذکر کیا (حقیقی بہنوں کے حالات میں) اور حقیقی بھائی بہن اور علاتی بھائی، بہن سب محروم ہو جاتے ہیں بیٹے اور پوتے کی وجہ سے اگرچہ پوتا اس سے نیچے درجہ کا ہو، اور باپ کے ساتھ (سب محروم ہوتے ہیں) بالاتفاق اور دادا کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور علاتی بھائی بہن، حقیقی بھائی کی وجہ سے بھی محروم ہو جاتے ہیں اور حقیقی بہن کی وجہ سے جب کہ وہ (حقیقی بہن) عصبہ ہو۔

تحقیق الفاظ

اَعیان یہ جمع ہے عین کی، عین کے معنیٰ خیار کل شیٔ، خلاصہ کل شی یعنی اچھی اور عمدہ چیز کے آتے ہیں۔ یہاں مراد وہ بھائی بہن ہیں جن کے ماں، باپ ایک ہوں، چونکہ وہ علاتی، اور اخیافی سے عمدہ و اعلیٰ ہوتے ہیں کہ ان میں دو قرابتیں پائی جاتی ہیں اسی لیے ان کو بنو الاعیان کہا جاتا ہے۔ عَلّات یہ علۃ کی جمع ہے، اور علٌ سے ماخوذ ہے، اس کے معنیٰ سیراب ہونا، شراب کے بعد شراب پینا، اور یہاں پر مراد وہ بھائی بہن ہیں جن کا باپ ایک ہو اور ماں علیحدہ، علیحدہ ہو۔ چونکہ ان کا باپ کبھی یہاں پیاس بجھاتا ہے کبھی دوسری جگہ، اس لیے ان کو بنو العلّات کہا جاتا ہے، اور یا یہ عِلۃ سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنیٰ بیماری کے ہیں۔ چونکہ آدمی متعدد بیوی ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے لیے بیماری و پریشانی کا ذریعہ ہوتا ہے اس لیے اس کی اولاد کو بنو العلّات کہتے ہیں۔ اَخیاف یہ خیف کی جمع ہے اس کے معنیٰ ہیں اختلاف العینین، یعنی آنکھوں کی رنگت کا مختلف ہونا، اور یہاں پر مُراد وہ بھائی، بہن ہیں جن کی ماں ایک ہو اور باپ علیحدہ، علیحدہ۔ چونکہ ان کا باپ بمنزلہ آنکھ کے ہے، اس لیے ان کو بنو الاخیاف کہا جاتا ہے۔

اخوات لِاَبٍ کے حالات

علاتی بہنوں (باپ شریک) کی کل سات حالتیں ہیں ۱۔ نصف (½) ۲۔ ثلثان (⅔) ۳۔ سدس (⅙) ۴۔ محروم لوجود الاخوات لِاَبٍ واُمٍّ ۵۔ عصبہ بالغیر ۶۔ عصبہ مع الغیر

besturdubooks.wordpress.com

ہے محروم لوجود الاب والجد والابن وابن الابن، والاخوۃ۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ
۱۔ اگر علاتی بہن ایک ہو اور میت کے اصولِ مذکر باپ، دادا نیز فروع مطلق، بیٹا
پوتا، بیٹی، پوتی اور حقیقی و علاتی بھائی اور حقیقی بہنوں میں سے کوئی موجود نہ ہو تو وہ نصف
(½) کی مستحق ہوگی۔ ۲۔ اور مذکورہ ورثہ کی عدم موجودگی میں اگر وہ دو یا دو سے زیادہ
ہوں تو ان کو ثلثان (⅔) ملے گا۔ مثلاً

مسئلہ ۲

اخت لاب	عم
نصف	عصبہ
۱	۱

مسئلہ ۳

اخت لاب	اخت لاب	عم
ثلثان		عصبہ
۲		۱

پہلی مثال میں ایک علاتی بہن نصف کی اور دوسری مثال میں دو بہنیں ثلثان کی مستحق
ہونگی، اس لیے کہ مذکورہ شرط اس میں پائی جاتی ہے ۳۔ اگر علاتی بہن کے ساتھ ایک
حقیقی بہن ہو اور مذکورہ ورثہ میں سے کوئی نہ ہو تو علاتی بہن سدس (⅙) کی مستحق ہوگی
دو ثلث مکمل کرنے کی وجہ سے۔ مثلاً

مسئلہ ۶

اخت لاب وام	اخت لاب	عم
نصف	سدس	عصبہ
۳	۱	۲

حقیقی بہن ایک ہونے کی وجہ سے نصف کی مستحق ہے اور علاتی بہن کو سدس کا
استحقاق ہوگا، اس لیے کہ نصف اور سدس مل کر دو ثلث پورا ہوگیا (جو لڑکیوں اور
بہنوں کا حصہ ہے)
۴۔ اگر علاتی بہن کے ساتھ دو یا زیادہ حقیقی بہنیں ہوں یا صرف ایک ہو مگر وہ
لڑکی کے ساتھ عصبہ بن رہی ہو تو علاتی بہن محروم ہوگی۔ مثلاً

مسئلہ ۳

اخت لاب وام	اخت لاب وام	اخت لاب	عم
ثلثان		محروم	عصبہ
۲			۱

مسئلہ ۲

بنت	اخت لاب وام	اخت لاب
نصف	عصبہ مع الغیر	عصبہ مع الغیر / محروم
۱	۱	

پہلی مثال میں دو حقیقی بہنوں کی وجہ سے علاتی بہن محروم ہوگی، اس لیے کہ بہنوں کا
حق زیادہ سے زیادہ دو ثلث تھا وہ حقیقی بہنوں نے لے لیا، لہذا علاتی کے لیے کچھ

باقی نہ رہا۔ دوسری مثال میں حقیقی اور علاتی بہن اگرچہ لڑکی کی وجہ سے عصبہ مع الغیر ہیں مگر حقیقی بہن میں قرابت قوی ہے بہ نسبت علاتی بہن کے اس لیے حقیقی بہن کی موجودگی میں علاتی بہن ضعف قرابت کی بناء پر محروم ہوگی۔

۵۔ اگر علاتی بہن کے ساتھ علاتی بھائی بھی ہو اور کوئی حاجب نہ ہو تو علاتی بہن عصبہ بالغیر ہوگی اور للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدہ کے مطابق بھائی بہن میں تقسیم ہوگی۔ مثلاً

مسئلہ ۳

اخ لاب	اخت لاب	عم
عصبہ	عصبہ بالغیر	عصبہ
۲	۱	محروم

بھائی کو بہن کے مقابلہ میں دو حصے ملیں گے اور بہن کو ایک حصّہ۔

۶۔ اگر علاتی بہن کے ساتھ فروعِ مؤنث لڑکی، پوتی موجود ہو اور کوئی حاجب نہ ہو تو علاتی بہن عصبہ مع الغیر ہوگی، لڑکی کا حصّہ ادا کرنے کے بعد مابقیہ کا استحقاق علاتی بہن کو ہوگا۔ مثلاً

مسئلہ ۲

بنت	اخت لاب
نصف	عصبہ مع الغیر
۱	۱

لڑکی کو تنہا ہونے کی وجہ سے نصف اور باقی علاتی بہن کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے ملے گا۔

۷۔ اگر علاتی بہنوں کے ساتھ میت کے اصولِ مذکر باپ، دادا، یا فروعِ مذکر لڑکا، پوتا (وان سفل) نیز حقیقی بھائی، ان تینوں خاندانوں میں سے کوئی موجود ہوگا تو علاتی بہنیں محروم ہوں گی۔ مثلاً

مسئلہ ۶

اب	ابن	اخت لاب
سدس	عصبہ	محروم
۱	۵	

علاتی بہن باپ کی وجہ سے بھی محروم اور بیٹے کی وجہ سے بھی محروم ہوگی۔

دلیلِ حصر

علاتی بہنوں کی سات ہی حالتیں ہیں۔ اس کی دلیلِ حصر یہ ہے کہ جب میّت نے علاتی بہنوں کو چھوڑا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو

اس کے تین خاندان فروعِ مذکر قریباً کان او بعیداً قلیلاً کان او کثیراً (بیٹا، پوتا وغیرہ) ۲ اصولِ مذکر قریباً کان او بعیداً اعلیٰ قول المختار (باپ، دادا) ۳ حقیقی بھائی میں سے کوئی موجود ہے یا نہیں۔ اگر ان تینوں خاندان میں سے کوئی ایک موجود ہے تو علاتی بہن ایک ہو یا زیادہ محروم ہوں گی، اور اگر ان میں سے کوئی موجود نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو فروعِ مؤنث (لڑکی، پوتی) میں سے کسی کا تحقق ہوگا یا نہیں اگر ہے تو علاتی بہنیں عصبہ مع الغیر ہوں گی، لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ۔ اور اگر ان میں سے بھی کسی کا تحقق نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو علاتی بھائی بھی موجود ہوگا یا نہیں۔ اگر موجود ہے تو بھائی بہن کو عصبہ بنا دے گا اور وہ عصبہ بالغیر کا لقب پائے گی، ان کے مابین ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے طریقہ پر تقسیم ہوگا۔ اگر علاتی بھائی بھی موجود نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں حقیقی بہن موجود ہوگی یا نہیں اگر موجود ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو حقیقی بہن ایک ہوگی یا ایک سے زیادہ ہوں گی، اگر ایک سے زیادہ ہیں تو علاتی بہن ایک ہو یا زیادہ، محروم ہوں گی۔ اور اگر حقیقی بہن ایک ہو تو علاتی بہن سدس (۱/۶) کی مستحق ہوگی دو ثلث مکمل کرنے کی وجہ سے، اور اگر حقیقی بہن میں سے بھی کوئی موجود نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو علاتی بہن ایک ہوگی یا ایک سے زیادہ، اگر زیادہ ہیں تو ثلثان (۲/۳) کی مستحق ہوں گی اور اگر ایک ہے تو اس کو نصف کا استحقاق ہوگا

السّادسۃ کہنے کی وجہ

مصنفؒ نے چھٹی حالت کو بیان کرنے کے لیے السّادسۃ کہا، حالانکہ اس سے پہلی حالتوں میں یہ تعیین نہیں کی اور نہ ہی اس کے بعد ساتویں حالت کو السّابعۃ کہہ کر بیان فرمایا۔ آخر اسی کی کیا خصوصیت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل پانچویں حالت مستقل ہے مگر جب اس کو بیان کیا تو غیر مستقل طریقہ پر تعبیر کیا یعنی حرفِ استثناء "الا" کے

کے ذریعہ اس کو بیان کیا جس سے بظاہر یہ وہم ہو سکتا تھا کہ یہ (پانچویں حالت) چوتھی حالت کا تتمہ ہے اور چھٹی حالت کو پانچویں شمار کر لیتے اس پر تنبیہ کرنے کے لیے السّادسۃ کہا۔

سوال اور اس کا جواب

مگر اس پر سوال یہ ہوگا کہ پوتیوں کے حالات میں بھی پانچویں حالت کو غیر مستقل طریقہ پر یعنی اِلَّا، حرفِ استثناء سے بیان کیا گیا ہے، وہاں پر اس وہم کو کیوں نہیں دور کیا حالانکہ اسی جگہ پر تنبیہ کر دینی چاہیے تھی تاکہ اس پر قیاس کرتے ہوئے یہاں وہم نہ ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پوتیوں کے حالات اور علاتی بہنوں کے حالات بیان کرنے میں فرق ہے چونکہ پوتیوں کے چھ حال ہیں، اگر وہاں پانچویں حالت کو چوتھی حالت کا تتمہ مان لیں تو چھٹی حالت کو پانچویں حالت ماننا پڑتا اور آگے بیان ختم ہو گیا لہٰذا لامحالہ آخری کو چھٹی حالت ماننا پڑے گا۔ اور جو غیر مستقل ہے وہ یقیناً پانچویں حالت ہے۔ چونکہ وہاں پر اس قسم کا وہم نہیں تھا اس لیے الخامسۃ نہیں کہا برخلاف اس جگہ کے کہ اگر یہاں السادسۃ نہ کہا جاتا تو آگے سقوط کا بیان ہے، اصل مذکر اور فرع مذکر کی موجودگی میں محروم ہونا، ہو سکتا تھا کہ ان دونوں کو چھٹی اور ساتویں حالت شمار کر لیتے اس وجہ سے السّادسۃ کہا گیا ہے۔

وبنُوا الْاَعْیَانِ والْعَلَّاتِ الخ اس سے مُراد حقیقی اور علاتی بھائی بہن ہیں علاتی کے ساتھ حقیقی کو بھی ذکر کیا۔ چونکہ حقیقی بہنوں کی پانچویں حالت اور علاتی بہنوں کی ساتویں حالت ایک ہی ہے کہ اصل مذکر یعنی باپ، دادا اور فرع مذکر یعنی بیٹا، پوتا کی موجودگی میں دونوں قسم کی بہنیں محروم ہو جاتی ہیں اس لیے سب کو ایک جگہ ذکر کر دیا تاکہ تکرار نہ ہو، اختصار ہو جائے یہی وجہ ہے کہ جب حقیقی بہنوں کے حالات ذکر کیے تو وہاں پر پانچویں حالت کو بیان نہیں کیا، اشارہ کر دیا کہ آگے آرہی ہے۔

وَبِالْاَبِ بِالْاِتِّفَاقِ وَبِالْجَدِّ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَؒ:۔ حقیقی اور علاتی بھائی بہن، باپ کی موجودگی میں تو بالاتفاق محروم ہو جاتے ہیں مگر دادا (جدِ صحیح) کی موجودگی میں ان کا محروم ہونا مختلف فیہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک محروم اور صاحبینؒ کے نزدیک مستحق۔ امام صاحبؒ کا قول مفتیٰ بہ اور مختار ہے۔ (باب مقاسمۃ الجد" میں اس کی تفصیل موجود ہے)

نوٹ:۔ یہ مسئلہ ان چار مسائل میں سے ہے جہاں پر جدِ صحیح (دادا) باپ کے مثل نہیں ہے، جدِ صحیح کے حالات میں " الا فی اربع مسائل" سے جن چار مسئلوں کو مستثنیٰ کیا ہے ان میں سے یہ ایک مسئلہ ہے۔

وَیَسْقُطُ بَنُوْا الْعَلَّاتِ اَیْضًا بِالْاَخِ لِاَبٍ وَاُمٍّ۔ یہ علاتی بہنوں کی ساتویں حالت کا تتمہ ہے کوئی مستقل حالت نہیں ہے، یعنی جس طرح فرع مذکر اور اصل مذکر کی موجودگی میں علاتی بھائی، بہن محروم ہو جاتے ہیں اسی طرح حقیقی بھائی کی موجودگی میں بھی محروم ہو جاتے ہیں چونکہ حقیقی میں دو قرابتیں ہیں اور علاتی میں ایک۔ قوتِ قرابت کی وجہ سے حقیقی بھائی مستحق ہوگا اور علاتی بھائی بہن ضعفِ قرابت کی وجہ سے محروم ہو جائیں گے۔

تنبیہ مصنفؒ نے اس کو تعبیر کرنے میں لفظ "ایضاً" بالاخ لاب وامٍ سے پہلے ذکر کیا جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سقوط میں بنوا الاعیان بھی داخل ہیں چونکہ عبارت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ "اور محروم ہو جاتے ہیں بنوالعلات بھی حقیقی بھائی کے ساتھ" اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ جس طرح بنوا الاعیان محروم ہوتے ہیں اسی طرح بنوالعلات بھی محروم ہو جاتے ہیں، لہٰذا لفظ "ایضاً" کو بالاخ لاب وامٍ کے بعد لانا صحیح ہے اور عبارت اس طرح ہوگی، وَیَسْقُطُ بنوا العلات بالاخ لاب وام ایضاً، اب اس پر کوئی وہم نہ ہوگا۔

وَبِالْاُخْتِ لِاَبٍ وَاُمٍّ الخ یہ بھی ساتویں حالت کا تتمہ ہے یعنی حقیقی بہن جب عصبہ ہو تو اس کی موجودگی میں علاتی بہن محروم ہو جائے گی، مگر حقیقی بہن کا عصبہ ہونے کی وجہ سے علاتی کو محروم کرنا اس وقت معتبر ہوگا جب وہ میت کی لڑکی یا پوتی کی وجہ سے عصبہ مع الغیر ہو مثلاً

مسئلہ ۲

بنت	اخت لاب وام	اخت لاب
نصف	عصبہ مع الغیر	عصبہ مع الغیر
۱	۱	محروم

مثال میں حقیقی بہن لڑکی کی وجہ سے عصبہ ہے لہٰذا اس کی وجہ سے علاتی بہن محروم ہوگی اور اگر حقیقی بہن حقیقی بھائی کی وجہ سے عصبہ بالغیر ہوگی تو پھر علاتی بہن حقیقی بھائی کی وجہ سے محروم ہوگی نہ کہ بہن کی وجہ سے۔ فافہم۔

دلائل اخوات لاب

(۱) نصف، (۲) ثلثان، (۳) عصبہ بالغیر (۴) اور عصبہ مع الغیر ہونے کے دلائل تو وہی ہیں جو اخوات لابٍ وامٍ کے ذکر کیے گئے ہیں چونکہ اخوات کا لفظ حقیقی اور علاتی دونوں قسم کی بہنوں کو شامل ہے اس لیے یہاں پر ان کے دلائل ذکر کرنے کی حاجت نہیں، البتہ سُدُس (۵) کے مستحق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب بہن خواہ حقیقی ہو یا علاتی، متعدد ہوں تو ان کا حصہ زیادہ سے زیادہ دو ثلث مقرر ہے اس سے زائد نہیں۔ جب ایک حقیقی بہن نصف کی مستحق ہوگی تو دو ثلث مکمل کرنے کے لیے سدس (۱/۶) علاتی بہن کا حق ہوگا چونکہ نصف اور سدس کا مجموعہ ثلثان ہوتا ہے اسی کو تکملۃً للثلثین سے تعبیر کرتے ہیں، اسی سے چھٹی حالت محروم (۶) ہونے کی دلیل بھی معلوم ہوگئی چونکہ جب متعدد حقیقی بہنیں ہوں گی تو دو ثلث کی وہی مستحق ہوں گی، علاتی بہن کے لیے اب کچھ باقی نہ رہا اس لیے وہ دو یا زیادہ حقیقی بہنوں کی وجہ سے محروم ہوگی۔ ساتویں حالت میں حقیقی اور علاتی بھائیوں کے لڑکے کی موجودگی میں محروم (۷) ہونے کی دلیل قرآن پاک کی آیت وَهُوَ يَرِثُهَا اِنْ لَّمْ يَكُنْ

لَّهَا وَلَدٌ الآیۃ یعنی بھائی خواہ حقیقی ہو یا علاتی اپنی بہن کے ساتھ وارث اسوقت ہوگا جب کہ بہن کا لڑکا نہ ہو، یہاں ولد سے مراد لڑکا ہے، اور حقیقی وعلاتی بہنوں کے لڑکے کی وجہ سے محروم ہونے کی دلیل آیت شریفہ لَیْسَ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَہٗ اُخْتٌ فَلَھَا نِصْفُ مَا تَرَكَ الآیۃ ہے یہاں بھی ولد سے مراد لڑکا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر مرنے والے کا لڑکا نہیں ہے اور اس کی بہن موجود ہے خواہ حقیقی ہو یا علاتی تو بہن کو نصف ملے گا (اس کے مفہوم مخالف سے ثابت ہوا کہ اگر لڑکا ہوگا تو پھر بہن محروم ہوگی) اور پوتے کی وجہ سے ان سب کا محروم ہونا اس وجہ سے ہے کہ پوتا، لڑکے کے قائم مقام ہوتا ہے لڑکے کی عدم موجودگی میں۔ اور باپ کی موجودگی میں ان لوگوں کا محروم ہونا اس وجہ سے ہے کہ قرآنِ پاک کی آیت قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ الآیۃ میں حقیقی وعلاتی بھائی بہنوں کا وارث ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ میت کلالہ ہو، اور کلالہ اس میت کو کہتے ہیں جس کا باپ اور بیٹا نہ ہو لہٰذا اگر میت کلالہ نہ ہو بلکہ اس کا باپ موجود ہو تو حقیقی وعلاتی بھائی بہن سب محروم ہوں گے۔ دادا کی وجہ سے محروم ہونے کی دلیل "باب مقاسمۃ الجد" میں تفصیل سے آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور حقیقی بھائی کی موجودگی میں علاتی کا محروم ہونا اس وجہ سے ہے کہ حقیقی بھائی قائم مقام لڑکے کے ہے اور علاتی پوتے کے قائم مقام ہے، ظاہر ہے کہ لڑکے کی موجودگی میں پوتا محروم ہوتا ہے نیز حقیقی بھائی میں دو قرابتیں ہیں لہٰذا وہ اقویٰ ہے اور علاتی میں ایک قرابت ہے وہ ضعیف ہے اور قاعدہ ہے اقویٰ کی موجودگی میں ضعیف محروم ہوتا ہے اس لیے حقیقی کی وجہ سے علاتی محروم ہو جاتا ہے۔

وَاَمَّا لِلْاُمِّ فَاَحْوَالٌ ثَلَاثٌ اَلسُّدُسُ مَعَ الْوَلَدِ اَوْ وَلَدِ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفَلَ اَوْ مَعَ الْاِثْنَيْنِ مِنَ الْاِخْوَةِ وَالْاَخَوَاتِ فَصَاعِدًا مِنْ اَيِّ جِهَةٍ كَانَا وَثُلُثُ الْكُلِّ

عِنْدَ عَدَمِ هٰؤُلَاءِ الْمَذْكُوْرِيْنَ وَثُلُثُ مَا بَقِيَ بَعْدَ فَرْضِ اَحَدِ الزَّوْجَيْنِ وَذٰلِكَ فِيْ مَسْئَلَتَيْنِ زَوْجٍ وَّاَبَوَيْنِ وَزَوْجَةٍ وَّاَبَوَيْنِ وَلَوْ كَانَ مَكَانَ الْاَبِ جَدٌّ فَلِلْاُمِّ ثُلُثُ جَمِيْعِ الْمَالِ اِلَّا عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاِنَّ لَهَا ثُلُثُ الْبَاقِيْ

ترجمہ:

اور بہر حال ماں کے تین حال ہیں، چھٹا حصہ اولاد (بیٹا، بیٹی) یا بیٹے کی اولاد (پوتا پوتی) کے ساتھ خواہ اس سے نیچے درجے کے ہوں۔ یا دو بھائی و بہنوں اور اس سے زائد کے ساتھ وہ کسی جہت سے ہوں، اور کل ترکہ کا ثلث ہے ان مذکورہ ورثہ کے نہ ہونے کے وقت اور زوجین میں سے کسی ایک کا حصہ ادا کرنے کے بعد جو باقی رہا اس کا ثلث ملے گا، اور یہ دو مسئلوں میں ہے ١ شوہر اور ماں، باپ ہوں۔ اور بیوی اور ماں، باپ ہوں۔ اور اگر باپ کی جگہ دادا ہو تو ماں کے لیے تمام مال کا ثلث ہوگا مگر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بے شک ماں کو اس صورت میں ثلثِ ما بقی ملے گا۔

دلیلِ حصر

ماں کی تین حالتیں ہیں۔ اس کی دلیلِ حصر یہ ہے کہ میت نے اپنی ماں کو تو چھوڑا ہی ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کے دو خاندان (١ فرعِ مطلق، مذکر ہو یا مؤنث، قریب کا ہو یا بعید، قلیل ہو یا کثیر ٢ بھائی بہنوں میں سے کم از کم دو کا تحقق ہو خواہ وہ کسی بھی جہت کے ہوں) میں سے کوئی موجود ہے یا نہیں، اگر ہے تو ماں کو سدس (⅙) ملے گا اور اگر ان دونوں خاندانوں میں سے کوئی موجود نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو ماں کا اختلاط باپ کے ساتھ مع احد الزوجین ہوگا یا نہیں، اگر نہیں ہے تو کل مال کا ثلث حصہ ماں کو ملے گا اور اگر ماں کا اختلاط باپ کے ساتھ مع احد الزوجین ہے تو ماں کو ثلث ما بقی ملے گا۔

ام کے حالات

ماں ان ذوی الفروض میں سے ہے جن پر حجب حرمان واقع نہیں ہوتا، اس کے کل تین حال ہیں۔ ۱۔ سدس ۲۔ ثلث کل ۳۔ ثلث مابقی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر میّت کے ورثہ میں اس کی اولاد فروع مطلق یعنی لڑکا، لڑکی، پوتا، پوتی یا کم از کم دو بھائی یا دو بہنیں یا ایک بھائی ایک بہن میں سے کوئی ہو، خواہ وہ بہن، بھائی حقیقی ہوں یا علاتی ہوں یا اخیافی، یا بعض حقیقی بعض علاتی اور بعض اخیافی ہوں نیز محض مذکر ہو یا محض مؤنث، تو اس صورت میں ماں سدس (۱/۶) حصہ کی مستحق ہوگی۔ مثلاً

مسئلہ ۶

ابن	ام
عصبہ	سدس
۵	۱

ماں کو سدس (۱/۶) حصہ ملے گا لڑکے کی وجہ سے اور اگر ان مذکورہ ورثہ میں سے کوئی موجود نہیں نیز باپ اور زوجین (شوہر یا بیوی) میں سے بھی کوئی نہیں ہے تو ماں کو کل ترکہ کا ثلث (۱/۳) ملے گا۔ مثلاً

مسئلہ ۳

عم	ام
عصبہ	ثلث کل
۲	۱

اس حالت میں ماں کل ترکہ کے ثلث حصہ کی مستحق ہوگی، چونکہ مذکورہ ورثہ میں سے کوئی موجود نہیں ہے اور اگر باپ اور زوجین میں سے کوئی موجود ہو تو احد الزوجین کا حصہ نکالنے کے بعد جو باقی بچے اس کا تہائی حصہ ماں کو دیا جائے گا اسی کو ثلث مابقی سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ حصہ صرف دو مسئلوں میں پایا جاتا ہے جس کو مصنفؒ نے ذکر کیا ہے۔ پہلا مسئلہ یہ ہے

مسئلہ ۶

ام	اب	زوج
ثلث مابقی	عصبہ محض	نصف
۱	۲	۳

اس مسئلہ میں اولاً شوہر کو نصف

ادا کیا جو تین ہوتا ہے اور چھ سے تین ادا کرنے کے بعد تین مابقی بچے اس مابقی کا ثلث یعنی ایک حصہ ماں کو ملے گا اور باقی دو حصے عصبہ محض ہونے کی حیثیت سے باپ کو ملیں گے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے

مسئلہ ۴

زوجہ	اب	ام
ربع	عصبہ محض	ثلث مابقی
۱	۲	۱

اس مسئلہ میں پہلے بیوی کا حصہ ربع جو چار میں سے ایک ہوتا ہے ادا کیا اس کے بعد تین باقی بچا اس کا ثلث یعنی ایک ماں کو ملے گا (اسی کو ثلث مابقی سے تعبیر کیا گیا ہے) اور باقی دو حصوں کا استحقاق عصبہ محض ہونے کی حیثیت سے باپ کو ہوگا۔

دلائلِ احوالِ اُم ام کے لیے سدس کا فیصلہ کیا گیا فروعِ مطلق کی موجودگی میں اس کی دلیل قرآن میں موجود ہے، فرمایا "وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ الآیۃ۔ ولد کا اطلاق مذکر و مؤنث دونوں قسم کی اولاد پر ہوتا ہے اور ولد مذکر کی اولاد بھی ولد کہلاتی ہے اس لیے ابن الابن، اور بنت الابن بھی اس میں داخل ہیں۔ لہٰذا آیت سے ثابت ہوا کہ اگر ولد موجود ہو تو ماں کا حصہ سدس ہوگا۔ اور کم از کم دو بھائی بہن کی موجودگی میں بھی ماں کا حصہ سُدس ہے اس کی دلیل قرآنِ پاک کی یہ آیت ہے "فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ الآیۃ"، اخوۃ میں ہر قسم کے بھائی بہن داخل ہیں، لہٰذا ان کی موجودگی میں ماں کو سُدس ملے گا۔ اور ثلثِ کل کے مستحق ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول " فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ الآیۃ ہے، آیت سے ثابت ہوا کہ ماں ثلث کی مستحق ہوگی مگر یہ حصہ اس وقت ملے گا جبکہ میت کی اولاد نہ ہو اور باپ اور ماں کے ساتھ زوجین میں سے کوئی موجود نہ ہو اس لیے کہ اگر ماں اور باپ کے ساتھ شوہر یا بیوی ہو تو جمہور

صحابہؓ اور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ ماں ثلث مابقی کی مستحق ہوگی، یہی مفتیٰ بہ ہے اگرچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اس میں اختلاف کیا ہے دلیل اس کی قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیت فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ الآیۃ ہی ہے چونکہ " وورثہ ابوہ " کا مطلب یہ ہے کہ اگر "ابوین" کے علاوہ کوئی اور وارث موجود ہو تو اس کا حصہ ادا کرنے کے بعد جو باقی بچے اس کے مستحق ابوین ہیں لہٰذا اس مابقی کا ثلث ماں کے لیے ہے۔

وَلَوْ کَانَ مَکَانَ الْاَبِ جَدٌّ الخ اگر مذکورہ دو مسئلوں میں (جن میں ام ثلث مابقی کی مستحق ہوتی ہے) باپ کی جگہ دادا (جدِ صحیح) ہو تو اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا اب بھی ام کو ثلث مابقی ملے گا یا ثلثِ کل ملے گا۔ قاضی ابویوسفؒ کے نزدیک جد کی موجودگی میں بھی ام کو ثلث مابقی ہی ملے گا ان کے نزدیک اس مسئلہ میں گویا جد مثلِ اب ہے مگر حضرات احنافؒ کے نزدیک اس مسئلہ میں جد مثل اب نہیں ہے اور باپ کی جگہ اگر جد ہو تو ام کو کل ترکہ کا ثلث دیا جائے گا یہی مفتیٰ بہ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تو باپ کی موجودگی میں بھی ماں کو ثلث کل دلواتے ہیں تو جد کی موجودگی میں وہ ثلثِ مابقی کیسے تسلیم کر سکتے ہیں لہٰذا جد کی موجودگی میں تو ام کو کل کا ثلث ہی ملنا چاہیے۔

نوٹ:۔ یہ مسئلہ ان مسائلِ اربع میں سے ہے جہاں جد مثلِ اب نہیں ہے۔

وَلِلْجَدَّةِ السُّدُسُ لِاُمٍّ کَانَتْ اَوْ لِاَبٍ وَاحِدَةً کَانَتْ اَوْ اَکْثَرَ اِذَا کُنَّ ثَابِتَاتٍ مُتَحَاذِيَاتٍ فِي الدَّرَجَةِ وَيَسْقُطْنَ کُلُّهُنَّ بِالْاُمِّ وَالْاَبَوِيَّاتُ اَيْضًا بِالْاَبِ وَکَذٰلِکَ بِالْجَدِّ اِلَّا اُمَّ الْاَبِ وَاِنْ عَلَتْ فَاِنَّهَا تَرِثُ مَعَ الْجَدِّ لِاَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ قِبَلِهِ وَالْقُرْبٰى مِنْ اَيِّ جِهَةٍ کَانَتْ تَحْجُبُ الْبُعْدٰى

مِنْ اَيِّ جِهَةٍ كَانَتْ وَارِثَةً كَانَتِ الْقُرْبٰى اَوْ مَحْجُوْبَةً وَاِذَا كَانَتِ الْجَدَّةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ وَاحِدَةٍ كَاُمِّ اُمِّ الْاَبِ وَالْاُخْرٰى ذَاتَ قَرَابَتَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ كَاُمِّ اُمِّ الْاُمِّ وَهِيَ اَيْضًا اُمُّ اَبِ الْاَبِ بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ

ام — ام — ام — ذو قرابتین | اب — ام — ام — ذی قرابۃ واحدۃ

ام — ام — ام — ام — ذات قرابات ثلاث | اب — اب — ام — ام — ذی قرابۃ واحدۃ
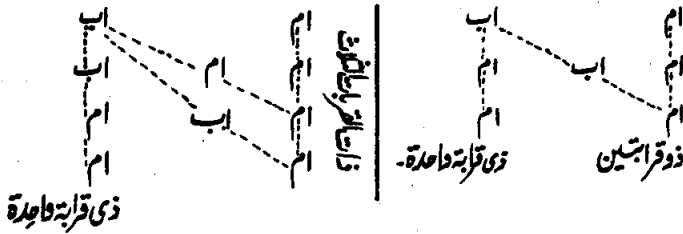
يُقَسَّمُ السُّدُسُ بَيْنَهُمَا عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْصَافًا بِاعْتِبَارِ الْاَبْدَانِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَثْلَاثًا بِاعْتِبَارِ الْجِهَاتِ۔

ترجمہ:

اور جدہ صحیحہ (دادی نانی) کے لیے چھٹا حصہ ہے، ماں کی جانب سے ہو وہ یا باپ کی جانب سے (ام الام یا ام الاب) ایک ہو وہ یا زیادہ بشرطیکہ وہ صحیحہ ہوں اور درجہ میں برابر ہوں۔ اور محروم ہو جاتی ہیں تمام دادیاں (امویات ہوں یا ابویات) ماں کی وجہ سے اور ابویات دادیاں (امّ الاب) باپ کی وجہ سے بھی محروم ہو جاتی ہیں اور اسی طرح دادا کی وجہ سے، مگر ام الاب محروم نہ ہوگی دادا کی وجہ سے اگرچہ یہ دادی اس سے اوپر درجہ کی ہو۔ بے شک وہ مستحق ہوگی دادا کے ساتھ اس لیے کہ وہ دادا کے واسطے سے نہیں ہے اور قریب کی دادی کسی جانب کی ہو (ابویات ہو یا امویات) محروم کر دیتی ہے وہ بعید والی دادی کو خواہ وہ کسی جانب کی ہو، قریب والی دادی خواہ وارث ہو یا محروم، اور جب کہ ہو دادی ایک

قرابت والی جیسے ام ام الاب (باپ کی نانی) اور دوسری دادی دو قرابت والی یا اس سے زائد جیسے ام ام الام (ماں کی نانی) اور وہی ام اب الاب (باپ کی دادی) بھی ہے اس صورت کے مطابق (متن کے نقشہ کے مطابق) تو چھٹا حصّہ ان کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے گا ابدان (رؤس) کا اعتبار کرتے ہوئے قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک اور امام محمدؒ کے نزدیک اثلاثا تقسیم ہوگا جہات (قرابۃ) کے اعتبار سے (دو حصّے دو قرابت والی کے اور ایک حصّہ ایک قرابت والی کا)

جدہ کے حالات

جدہ سے مراد جدہ صحیحہ ہے جو ذوی الفروض میں داخل ہے اس کی تعریف ماقبل میں گذر چکی ہے۔ جدہ کے کل دو حال ہیں، ایک حال مال لینے کا اور دوسرا محروم ہونے کا چنانچہ جدات خواہ ایک ہو یا ایک سے زیادہ، کل ترکہ کے چھٹے حصّہ کی مستحق ہے بشرطیکہ کوئی حاجب نہ ہو، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے اگر ایک سے زیادہ جدات ہوں تو چھٹا حصّہ ان میں برابر تقسیم کیا جائے گا نیز وہ جدات خواہ امویات کے قبیل سے ہوں یا ابویات کے قبیل سے، امویات وہ جدہ کہلاتی ہے جو ماں کے واسطہ سے آئے جیسے ام الام (نانی) اور ابویات وہ جدہ کہلاتی ہے جو باپ کے وسطے سے آئے جیسے ام الاب (دادی)

جدات کے مستحق ہونے کی شرطیں

جدات کے مستحق ہونے کی چند شرطیں ہیں ۱۔ جدات صحیحہ ہوں ۲۔ درجہ میں برابر ہوں ۳۔ کوئی حاجب نہ ہو صحیحہ کی قید سے فاسدہ خارج ہوگئی چونکہ جدۂ فاسدہ ذوی الارحام میں داخل ہے لہٰذا صحیحہ کی موجودگی میں فاسدہ محروم ہوگی۔ اگر درجات میں برابری نہیں بلکہ بعض اقرب ہیں اور بعض ابعد تو اقرب کی موجودگی میں ابعد محروم ہوں گی، نیز حاجب کی موجودگی میں (جن کی تفصیل آگے آرہی ہے)، بھی جدات محروم ہوں گی۔

وَيَسْقُطْنَ كُلُّهُنَّ بِالْاُمِّ الخ یہ جدہ کی دوسری حالت محروم ہونے کا بیان ہے۔

جدۂ صحیحہ کیلئے حاجب کون ہے

تین قسم کے وارث جدّۂ صحیحہ کو محروم کر دیتے ہیں ۱۔ ام، ۲۔ اب ۳۔ جدِ صحیح اس کی تفصیل یہ ہے کہ ام کی موجودگی میں تو ہر قسم کی دادیاں محروم ہو جائیں گی خواہ وہ ابویات ہوں یا امویات۔ لہٰذا "ام" جس طرح ام الام کیلئے حاجب ہے اسی طرح ام الاب کیلئے بھی حاجب ہو گی۔ اور "اب" صرف اسی جدہ کو محروم کرتا ہے جو ابویات کے قبیل سے ہو یعنی ام الاب، اب کی وجہ سے تو محروم ہو گی مگر ام الام "اب" کی وجہ سے محروم نہ ہو گی۔

مثلاً

اب	ام الام	ام الاب
عصبہ	سدس	محروم

مثال مذکور میں ام الام چھٹے حصہ کی مستحق ہو گی اور ام الاب، اب کی وجہ سے محروم ہو گی۔ اور ابویات دادیاں جس طرح "اب" کی وجہ سے محروم ہوتی ہیں اسی طرح جد کی وجہ سے بھی محروم ہوں گی مگر جد، ام الاب کے لیے حاجب نہ ہو گا اسی طرح ام ام الاب، اور ام ام الاب (وان علت) کے لیے بھی حاجب نہ ہو گا البتہ ام اب الاب کے لیے اور ام ام اب الاب (وان علت) کے لیے "جد" حاجب ہو گا۔

جدات کے محروم ہونے کا قاعدہ

جدات کے محروم ہونے کا قاعدہ یہ ہے کہ واسطہ کا مال لینا مستلزم ہوتا ہے ذی واسطہ کے محروم ہونے کو۔ نیز واسطہ اور ذی واسطہ کے مال لینے کی جہت ایک ہو۔

اس قاعدہ کی روشنی میں غور کیجئے کہ "ام"، ہر قسم کی دادیوں کو محروم کر دیتی ہے چونکہ وہ ام الام میں واسطہ بھی بن رہی ہے اور دونوں کے مال لینے کی جہت بھی ایک ہے اور "ام" ام الاب کے لیے بھی حاجب ہوتی ہے، اس میں ام اگرچہ واسطہ نہیں ہے مگر مال لینے کی جہت ایک ہے یعنی ام بھی اصل مؤنث اور ام الاب بھی اصل مؤنث ہے لہٰذا ام قریبہ کی موجودگی میں ام الاب بعیدہ محروم ہو گی، اور "اب"، ام الاب کو محروم کر دیتا ہے چونکہ

وہ ام الاب اور ابویات دادیوں کے لیے واسطہ ہے اور "اب" ام الام کو محروم نہیں کرتا اس لیے کہ وہ ام الام کے لیے نہ تو واسطہ ہے اور نہ دونوں کے مال لینے کی جہت ایک ہے اس لیے کہ ام الام اصل مؤنث ہے اور "اب" اصل مذکر ہے۔ اسی طرح جد (اب الاب) ام الاب کو محروم نہیں کرے گا اس لیے کہ نہ وہ واسطہ ہے اور نہ جہتِ استحقاق میں متحد ہے، نیز "جد" ام ام الاب اور ام ام ام الاب (وان علت) میں سے کسی کو بھی محروم نہ کرے گا بلکہ وہ اب الاب کی موجودگی میں وارث ہوں گی اس لیے کہ اب الاب ان میں واسطہ نہیں ہے، لہٰذا ام اب الاب، اور ام ام اب الاب (وان علت) کے لیے "جد" حاجب ہوگا، چونکہ ان میں واسطہ بن رہا ہے، اسی وجہ سے جدۂ قریبہ، جدۂ بعیدہ کے لیے حاجب ہوتی ہے خواہ قریبہ خود مستحق ہو یا محروم ہو رہی ہو۔ چونکہ قریبہ واسطہ ہوتی ہے بعیدہ کا، جب واسطہ مال نہیں لے رہا ہے تو ذی واسطہ کیسے مال لے سکتا ہے۔ واسطہ کا فساد مستلزم ہوتا ہے ذی واسطہ کے فساد کو اس کو مثال سے سمجھئے۔ مثلاً

مسئلہ

اب	ام الاب	ام ام الام	ام اب اب الاب
عصبہ محض	جدہ صحیحہ	جدہ صحیحہ	جدہ صحیحہ
۱	محروم لوجود الاب	محروم لوجود القربیٰ ای ام الاب	محروم لوجود الاب والقربیٰ

اس مثال میں ام الاب تو باپ کی وجہ سے محروم ہوگی اور ام ام الام چونکہ بعیدہ ہے اس لیے ام الاب قریبہ کی وجہ سے محروم ہوگی اگرچہ قریبہ خود محروم ہے، اور ام اب اب الاب، یہ اب اور قریبہ دونوں کی وجہ سے محروم ہوگی۔

فائدہ جد یعنی اب الاب کی موجودگی میں ام الاب کا وارث ہونا اور اب کی وجہ سے ام الاب کا محروم ہونا، یہ ان چار مسائل میں سے ہے جہاں پر جد مثل "اب" نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

دلائل جدات

جدات کے بارے میں جو احکامات بیان کیے گئے ہیں یہ قرآن کریم میں تو صراحۃً موجود نہیں، البتہ احادیث اور صحابۂ کرامؓ کے اجماع سے ثابت ہیں۔ چنانچہ ایک جدہ کے لیے سدس ہونے پر دلیل وہ حدیث ہے جس کو ابو سعید خدریؓ، مغیرہ بن شعبہؓ اور قبیصہ بن ذویبؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دادی کو چھٹا حصّہ دینے کا فیصلہ فرمایا۔ (رواہ الحاکم)

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَضٰی لِلْجَدَّۃِ مِنَ المِیرَاثِ السُّدُسَ۔[۱]

یہ حکم اس وقت ہے جب کہ "ام" نہ ہو اس کی صراحت بھی حدیث شریف میں موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللْجَدَّۃُ السُّدُسُ اِذَا لَمْ تَکُنْ دُوْنَھَا اُمٌّ۔[۲]

ان روایات سے ایک جدہ کو "ام" کی عدم موجودگی میں چھٹا حصّہ دینا ثابت ہوا۔ اور اگر متعدد دادی ہوں، درجہ میں سب برابر ہوں تو وہ سب چھٹے حصّہ میں برابر کی شریک ہوں گی بشرطیکہ کوئی حاجب نہ ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن احمدؒ نے اپنی مسند میں عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَضٰی لِلْجَدَّتَیْنِ مِنَ الْمِیْرَاثِ بِالسُّدُسِ بَیْنَھُمَا[۳] (رواہ الحاکم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جدہ کے لیے میراث سے چھٹا حصّہ دینے کا فیصلہ کیا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ حدیث پاک میں واقعہ مذکور ہے کہ ایک دادی (ام الام) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا کہ میرے نواسے (ابن البنت) کی میراث میں سے مجھے حصّہ دیجئے، صدیق اکبرؓ نے جواباً فرمایا کہ ابھی صبر کرو تاکہ میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرلوں، اس لیے کہ تیرا حصّہ کتاب اللہ میں منصوص نہیں پاتا ہوں اور نہ تیری (ام الام) وراثت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] موطاء امام مالکؒ [۲] ابو داؤد ص ۴۵ ج ۲ [۳] اعلاء السنن ص ۲۷۹ ج ۱۸۔

نے دادی (ام الام) کو چھٹا حصّہ دلوایا تھا۔ ابوبکر صدیق رضؓ نے معلوم کیا کہ کوئی اور بھی آپ کے ساتھ اس وقت موجود تھا جس کو یہ معلوم ہو تو محمد ابن مسلمۃ رضؓ نے اس بات کی گواہی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ (ام الام) کو چھٹا حصّہ دیا ہے، لہٰذا ابوبکر صدیق رضؓ نے اس جدہ کو چھٹا حصّہ دیدینے کا فیصلہ فرمادیا۔ پھر اسی میت کی دوسری جدہ جو "ام الاب" تھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور اس نے اپنے پوتے (ابن الابن) کی میراث کا مطالبہ کیا تو حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ جدہ کا چھٹا حصّہ متعین ہے اور وہ پہلی جدہ یعنی ام الام کو دیدیا گیا، تو اس پر ام الاب نے کہا کہ جب ام الام کو مال دیا جاسکتا ہے تو مجھکو یعنی ام الاب کو بدرجۂ اولیٰ مال ملنا چاہیئے۔ اس لیے کہ اگر ام الام کا انتقال ہوتا تو اس کا نواسا (ابن البنت) وارث نہیں ہوگا، اور اگر میرا (ام الاب) کا انتقال ہو تو پوتا (ابن الابن) میرا وارث ہوگا۔ لہٰذا مجھ کو پوتے کی میراث ملنی چاہیے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضؓ نے فیصلہ فرمادیا کہ چھٹا حصہ وہ دونوں آپس میں برابر تقسیم کرلیں[1] (یعنی سدس میں دونوں برابر کی شریک ہوں۔) رواہ احمد دارمی، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد)

لہٰذا معلوم ہوا کہ جب متعدد دادی ہوں اور متحاذی فی الدرجہ ہوں تو وہ سب سدس میں برابر برابر کی شریک ہوں گی۔ خیر القرون میں صحابۂ کرام کا اس پر اجماع ہوگیا ہے۔

جدات میں تفاوتِ قرابت کا مسئلہ

ما قبل کے بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایک وقت میں متعدد جدات ہوسکتی ہیں اور وہ سب صرف چھٹے (۱/۶) حصّہ کی مستحق ہوں گی۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر دو جدہ صحیحہ متحاذی فی الدرجہ ہوں اور ان کی قرابتوں میں تفاوت ہو ایک جدہ میں ایک قرابت اور دوسری میں دو قرابتیں یا تین قرابتیں، علیٰ ہٰذا القیاس قرابتوں میں اختلاف وتفاوت ہو تو قرابتوں کے تفاوت سے ان کے مابین

---

[1] ابن ماجہ صفحہ ۳۰۲ ج ۲،

چھٹا ۱/۶) حصہ تقسیم کرنے میں بھی ان قرابتوں کا لحاظ کیا جائے گا یا دونوں کو برابر دیا جائے گا اس مسئلہ میں قاضی ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا اختلاف ہے۔ قاضی ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ قرابتوں کے تفاوت سے ان کے حصّوں میں تفاوت نہ ہوگا بلکہ دونوں جدات کو ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے برابر حصّہ دیا جائے گا مگر امام محمدؒ کے نزدیک تفاوت ہوگا چھٹے حصے کو تین حصوں پر تقسیم کر کے دو قرابت والی کو دو حصّے ملیں گے اور ایک قرابت والی کو ایک حصّہ دیا جائے گا۔ مثلاً بکر مرحوم کی دو جدہ مسماۃ زینب اور کلثوم ہیں، زینب سے اس کی دو قرابتیں ہیں اور کلثوم سے ایک قرابت ہے، یا زینب میں تین قرابتیں اور کلثوم میں ایک ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے تفاوتِ قرابت سمجھئے۔
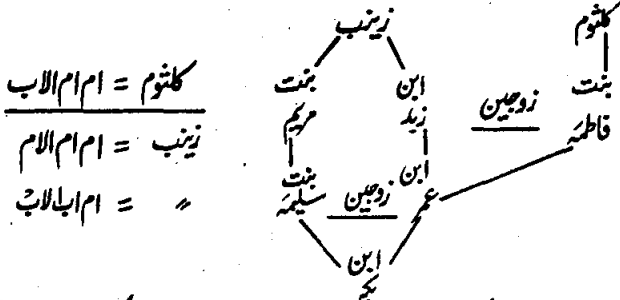
مسماۃ کلثوم نے اپنی لڑکی فاطمہ کا نکاح زینب کے لڑکے زید سے کر دیا ان سے ایک لڑکا عمر پیدا ہوا جو کلثوم کا نواسہ اور زینب کا پوتا ہوا۔ پھر زینب نے اپنے پوتے عمر ابن زید کا نکاح اپنی نواسی سلیمہ بنتِ مریم سے کر دیا، عمر اور سلیمہ سے ایک لڑکا بکر پیدا ہوا، تو بکر کی مسماۃ کلثوم سے ایک قرابت ہوئی کہ وہ بکر کے باپ عمر کی ماں فاطمہ کی ماں ہے یعنی ام ام الاب ہے، اور مسماۃ زینب سے دو قرابتیں ہوئیں اس لیے کہ وہ بکر کی ماں سلیمہ اور اس کی ماں مریم کی ماں ہے یعنی ام ام الام ہے اور دوسری جانب سے وہ بکر کے باپ عمر اور اس کے باپ زید کی ماں ہے یعنی ام اب الاب ہے۔ جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو اب احکامات سنیے کہ بکر نے اپنے انتقال پر صرف دو جدّہ مسمّاۃ کلثوم اور مسمّاۃ زینب کو چھوڑا ہے تو

قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک سدس حصہ دونوں کو برابر دیا جائے گا ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے اور امام محمدؒ کے نزدیک سدس کو تین حصوں پر تقسیم کر کے دو حصے زینب کو دیں گے جس میں دو قرابت ہیں اور ایک حصہ ایک قرابت والی یعنی مسماۃ کلثوم کو دیا جائے گا جہاتِ قرابت کا اعتبار کرتے ہوئے۔

مندرجہ ذیل صورت ایک قرابت والی جدہ اور دوسری تین قرابت والی جدہ کی ہے جو ایک درجہ کی ہیں۔

زینب
بنت زاہدہ — بنت مریم — ابن زید
بنت خالدہ — بنت سلیمہ ---زوجین--- ابن عمر
بنت فریدہ ---زوجین--- ابن بکر
ابن زاہد
کلثوم
بنت فاطمہ ---زوجین--- ابن زید

کلثوم = ام ام اب الاب
زینب = ام ام ام الام
〃 ام ام ام الاب
〃 ام اب اب الاب
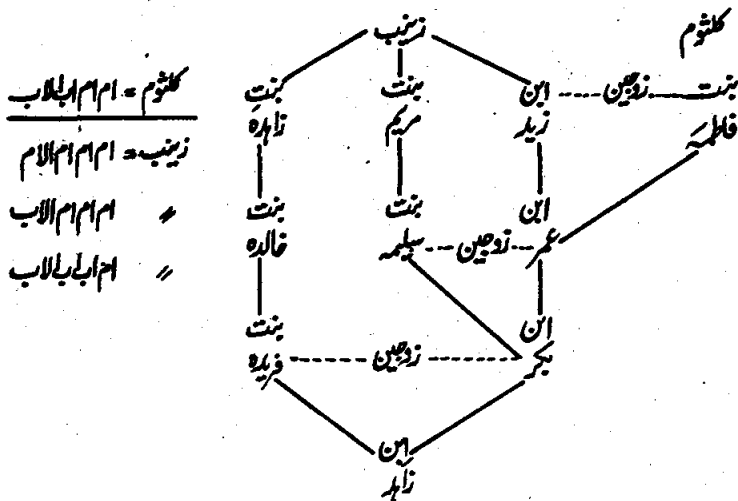
توضیح اس کی یہ ہے کہ مذکورہ ایک اور دو قرابت والی جدات کے نقشہ میں زینب کی ایک لڑکی مسماۃ زاہدہ اور ہے اس نے اپنی نواسی فریدہ بنت خالدہ کا نکاح بکر ابن عمر ابن زید ابن زینب سے کر دیا اور یہی بکر ابن سلیمہ بنت مریم بنت زینب بھی ہے۔ بکر اور فریدہ سے ایک لڑکا زاہد پیدا ہوا، اب زاہد کا انتقال ہوا، اس نے اپنے ورثہ میں دو دادیاں مسماۃ کلثوم اور مسماۃ زینب کو چھوڑا حال یہ ہے کہ کلثوم سے اس کی صرف ایک قرابت ہے کہ وہ ام ام اب الاب ہے یعنی زاہد کے دادا عمر کی نانی ہے، اور زینب سے اس کی تین قرابتیں ہیں کہ وہ

ایک جانب سے ام ام ام الام ہے یعنی زاہد کی نانی خالدہ کی نانی ہے۔ اور دوسری قرابت ام ام ام الاب ہے یعنی زاہد کے باپ بکر کی نانی مریم کی ماں ہے۔ اور تیسری قرابت ام اب اب الاب ہے یعنی زاہد کے دادا عمر کی دادی ہے۔ اس صورت میں امام محمدؒ کے نزدیک سدس کے چار حصے ہوں گے، ایک حصہ ایک قرابت والی یعنی کلثوم کو ملے گا اور تین حصے زینب کو (تین قرابت کی وجہ سے) ملیں گے، اور قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک سدس دونوں جدات کو برابر، برابر ملے گا۔

دلائل فریقین

امام محمدؒ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ میراث کا مدار جہاتِ قرابت کے اعتبار سے ہے نہ کہ اشخاص کے اعتبار سے لہٰذا جس کے اندر قرابت زیادہ ہوگی اس کو اسی اعتبار سے زیادہ حصہ ملے گا اور قیاس کیا اس مسئلہ پر کہ ہندہ نے اپنے ورثہ میں دو چچازاد بھائی وارث چھوڑے راشد اور ساجد، ان میں سے راشد ہندہ کا شوہر بھی ہے۔ مثلاً

مسئلہ ۲×۲=۴

زوج وابن العم	ابن العم
راشد	ساجد
½ + ۱	۱
۳	

راشد کو شوہر ہونے کی حیثیت سے بطور فرض اولاً نصف حصہ ملے گا اور باقی نصف عصبہ ہونے کی حیثیت سے راشد اور ساجد دونوں پر برابر تقسیم ہوگا لہٰذا چار حصوں میں سے تین راشد کو ملیں گے، دو حصے شوہر ہونے کی وجہ سے اور ایک حصہ چچازاد بھائی ہونے کی وجہ سے اور ساجد کو صرف چچازاد بھائی ہونے کی وجہ سے ایک حصہ ملے گا تو جس طرح راشد میں دو قرابتیں شوہر، وابن العم ہونے کی وجہ سے اس کو ساجد سے زیادہ ترکہ ملا حالانکہ وہ بھی ابن العم ہے تو اسی طرح جس جدہ میں ایک قرابت ہوگی اس کو ایک حصہ اور جس میں دو یا تین یا اس سے زائد قرابتیں ہوں گی اس کو اسی اعتبار سے دو یا تین یا چار حصے ملیں گے۔ بظاہر تو وہ ایک ہے مگر

حکم میں متعدد ہے۔

قاضی ابویوسفؒ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ میراث کا مدار جہات قرابت پر اس وقت معتبر ہوگا جبکہ دوسری قرابت سے اس کا نام بھی دوسرا ہوگیا ہو اور دوسرے نام کی وجہ سے وہ مستحق میراث بھی ہو۔ اگر متعدد قرابتوں کے بعد بھی ایک ہی نام رہا تو وہ قرابت میراث کا سبب نہ ہوگی، لہٰذا جدات میں ایک قرابت ہو تو بھی وہ جدہ کہلاتی ہے اور دو یا اس سے زائد قرابت ہوں تو تب بھی وہ جدہ ہی کہلاتی ہے اس لیے اس کو بھی اتنا ہی حصہ ملے گا جتنا ایک قرابت والی کو دیا گیا ہے۔ اور جس مسئلہ پر فریق اول نے قیاس کیا ہے وہ قیاس مع الفارق ہے اس لیے کہ اس میں تعدد قرابت سے تعدد اسماء بھی پایا جارہا ہے چونکہ ایک قرابت سے وہ ابن العم ہے اور دوسری قرابت سے زوج ہے لہٰذا جب دو قرابتوں سے اس کے دو علیحدہ علیحدہ نام ہوگئے تو دونوں کا اعتبار کرکے دونوں حیثیت سے اس کو حصہ دیا جائے گا برخلاف جدات کے کہ ان میں قرابت کے زیادہ ہونے سے دوسرا نام نہیں ہوتا بلکہ وہ جدہ ہی کہلاتی ہے اس لیے اس کو بھی ایک ہی حصہ ملے گا۔

مفتیٰ بہ قول

فتویٰ قاضی ابویوسفؒ کے قول پر ہے۔ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کا مذہب بھی یہی ہے۔

باب العصبات

اَلعصبات النّسبيّة ثلثة عصبة بنفسه وعصبة بغيره وعصبة مع غيره. امّا العصبة بنفسه فكل ذكر لا تدخل في نسبته الى الميّت انثى وهم اربعة اصناف جزء الميّت واصله وجزء ابيه وجزء جدّه الاقرب فالاقرب يرجحون بقرب الدّرجة اعني اولٰهم بالميراث جزء الميّت اي البنون ثمّ بنوهم وان سفلوا ثمّ اصله اي الاب ثمّ الجدّ اي اب الاب وان علا ثمّ جزء ابيه اي الاخوة ثمّ بنوهم وان سفلوا ثمّ جزء جدّه اي الاعمام ثمّ بنوهم وان سفلوا ثمّ يرجّحون بقوّة القرابة اعني به انّ ذا القرابتين اولٰى من ذي قرابة واحدة ذكرًا كان او انثى لقوله عليه السّلام انّ اعيان بني الامّ يتوارثون دون بني العلّات[1] كالاخ لاب وامّ او الاخت لاب وامّ اذا صارت عصبة مع البنت اولٰى من الاخ لاب والاخت لاب وابن الاخ

---

[1] ابن ماجه ص۲۰۱ واعلاء السنن ص۳۸۹ ج ۱۸،

لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْلَىٰ مِنِ ابْنِ الْأَخِ لِأَبٍ وَكَذٰلِكَ الْحُكْمُ فِي أَعْمَامِ الْمَيِّتِ ثُمَّ فِي أَعْمَامِ أَبِيْهِ ثُمَّ فِي أَعْمَامِ جَدِّهٖ ۔

ترجمہ:۔

عصبات نسبیہ تین ہیں۔ عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ۔ بہرحال عصبہ بنفسہ ہر وہ مذکر ہے کہ اسکی نسبت میت کی جانب کرنے میں کوئی مؤنث داخل نہ ہو اور ان کی چار صنفیں ہیں (۱) میت کا جزء (۲) اور میت کی اصل، اور (۳) میت کے باپ کا جزء اور (۴) میت کے دادا کا جزء، اور استحقاقِ ارث میں وہ مقدم ہوں گے جو میت کے زیادہ قریب ہیں پھر ان کے بعد جو زیادہ قریب ہوں، ترجیح دیئے جائیں گے وہ قربِ درجہ کے ذریعہ مراد لیتا ہوں میں کہ ان میں میراث کا سب سے زیادہ مستحق میت کا جزء ہے یعنی بیٹے پھر ان (بیٹوں) کے بیٹے اگرچہ اور نیچے درجہ کے ہوں۔ پھر میت کی اصل یعنی باپ پھر دادا یعنی باپ کا باپ اگرچہ اور اوپر کے درجہ کا ہو پھر میت کے باپ کا جزء یعنی بھائی پھر ان (بھائیوں) کے بیٹے اگرچہ اور نیچے درجہ کے ہوں پھر میت کے دادا کا جزء یعنی چچا پھر ان (چچاؤں) کے بیٹے اگرچہ اور نیچے درجہ کے ہوں پھر ترجیح دیئے جائیں گے وہ قوتِ قرابت کے ذریعہ، اس سے مراد یہ ہے کہ دو قرابت والا ایک قرابت والے سے اولیٰ ہوگا، مذکر ہو وہ یا مؤنث۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "حقیقی بھائی، بہن وارث ہوتے ہیں نہ کہ علاتی" کی وجہ سے جیسے حقیقی بھائی یا حقیقی بہن جبکہ وہ عصبہ ہو لڑکی کے ساتھ تو اولیٰ ہوں گے علاتی بھائی اور علاتی بہن سے، اور حقیقی بھائی کا لڑکا، علاتی بھائی کے لڑکے سے اولیٰ ہوگا اور ایسا ہی حکم ہے میت کے چچاؤں میں پھر میت کے باپ کے چچاؤں میں پھر میت کے دادا کے چچاؤں میں!

ماقبل سے ربط ذوی الفروض کا حصہ ادا کرنے کے بعد اگر ترکہ باقی ہو تو اسکے مستحق عصبات ہوتے ہیں اس لیے ذوی الفروض کے بیان

سے فارغ ہونے کے بعد عصبات کو بیان فرمایا۔

عصبات کی لغوی و صرفی تحقیق

عصبات جمع سالم ہے عصبۃ کی اور عصبہ جمع ہے عاصب کی، تو عصبات جمع الجمع ہے۔

اس کا مصدر عصوبۃ آتا ہے۔ عصوبۃ کے معنیٰ لغت میں قرابت الرجل لابیہ کے ہیں۔ یہ ماخوذ ہے اہلِ عرب کے قول "عصبۃ الرجل بفلان" سے، اس وقت بولتے ہیں جب وہ اس کا احاطہ کرلیں گویا اصل لغت میں عصوبۃ کے معنیٰ احاطہ کرنے کے آتے ہیں اور احاطہ کے معنیٰ عصبہ شرعی میں ملحوظ ہیں کیونکہ عصبات میّت کو ہر طرف سے احاطہ کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ مثلاً اب طرفِ اعلیٰ میں اور ابن طرف اسفل میں اور اخ وعم ایک ایک جانب واقع ہوتے ہیں۔

عصبہ کی اصطلاحی تعریف

عصبہ وہ وارث کہلاتا ہے جس کی شان یہ ہے کہ جب ذوی الفروض کے ساتھ اختلاط کرکے آئے تو ان کا باقی حصہ لے لے۔ اور جب تنہا ہو تو کل مال کا مستحق ہو جائے ایک جہت سے۔

عصبہ کی یہ تعریف اور اس پر اشکال وجواب ماقبل میں تفصیل سے گذر گیا لہٰذا تکرار کی حاجت نہیں۔ اسی وجہ سے مصنفؒ نے بھی اس کی تعریف اور تقسیم عصبہ نسبی و سببی کو یہاں بیان نہیں کیا چونکہ اس کا ذکر ماقبل میں آچکا ہے۔

اَلْعُصُبَاتُ النَّسَبِيَّةُ ثَلٰثَةٌ الخ عصبات کی اولاً دو قسمیں ہیں نسبی، سببی۔ یہاں سے عصبات نسبیہ کی تقسیم اور اس کے احکام بیان فرمارہے ہیں اس کے بعد عصباتِ سببیہ کو بیان کیا ہے۔ چونکہ استحقاق کے لحاظ سے بھی ان میں یہی ترتیب ہے۔ عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں (۱) عصبہ بنفسہ، (۲) عصبہ بغیرہ، (۳) عصبہ مع غیرہ۔

عصباتِ نسبیہ کے اقسامِ ثلثہ کی دلیلِ حصر

جب شریعت کسی وارث کو عصبہ نسبی گردانے تو وہ دو حال

سے خالی نہیں۔ یا تو اس کے اندر عصوبت ذاتی ہوگی یا غیر کی وجہ سے آئی ہوگی، اگر ذاتی ہو تو وہ عصبہ بنفسہ ہے اور اگر غیر کی وجہ سے آئی ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو مذکر کی وجہ سے آئی ہوگی یا مؤنث کی وجہ سے۔ اگر مذکر کی وجہ سے آئی ہو تو وہ عصبہ بغیرہ ہے اور اگر مؤنث کی وجہ سے آئی ہے تو وہ عصبہ مع غیرہ ہے۔

عصبہ بنفسہ کی تعریف مصنفؒ نے اس کی تعریف بیان فرمائی کُلُّ ذَکَرٍ لَاتَدْخُلُ فِی نِسْبَتِهٖ اِلَی الْمَیِّتِ اُنْثٰی، یعنی عصبہ بنفسہ ہر وہ مذکر کہلاتا ہے اگر اس کی نسبت میت کی جانب کریں تو درمیان میں مؤنث کا واسطہ نہ آئے، جیسے ابن، اب، اخ، عم وغیرہ۔ مذکر کی قید سے عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ خارج ہو گئے۔ چونکہ یہ دونوں مؤنث ہوتے ہیں اور انثٰی کی قید سے اخ لِاُمٍّ خارج ہو گیا۔

اشکال وجواب مذکورہ تعریف پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہ دخول غیر سے مانع نہیں اور اپنے افراد کو جامع نہیں۔ چونکہ زوج پر بھی صادق آتی ہے کہ وہ مذکر ہے اور اس کی نسبت کرنے میں مؤنث نہیں آتی حالانکہ وہ عصبہ نہیں بلکہ ذوی الفروض میں داخل ہے۔ نیز معتِق بکسر التا، (جس نے غلام آزاد کیا ہو) اس پر بھی صادق آتی ہے اس لیے کہ وہ مذکر ہے اور اس کی نسبت میت کی جانب کرنے میں مؤنث داخل نہیں لہٰذا اس کو بھی عصبہ بنفسہ کہنا چاہیئے **جواب** یہ ہے کہ زوج اور معتِق مقسم میں داخل ہی نہیں، چونکہ ہماری گفتگو عصباتِ نسبیہ میں ہے اسلیے عصبہ بنفسہ عصبات نسبیہ کی قسم ہے اور زوج نسب میں داخل ہی نہیں اور معتِق بھی عصبہ سببی ہے فلا اشکال علیہ۔

سوال یہ ہے کہ اخ لاب واُمٍّ عصبہ بنفسہ ہے مگر اس میں ام کا واسطہ آرہا ہے لہٰذا اس کو عصبہ بنفسہ نہ کہنا چاہیے۔

جواب استحقاقِ عصوبت میں باپ کی قرابت اصل ہے، چنانچہ اخ لاب تو عصبہ بنفسہ ہے

اور اخ لام عصبہ بنفسہ نہیں ہے لہٰذا مذکورہ مثال میں ام کا واسطہ اس کی عصوبت کے لیے مضر نہیں ہے۔ اب کی موجودگی میں ام کے واسطہ کا یہاں پر کوئی اثر نہیں ہے۔

عصبہ بنفسہ کی اقسام اربعہ

وَهُمْ اَرْبَعَةُ اَصْنَافٍ الخ عصبہ بنفسہ کی تعریف کے بعد یہاں سے اس کی اقسام واحکام بیان فرماتے ہیں۔ عصبہ بنفسہ کی چار قسمیں ہیں ۱۔ جزء میت، جیسے ابن، ابن الابن وغیرہ۔ ۲۔ اصلِ میت، جیسے اب، اب لاب وغیرہ۔ ۳۔ جزء اب جیسے اخ، ابن الاخ وغیرہ ۴۔ جزء جد جیسے عم، ابن العم وغیرہ۔ ان چاروں قسموں میں سے اگر ایک قسم کا وارث موجود ہو تو اس کو تمام مال مل جائے گا اور ذوی الفروض کے ساتھ مابقی کا مستحق ہوگا لیکن اگر دو یا تین یا چاروں ہی قسم کے وارث موجود ہوں تو پھر ان کے مابین ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا اس بات کو بیان کرنے کیلئے مصنفؒ نے "الاقرب فالاقرب یرجحون بقرب الدرجۃ" کا قاعدہ ذکر کیا ہے جسکی تفصیل یہ ہے

الاقرب فالاقرب کی تشریح

یہ مرفوع اور منصوب دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے، رفع کی صورت میں مبتداء ہے اور اس کی خبر محذوف ہے، اصل عبارت ہے" الاقرب فالاقرب اولیٰ من الابعد فالابعد۔ اور یا یہ فعل محذوف کا فاعل ہے اور عبارت یہ ہے۔ "یقدم الاقرب فالاقرب" ان دونوں صورتوں میں فالاقرب کی "فا"، تعقیب کے لیے ہے اور جملہ مستانفہ ہے۔ سائل نے سوال کیا کہ اصنافِ اربعہ میں تقسیم کے لحاظ سے کیا ترتیب ہوگی؟ تو اس کا جواب دیا گیا کہ، الاقرب فالاقرب کی ترتیب کے مطابق تقسیم ہوگی۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ فعل محذوف کا مفعول ہے، عبارت یہ ہے الاقرب رجحناہ فالاقرب۔ بہر حال اگر عصبہ بنفسہ کی اقسام اربعہ میں سے متعدد ورثہ ایک قسم کے یا متعدد قسموں کے موجود ہوں تو جس کو میت سے زیادہ قرابت ہوگی وہ مقدم ہوگا، اس کے بعد جو زیادہ قریب ہوگا وہ مستحق ہوگا۔ گویا اقرب کی موجودگی میں ابعد محروم ہوگا۔ قربِ قرابت خواہ حقیقۃً ہو جیسے ابن، اقرب ہے ابن الابن سے

اور ابن الابن اقرب ہے ابن ابن الابن سے۔ ایسے ہی اب اقرب ہے اب لاب سے۔ یہ صورت تو اس وقت ہوگی جب کہ چاروں قسموں میں سے کسی ایک قسم کے متعدد ورثہ موجود ہوں اور ان کی قرابت مختلف ہو، بعض قریب کے ہوں اور بعض بعید کے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قربِ قرابت حکمی ہو حقیقی نہ ہو جیسے ابن حکماً اقرب ہے اب سے، ورنہ تو ابن اور اب دونوں بغیر واسطہ کے میت کی طرف منسوب ہیں تو دونوں ہی اقرب ہوئے۔ کس کو مال دیا جائے گا، شریعت نے حکماً ابن کو اقرب قرار دیا ہے بہ نسبت اب کے۔ اس کی وضاحت کے لیے مصنفؒ نے فرمایا "یرجحون بقرب الدرجۃ"، یعنی جو میت سے درجہ کے اعتبار سے قریب ہو اس کو ترجیح دی جائے گی۔ اور شریعت نے عصوبت میں ابن کو اب پر ترجیح دی ہے۔ اس لیے جزءِ میت کی موجودگی میں اصل میت کی طرف عصوبت منتقل نہیں ہوگی۔ اور اصل میت کی موجودگی میں جزءِ اب کی طرف اور جزءِ اب کی موجودگی میں جزءِ جد کی طرف عصوبت منتقل نہ ہوگی، اسی ترتیب سے ان میں عصوبت کا لحاظ کیا گیا ہے۔ لہٰذا جزءِ میت کی موجودگی میں اصل میت، جزءِ اب اور جزءِ جد محروم ہو جائیں گے، اور اصل میت کی وجہ سے جزءِ اب، اور جزءِ جد محروم ہوں گے، اور جزءِ اب کی موجودگی میں جزءِ جد محروم ہوں گے، نیز اس کو اس طور پر بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ عصوبت کے چار درجے ہیں، بنوت، ابوت، اخوت، عمومت۔ ان کے مابین ترکہ کی تقسیم الاقرب فالاقرب کے قاعدہ کے مطابق ہوگی یعنی اولاً بنوت کو پھر ابوت کو پھر اخوت کو اور سب سے آخر میں عمومت کو ترکہ دیا جائے گا۔ ہر مقدم کی موجودگی میں مؤخر محروم ہوگا اور ان میں سے ہر ایک کی مذکر اولاد بھی اسی درجہ میں شامل ہوگی اپنی اصل کی عدم موجودگی میں، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

عصوبت میں جزءِ میّت اصل میت سے مقدم کیوں ہے؟

جزءِ میّت کا مقدم ہونا

اصلِ میت پر نقلاً اور عقلاً ثابت ہے نقلی دلیل تو یہ ہے کہ قرآنِ پاک کی آیت "وَلِأَبَوَيْهِ

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ. الآیۃ ، میں
اب کا حصہ تو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے مقرر فرما دیا کہ اس کے لیے سدس ہے
اور ولد یعنی ابن کا حصہ مقرر نہیں فرمایا تاکہ وہ تمام مابقی عصبہ ہونے کی حیثیت سے لے لے
چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الحقوا الفرائض باھلھا فما ابقتہ
اصحاب الفرائض فلاولی رجل ذکر، کہ اصحابِ فرائض کے مابقیہ کا مستحق
اولی رجل مذکر ہے اور مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ وہ جزء میت ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ
جزء میت، اصل میت سے مقدم ہے۔ اور عقلی دلیل یہ ہے کہ شریعت نے اس میں انسان
کی طبیعت اور فطرت کا لحاظ کیا ہے چونکہ جتنا تعلق و محبت اسکو اپنی فرع سے ہوتا ہے
اتنا اصل سے نہیں ہوتا اور وہ محنت و مشقت سے اولاد کیلئے مال حاصل کرتا ہے، جتنا
مال وہ اپنی اولاد پر خرچ کرنے میں خوش ہوتا ہے اتنا باپ پر خرچ کرنے میں خوش نہیں ہوتا
نیز فرع کا اتصال اپنی اصل کے ساتھ زیادہ ظاہر و قوی ہے بہ نسبت اتصالِ اصل کے فرع
کے ساتھ، چونکہ فرع اصل کے تابع ہوتی ہے مگر اصل فرع کے تابع نہیں ہوتی مثلاً زمین
کی بیع میں درخت وغیرہ داخل ہوتے ہیں، اور درخت کی بیع میں زمین داخل نہیں ہوتی۔
اس لیے فرع کو اصل پر مقدم کیا گیا ہے۔

ایک تیسری وجہ یہ بیان فرمائی کہ جزء میّت، مال کا زیادہ ضرورت مند ہے چونکہ
اس کو ابھی دنیا میں رہنا ہے اور باپ کی زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے اصل تو یہ تھا کہ وہ
بیٹے سے پہلے دنیا سے رخصت ہو جاتا لیکن اگر ابھی تک وہ زندہ ہے تو بطور فرضیت اسکو
سدس ملے گا اور عصبہ ہونے کی وجہ سے ابن کی موجودگی میں اس کو نہیں ملے گا اور اس کو
جزء میت کے بعد عصبہ قرار دیا جائے گا۔ اس لیے جزء میت اصل میت سے حکماً مقدم ہے۔

اعنی اولٰھم بالمیراث جزء المیت الخ اصنافِ اربعہ میں تقسیم ترکہ کا
طریقہ الاقرب فالاقرب کے قاعدہ کے مطابق بیان کیا گیا مگر یہ قاعدہ ابھی وضاحت طلب

تھا، اس لیے مصنفؒ اس کی توضیح فرما رہے ہیں کہ عصوبت کے اعتبار سے سب سے مقدم جزء میت ہے اس کا مصداق بنون ہیں اگرچہ اس کے ذکر کی ضرورت نہیں تھی اس لیے کہ یہ عصبہ بنفسہ کی قسم ہے اور وہ مذکر ہی ہوتا ہے لہٰذا مؤنث خود بخود خارج ہو گئی تھی، مگر جزء کے لفظ سے مؤنث کے داخل ہونے کا وہم ہو سکتا تھا اس لیے بنون کا لفظ لاکر مؤنث کو خارج کر دیا، پھر ثم بنوہم وان سفلوا سے اس بات کو بیان کیا کہ اگر بیٹے نہ ہوں تو بیٹوں کے بیٹے یعنی پوتے پھر پڑپوتے اسی طرح اور نیچے کی مذکر اولاد مقدم ہوگی۔ انکی موجودگی میں باقی اصناف ثلثہ محروم ہوں گے۔

ثُمَّ اَصْلُهٗ الخ اس کی تفسیر الاب سے کی تاکہ اصل مؤنث یعنی ام سے اشتباہ نہ ہو اگرچہ اس کی حاجت نہیں تھی چونکہ ام عصبہ بنفسہ میں داخل ہی نہیں ہے پھر ثم الجد کہکر اس کی مزید وضاحت کر دی کہ اب کے بعد جد مقدم ہوگا اس کا مصداق اب الاب یعنی جدِ صحیح ہے، جد فاسد ذوی الارحام میں داخل ہے اور وان علا سے تعمیم کی طرف اشارہ ہے کہ اسی حکم میں اب اب الاب اگرچہ اور اوپر درجہ کے ہوں، یہ سب باقی دو صنفوں سے مقدم ہونگے

ثم جزء ابیہ، الخ اصل میت کے بعد جزء اب کی طرف عصوبت منتقل ہوگی اس کا مصداق اخوہ یعنی حقیقی اور علاتی بھائی ہیں چونکہ جزء ام یعنی اخیافی بھائی ذوی الفروض میں داخل ہیں، اگر وہ موجود نہ ہوں تو ان کی مذکر اولاد یعنی ابن الاخ (بھتیجے) مقدم ہوں گے ان کے بعد پھر ان کی مذکر اولاد یعنی بھتیجوں کے لڑکے ابن ابن الاخ، اسی طرح اور نیچے درجہ کے ہوں۔

ثم جزء جدہ الخ پھر آخر میں جزء جد کا نمبر ہے اس کا مصداق میت کا چچا ہے۔ مذکورہ تینوں قسموں میں سے کوئی وارث نہ ہو تو چچا مستحق ہوگا۔ اگر چچا نہ ہو تو اس کے بیٹے۔ اس کے بعد چچا کے پوتے ابن ابن العم اگرچہ وہ اور نیچے درجہ کے ہوں، نیز اگر جزء جد نہیں ہے بلکہ جد کے باپ کا جزء ہے یعنی ابن اب اب الاب یہ باپ کا چچا کہلائے گا پھر باپ کے

چچا کا بیٹا پھر اس کے بعد کا اسی طرح خواہ اور دور کا ہو. سب الاقرب فالاقرب کے قاعدہ کے تحت عصوبت کے اندر داخل ہوں گے۔

فائدہ اگر نسب نامے محفوظ ہوں تو اس قاعدہ کی بنا پر ذوی الارحام کو حصہ ملنا سمجھ میں ہی نہیں آتا چونکہ عصبات، ذوی الارحام سے مقدم ہیں اور عصبات کا سلسلہ نیچے اور اوپر دونوں جانب دور تک چلا جاتا ہے۔

قوتِ قرابت کا اصول ثُمَّ یرجحون بقوۃ القرابۃ الخ ماقبل کے بیان سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اگر ایک ہی جہت کے متعدد وارث موجود ہوں تو ان میں قربِ قرابت کے اعتبار سے ترکہ تقسیم ہوگا مثلاً ابن مقدم ہوگا ابن الابن پر۔ اسی طرح اب مقدم ہوگا اب الاب پر۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ورثہ جہتِ قرابت اور درجہ کے اعتبار سے تو برابر ہوں مگر قرابت میں تفاوت ہو۔ ایک دو قرابت والا ہے اور دوسرا ایک قرابت والا، تو ان کے مابین تقسیم کی کیا صورت ہوگی؟ اس کو بیان کیا گیا کہ اب قوتِ قرابت کا اعتبار ہوگا، ذات قرابتین مقدم ہوگا ذات قرابۃ واحدۃ پر خواہ ذات قرابتین مؤنث ہی کیوں نہ ہو اور ذی قرابۃ واحدۃ مذکر ہو، قوتِ قرابت کی وجہ سے مؤنث مذکر سے مقدم ہوگی۔ مصنف رحؒ نے اس کی مثال بیان فرمائی۔

مثلاً مسئلہ(۱)

اخ لاب وام	اخ لاب	اخت لاب
عصبہ	عصبہ	عصبہ بغیرہ
۱	محروم	محروم

مسئلہ(۲)

(۲)	بنت	اخت لاب وام	اخ لاب	اخت لاب
	نصف	عصبہ مع غیرہ	عصبہ بنفسہ	عصبہ بغیرہ
	۱	۱	محروم	محروم

پہلی مثال میں اخ لاب وام چونکہ ذات قرابتین ہے اس لیے کہ وہ باپ وماں شریک ہے

اور اخ لاب واخت لاب ذی قرابۃ واحدۃ ہے کہ وہ صرف باپ شریک ہیں لہٰذا اخ لاب وام کو قوتِ قرابت کی وجہ سے مال دیا جائے گا اور اخ لاب اور اخت لاب محروم ہونگے، اسی طرح دوسری مثال میں اخت لاب وام، بنت کی وجہ سے عصبہ مع الغیر ہے اور ذات قرابتین ہے اور اخ لاب اور اخت لاب بھی عصبہ ہیں مگر وہ ایک قرابت رکھتے ہیں لہٰذا اخت لاب وام کو باوجود مؤنث ہونے کے مال دیا جائے گا اور اخ لاب باوجود مذکر ہونے کے محروم ہوگا اور اخت لاب تو بدرجہ اولیٰ محروم ہوگی۔

فائدہ قوتِ قرابت کا اعتبار اس وقت ہوتا ہے جب کہ جہت اور درجات میں برابری ہو اور قرابت میں تفاوت ہو۔ اگر ایک جہت کے متعدد ورثہ موجود ہوں اور قوتِ قرابت کے اعتبار سے بھی برابر ہوں تو پھر ان سب کو برابر حصہ دیا جائے گا اس صورت میں کسی کو کسی پر ترجیح نہ ہوگی۔ مثلاً تین حقیقی بھائی ہوں تو تینوں کو برابر حصہ دیا جائیگا

قوتِ قرابت کے راجح ہونیکی دلیل

ذات قرابتین، ذی قرابۃ واحدۃ پر مقدم ہوگا اس کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان "ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات"[1] کہ بے شک حقیقی بھائی وارث ہوتے ہیں نہ کہ علاتی بھائی۔ یہ حدیث جامع ترمذی شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، مطلب اس کا ظاہر ہے کہ حقیقی مقدم ہوں گے علاتی سے حدیث شریف میں بنی الام سے حقیقی بھائی و بہن مراد ہیں اگرچہ بنی الام ماں شریک بھائی بہن کو بھی شامل ہے اسی وہم کو دور کرنے کے لیے اعیان کا لفظ ذکر کیا گیا کہ ماں کی اولاد میں جو بہتر واشرف ہوں وہ مقدم ہوں گے ظاہر ہے کہ وہ حقیقی ہیں، اس کی تعیین حدیث شریف کے دوسرے جزء سے بھی ہوتی ہے۔ فرمایا "الرجل اخاہ لابیہ وامہ دون اخیہ لابیہ" اس سے اعیان بنی الام کی وضاحت ہوگئی کہ وہ حقیقی ہیں، نہ کہ

---

[1] ترمذی شریف ص ۳۰ ج ۲

علاتی (او نہ اخیافی)

سوال:۔ حدیث شریف میں تو بنی کا لفظ وارد ہے اور یہ مرد کے لیے استعمال ہوتا ہے، عورت کے لیے نہیں تو بنی الام سے بہن کیسے مراد ہو سکتی ہے؟

جواب یہ ہے کہ بنی کا لفظ جس طرح مرد کو شامل ہے اسی طرح عورت کو بھی شامل ہے۔ جیساکہ قرآن پاک میں فرمایا یَا بَنِیْ آدَمَ، جو مرد و عورت دونوں کو شامل ہے لہٰذا یہ کہا جائے گا کہ جب عورتیں مردوں کے ساتھ جمع ہوں تو بنی کا لفظ بطور تغلیب عورتوں کو بھی شامل ہوتا ہے جیساکہ عربی کا شاعر کہتا ہے ؎

بنونا بنو ابنائنا وبناتنا بنوهن ابناء الرجال الاباعد

یعنی ہمارے بیٹوں کی اولاد خواہ مرد ہو یا عورت ہماری اولاد ہے اور ہماری بیٹیوں کے بیٹے دوسروں کی اولاد ہیں۔

او الاخت لاب وام الخ حقیقی بہن جب لڑکی کے ساتھ عصبہ ہو تو باوجود مؤنث ہونے کے علاتی بھائی جو کہ مذکر ہے سے مقدم ہوگی قوتِ قرابت کی بناء پر یہاں پر ایک اشکال یہ ہے کہ بیان تو عصبہ بنفسہ کا ہے اور مؤنث عصبہ بنفسہ نہیں ہے تو اس کا ذکر یہاں پر کیوں کیا گیا؟ جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں مؤنث کا ذکر عصبہ بنفسہ ہونیکی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ نفسِ قوتِ قرابت کو ترجیح دینے کے اعتبار سے ہے خواہ وہ عصبہ بنفسہ ہو یا اس کے علاوہ ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جب اس کا بھائی عصبہ بنفسہ ہے تو اس کے تابع بنا کر بہن کو بھی ذکر کر دیا کہ قوتِ قرابت کی وجہ سے وہ مذکر سے مقدم ہوگی۔ فلا اشکال علیہ۔

وَاَمَّا الْعَصَبَةُ بِغَیْرِهٖ فَاَرْبَعٌ مِّنَ النِّسْوَةِ وَهُنَّ اللَّاتِیْ فَرْضُهُنَّ النِّصْفُ وَالثُّلُثَانِ یَصِرْنَ عَصَبَةً بِاِخْوَتِهِنَّ کَمَا ذَکَرْنَا فِیْ حَالَاتِهِنَّ وَمَنْ لَّا فَرْضَ لَهَا مِنَ الْاِنَاثِ

وَاَخُوْهَا عَصَبَةٌ لَا تَصِيْرُ عَصَبَةً بِاَخِيْهَا كَالْعَمِّ وَالْعَمَّةِ الْمَالُ كُلُّهُ لِلْعَمِّ دُوْنَ الْعَمَّةِ وَاَمَّا الْعَصَبَةُ مَعَ غَيْرِهٖ فَكُلُّ اُنْثٰى تَصِيْرُ عَصَبَةً مَعَ اُنْثٰى اُخْرٰى كَالْاُخْتِ مَعَ الْبِنْتِ لِمَا ذَكَرْنَا۔

ترجمہ:

اور بہر حال عصبہ بغیرہ پس وہ چار عورتیں ہیں اور وہ وہی عورتیں ہیں کہ ان کا حصّہ نصف اور ثلثان تھا (ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے) وہ عصبہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائیوں کے ساتھ جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے ان کے حالات میں اور عورتوں میں سے وہ عورت جس کا کوئی حصّہ مقرر نہیں اور اس کا بھائی عصبہ ہے تو وہ عورت اپنے بھائی کی وجہ سے عصبہ نہ ہوگی جیسے چچا اور پھوپھی تمام مال چچا کو ملے گا پھوپھی کو نہیں اور بہر حال عصبہ مع غیرہ پس ہر وہ عورت ہے جو عصبہ ہو جاتی ہے دوسری عورت کے ساتھ جیسے بہن، بیٹی کے ساتھ اس دلیل کی وجہ سے جس کو ہم نے ماقبل میں ذکر کر دیا ہے۔

عصبہ بغیرہ کی تعریف عصبہ بغیرہ ہر وہ مؤنث کہلاتی ہے جس کا حصّہ شریعت نے ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے نصف یا ثلثان مقرر فرما دیا ہے، وہ اپنے بھائیوں کی موجودگی میں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہے۔

عصبہ بغیرہ کا مصداق اس کا مصداق صرف چار عورتیں ہیں ۱۔ بیٹی ۲۔ پوتی ۳۔ حقیقی بہن ۴۔ علاتی بہن۔ بیٹی، بیٹے کی وجہ سے، پوتی پوتے کی وجہ سے اور حقیقی بہن حقیقی بھائی کی وجہ سے اور علاتی بہن، علاتی بھائی کی وجہ سے عصبہ ہو جاتی ہیں اور مال ان کے مابین للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدہ کے مطابق تقسیم ہوگا

فائدہ بھائی کا اپنی بہنوں کو عصبہ بنانا درحقیقت اپنے ضرر و نقصان کو دور کرنے کیلئے ہے نہ کہ ان پر احسان کرنے کی وجہ سے چونکہ ایسا ممکن ہے کہ بہن تو ذوی الفروض ہونے کی

وجہ سے زائد مال کی مستحق ہو اور بھائی کو اس سے کم ملے مثلاً

مسئلہ ۸

زوجہ	ابن	بنت
ثمن	عصبہ	نصف
۱	۳	۴

اگر اس صورت میں بنت کو ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے نصف حصّہ دیا جائے تو وہ آٹھ حصوں میں سے چار کی مستحق ہوگی اور اس کا بھائی باوجود مذکر ہونے کے صرف تین حصوں کا مستحق ہوگا۔ بھائی کا حصہ بہن سے کم ہوگیا اس لیے بھائی نے اپنے اس نقصان کو دور کرنے کے لیے بہن کو عصبہ بنا دیا تو اب مذکورہ مسئلہ کی تخریج اس طرح ہوگی۔ مسئلہ ۸×۳=۲۴

زوجہ	ابن	بنت
ثمن	عصبہ	عصبہ بغیرہ
۱/۳	۱۴	۷

چوبیس حصوں میں سے چودہ حصّے لڑکے کو اور اس کا نصف یعنی سات حصّے لڑکی کو ملیں گے اس صورت میں بھائی کو بہن کے مقابلہ میں دوگنا حصّہ ملا، اس وجہ سے بھائی بہن کو عصبہ بنا دیتا ہے۔

وَمَنْ لَا فَرْضَ لَهَا مِنَ الْاِنَاثِ الخ اُوپر کے بیان سے معلوم ہوا کہ جو بھائی خود عصبہ ہوتا ہے وہ اپنی بہن کو بھی عصبہ بنا دیتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ بہن اصحاب الفرائض میں داخل ہو کر نصف یا ثلثان کی مستحق ہو۔ لہٰذا اگر کوئی بھائی خود عصبہ تو ہے مگر اس کی بہن ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے نصف یا ثلثان کی مستحق نہیں ہوتی تو اس کو اس کا بھائی باوجود خود عصبہ ہونے کے عصبہ نہیں بنائے گا اور تمام کا تمام مال بھائی کو مل جائیگا بہن محروم ہوگی۔ مثلاً ابن الاخ اور بنت الاخ میں ابن الاخ عصبہ ہے اور اس کی بہن بنت الاخ نصف یا ثلثان کی مستحق نہیں ہوتی چونکہ وہ ذوی الارحام میں داخل ہے۔ اس لیے ابن الاخ، بنت الاخ کو عصبہ نہیں بنائے گا تمام مال کا مستحق ابن الاخ ہوگا۔ مصنف ؒ نے

اس کی مثال بیان فرمائی کہ عم یعنی چچا اور عمہ یعنی پھوپی دونوں بھائی بہن ہیں مگر عمہ کا حصہ ذوی الفروض ہونیکی وجہ سے نصف یا ثلثان نہیں ہے اس لیے عم جو اس کا بھائی ہے اپنی بہن کو عصبہ نہیں بنائے گا حالانکہ وہ خود عصبہ ہے اور تمام مال کا استحقاق عم کو ہوگا۔

عصبہ مع غیرہ کی تعریف

عصبہ مع غیرہ وہ مؤنث کہلاتی ہے جو دوسری مؤنث کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے۔ اوّل الذکر مؤنث سے مراد حقیقی اور علاتی بہن ہے اور ثانی الذکر مؤنث سے مراد لڑکی اور پوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حقیقی اور علاتی بہن، لڑکی اور پوتی کے ساتھ عصبہ مع غیرہ کا لقب پاتی ہیں۔

دلیل

دلیل اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ''اِجْعَلُوا الْاَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَۃً'' ہے کہ بہنوں کو لڑکیوں کے ساتھ عصبہ قرار دو۔ اخوات سے حقیقی و علاتی بہن اور بنات سے لڑکی و پوتی مراد ہیں، ان کا تفصیلی بیان ماقبل میں ان کے حالات کے تحت گذر چکا ہے۔

عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ میں فرق

ان دونوں میں ایک فرق تو یہ ہے کہ عصبہ بغیرہ میں غیر عصبہ ہوتا ہے اور مع غیرہ میں غیر عصبہ نہیں ہوتا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ عصبہ بغیرہ میں غیر عصبہ بنفسہ یعنی مذکر ہوتا ہے اور اسی کی وجہ سے عصوبت عورت کی طرف متعدی ہوتی ہے۔ یہ بات عصبہ مع غیرہ میں نہیں ہے۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ عصبہ بغیرہ میں غیر جنس کے ساتھ عصوبت واقع ہوتی ہے یعنی عورت مرد کے ساتھ عصبہ بنتی ہے اور عصبہ مع غیرہ میں ہم جنس کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے یعنی عورت، عورت کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے۔

لِمَا ذَکَرْنَا: مصنفؒ نے عصبہ مع غیرہ کے مستحق ہونے کی دلیل کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان '' اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ'' ہے۔ اس سے متعلق بیان ماقبل میں حقیقی و علاتی بہنوں کے

حالات میں گذر چکا ہے۔

وَاٰخِرُ الْعَصَبَاتِ مَوْلَى الْعَتَاقَةِ ثُمَّ عَصَبَتُهُ عَلَى التَّرْتِيْبِ الَّذِىْ ذَكَرْنَا لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْوَلَاۗءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ وَلَا شَيْءَ لِلْاِنَاثِ مِنْ وَرَثَةِ الْمُعْتِقِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ لِلنِّسَاۗءِ مِنَ الْوَلَاۗءِ اِلَّا مَا اَعْتَقْنَ اَوْ اَعْتَقَ مَنْ اَعْتَقْنَ اَوْ كَاتَبْنَ اَوْ كَاتَبَ مَنْ كَاتَبْنَ اَوْ دَبَّرْنَ اَوْ دَبَّرَ مَنْ دَبَّرْنَ اَوْ جَرَّ وَلَاءَ مُعْتَقِهِنَّ اَوْ مُعْتَقُ مُعْتَقِهِنَّ وَلَوْ تَرَكَ اَبَا الْمُعْتِقِ وَابْنَهٗ عِنْدَ اَبِىْ يُوْسُفَ سُدُسُ الْوَلَاۗءِ لِلْاَبِ وَالْبَاقِىْ لِلْاِبْنِ وَعِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْوَلَاۗءُ كُلُّهٗ لِلْاِبْنِ وَلَا شَيْءَ لِلْاَبِ وَلَوْ تَرَكَ اِبْنَ الْمُعْتِقِ وَجَدَّهٗ فَالْوَلَاۗءُ كُلُّهٗ لِلْاِبْنِ بِالْاِتِّفَاقِ۔

ترجمہ: اور عصبات میں سب سے آخری وارث وہ مولیٰ عتاقہ (غلام آزاد کرنے والا) ہے پھر اس کا عصبہ وارث ہوگا اس ترتیب کے مطابق جو ہم نے ماقبل میں ذکر کی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ ولاء ایک تعلق ہے نسب کے تعلق کی طرح مگر معتق کے ورثہ میں سے عورتوں کا کوئی حصہ نہیں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے کہ عورتوں کو حق ولاء میں سے کچھ نہیں ہے مگر جس غلام کو عورتوں نے خود آزاد کیا ہو اس کی ولاء آزاد کرنے والی کو ملے گی یا عورتوں کو اس کی ولاء ملے گی جس کو آزاد کیا ہو عورتوں کے آزاد شدہ غلام نے یا عورتوں کے لیے اس کی ولاء ہے جس کو انھوں نے مکاتب بنایا ہے یا اس مکاتب کی ولاء ملے گی جس کو مکاتب بنایا تھا عورتوں نے، یا اس کی ولاء ملے گی جس کو انھوں نے مدبر بنایا تھا یا اس کی ولاء جس کو ان عورتوں کے مدبر نے مدبر بنایا ہو یا ان کے آزاد شدہ غلام کی کھینچی ہوئی ولاء ملے گی، یا ان کے آزاد کیے ہوئے غلام کے آزاد کیے

ہوئے غلام کی کھینچی ہوئی ولاء ان کو ملے گی۔ اور اگر آزاد شدہ غلام نے اپنے آزاد کرنے والے کے باپ کو اور اس کے بیٹے کو چھوڑا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ولاء کا چھٹا حصہ باپ کیلیے ہوگا اور باقی بیٹے کے لیے ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک تمام ولاء بیٹے کے لیے ہے اور باپ کے لیے کچھ نہیں ہے اور اگر اس نے آزاد کرنے والے کے بیٹے اور دادا کو چھوڑا تو تمام ولاء بالاتفاق بیٹے کے لیے ہے۔

تشریح | وَاٰخر العصبات مولی العتاقۃ الخ مصنفؒ جب عصباتِ نسبیہ کے بیان سے فارغ ہو گئے تو اب یہاں سے عصباتِ سببیہ کو بیان فرماتے ہیں اس لیے کہ استحقاق کے اعتبار سے ان میں یہی ترتیب ہے۔

لفظ "آخر" کہنے کی وجہ | آخر کا لفظ اس وجہ سے کہا گیا کہ اس کا حق ذوی الارحام سے مقدم اور عصبات کے آخر میں ہے مطلب یہ ہوگا کہ جب عصباتِ نسبیہ میں سے کسی قسم کا وارث موجود نہ ہو تو پھر آخر میں عصبہ سببی کو مال دیا جائے گا، اس کی موجودگی میں ذوی الارحام محروم ہوں گے نیز ذوی الفروض نسبی پر رد بھی نہیں ہوگا گویا عصباتِ سببیہ کا درجہ ذوی الفروض نسبی پر رد کرنے سے بھی مقدم ہے۔ عصبہ سببی کا مصداق مولی عتاقہ ہے، یعنی جس نے غلام کو آزاد کیا ہو خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث وہ اپنے آزاد کردہ غلام کے ترکہ کا مستحق ہوگا بشرطیکہ ذوی الفروض نسبی اور عصباتِ نسبیہ میں سے اس کا کوئی وارث موجود نہ ہو۔

اختلافِ مذاہب | حضرات احنافؒ کے نزدیک عصباتِ سببیہ مقدم ہیں ذوی الارحام پر، یہی مذہب مختار ہے اور حضرت علیؓ حضرت زید ابن ثابتؓ کا قول بھی یہی ہے مگر حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عصبہ سببی ذوی الارحام سے مؤخر ہوگا۔ ابراہیم نخعیؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود کی دلیل | حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ،

میراث کا مدار اوّلاً قرابت پر ہے اور ذوی الارحام کو میت سے ذو رحم ہونے کی قرابت ہے برخلاف عصبہ سببی کے، اس کو میت سے نسبی قرابت نہیں ہے اس لیے ذوی الارحام اس پر مقدم ہوں گے۔ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ الآیۃ

دوسری دلیل حدیث فعلی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو جس نے غلام آزاد کیا تھا یہ فرمایا کہ وہ تیرا بھائی ہے، اگر تو نے اس کے ساتھ احسان کیا تو وہ تیرے لیے خیر ہے ورنہ باعث شر ہے، اگر وہ مرگیا اور اس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا تو تو اس کا عصبہ بن جائے گا۔ (الحدیث)

اس سے معلوم ہوا کہ مولیٰ عتاقہ اس وقت عصبہ بنے گا جب کہ معتق نے کوئی وارث نہ چھوڑا ہو، حالانکہ ذوی الارحام اس کے وارث ہیں، ان کی موجودگی میں مولیٰ عتاقہ کو کیسے مال دیا جائے گا۔

حضراتِ احناف رحؒ کی دلیل

حضرات احناف رحؒ فرماتے ہیں کہ دراصل یہ مسائل عملی ہیں اس سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دیکھا جائے کہ آپ نے اپنی زندگی میں کیا عمل کیا۔ چنانچہ بنتِ حمزہ رضؓ کا واقعہ اس باب میں مشہور ہے کہ بنتِ حمزہ نے ایک غلام آزاد کیا پھر اس کا انتقال ہوگیا، اس نے اپنی ایک لڑکی اور مولیٰ عتاقہ (بنت حمزہ) کو چھوڑا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف ترکہ تو مرحوم کی لڑکی کو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے دیا اور باقی نصف عصبہ سببی ہونے کی وجہ سے بنتِ حمزہ کو دیدیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے بنت پر باوجود اس کے ذوی الفروض نسبی ہونے کے باقی نصف رد نہیں کیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جب مولیٰ عتاقہ کو ذوی الفروض نسبی پر رد کرنے سے بھی مقدم کیا تو ذوی الارحام پر وہ بدرجہ اولیٰ مقدم ہوگا۔

ابن مسعودؓ کی دلیل کا جواب

آیت شریفہ "واولوالارحام الخ" میں مولی الموالات پر ذوی الارحام کی تقدیم کو بیان کیا گیا ہے اس لیے کہ اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب صحابہؓ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان مواخاۃ و موالات فرمادی، اس وجہ سے وہ ایک دوسرے کے وارث ہوجاتے۔ اللہ تعالی نے اس حکم کو آیتِ شریفہ واولوالارحام الخ سے منسوخ فرمادیا کہ جب تک کوئی ذوی الارحام موجود ہو اس وقت تک مواخاۃ کے ذریعہ وارث نہ ہوں گے۔ لہٰذا ذوی الارحام مقدم ہوں گے مولی الموالات پر اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ اگر کوئی وارث اس نے نہیں چھوڑا تو تو اس کا عصبہ ہوگا، اس وارث سے مراد عصبہ نسبی ہے اور یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ عصبات نسبی کی موجودگی میں سببی کو مال نہیں ملتا۔

تشریح

ثم عصبتہ علی الترتیب الخ اگر مولی عتاقہ موجود نہ ہو تو پھر مولی عتاقہ کے عصبہ کو مال دیا جائے گا۔ عصبہ سے مراد یہاں عصبہ بنفسہ ہے جو مذکر ہوتا ہے اور مولی عتاقہ کے عصبہ بالغیر اور عصبہ مع الغیر کو مال نہیں دیا جائے گا چونکہ وہ مؤنث ہوتے ہیں مثلاً

مسئلہ ۱	معتق
ابن المعتق	بنت المعتق
۱	محروم

اس صورت میں ابن المعتق کو تمام مال مل جائے گا اور بنت المعتق محروم ہوگی۔ پھر مولی عتاقہ کے عصبات کے مابین اسی ترتیب کا لحاظ ضروری ہوگا جس کو عصبات نسبیہ میں بیان کر آئے ہیں یعنی اولاً عصبہ نسبی کو اور انکی عدم موجودگی میں عصبہ سببی کو مال دیا جائے گا اور عصبہ نسبی بنفسہ میں قرب قرابت اور قوتِ قرابت کا لحاظ کرتے ہوئے مال تقسیم کیا جائے گا یعنی سب سے مقدم ابن المعتق،

ابن ابن المعتق، ہوں گے اس کے بعد اب المعتق، اب اب المعتق وغیرہ پھر اخ المعتق، ابن اخ المعتق وغیرہ اور آخر میں عم المعتق، ابن عم المعتق وغیرہ کو مال دیا جائے گا۔

ہر مقدم کی موجودگی میں مؤخر محروم ہوگا، اگر مذکورہ عصبات نسبیہ میں سے کوئی نہ ہو تو پھر عصبہ سببی یعنی معتق المعتق کو مال دیا جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ مولی عتاقہ کے ورثہ کی جانب محض عصوبت کے لحاظ سے مال منتقل ہوگا بشرطیکہ عصبہ مذکر ہو نیز ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے بھی مولی عتاقہ کے ورثہ کو مال نہیں ملے گا۔ مثلاً اس کے ورثہ میں ایک ابن المعتق ہے اور ایک اب المعتق تو تمام ترکہ ابن المعتق کو ملے گا اس لیے کہ وہ معتق کا عصبہ اقرب ہے اور اب المعتق محروم ہوگا چونکہ وہ عصبہ ابعد ہے اور معتق کا ذوی الفروض بھی ہے اس حیثیت سے بھی اس کو کچھ نہیں ملے گا۔

نیز مولی عتاقہ کے عصبہ کے عصبہ کو بھی مال نہیں ملے گا اس کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت نے غلام آزاد کیا پھر اس عورت کا انتقال ہوگیا اس نے شوہر اور ایک لڑکا چھوڑا، اس کے بعد اگر اس آزاد شدہ غلام کا انتقال ہو تو اس کا ترکہ اس کے آزاد کرنیوالی کے لڑکے کو ملے گا چونکہ وہ معتقہ کا عصبہ ہے لیکن اگر اس غلام سے پہلے معتقہ کے لڑکے کا بھی انتقال ہوگیا تو اب آزاد شدہ غلام کے ورثہ میں اس کی معتقہ کے لڑکے کا باپ موجود ہے جو عصبہ کا عصبہ ہو تو شریعت اس کو مال نہیں دے گی چونکہ وہ معتقہ کا عصبہ نہیں ہے بلکہ اس کے عصبہ یعنی لڑکے کا عصبہ ہے۔ حال یہ کہ اس کے مستحق ہونے کی شرط مولی عتاقہ کا عصبہ ہونا ہے، اگر اسی مثال میں اس لڑکے کا لڑکا بھی ہو یعنی ابن ابن المعتقہ تو تمام ترکہ اسی کو دیدیا جائے گا اور اب ابن المعتقہ محروم ہوگا اگرچہ ابن ابن المعتقہ بھی مولی عتاقہ کے عصبہ کا عصبہ ہے مگر وہ مولی عتاقہ کا بھی عصبہ ہے، اسی حیثیت سے اس کو یہاں مال ملے گا عصبہ کے عصبہ ہونے کی وجہ سے نہیں۔

مولی عتاقہ کے مستحق ہونے کی دلیل

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے،

الولاء لحمة كلحمة النسب (الحديث) ولاء ایک تعلق ہے نسب کے تعلق کی طرح، یہ اس تعلق کو بیان کیا گیا جو مولیٰ اور اس کے آزاد شدہ غلام کے درمیان باقی رہتا ہے۔ یہ نسب کے مانند ہے، جس طرح نسب کے ذریعہ وارث اپنے مورث کے ترکہ کا مستحق ہوتا ہے اسی طرح ولاء کے ذریعہ بھی ترکہ کا مستحق ہوگا۔ حدیث شریف میں ولاء سے مجازاً عِتق مراد ہے چونکہ وہی سببِ استحقاق ہے۔

ولاء کے لغوی و اصطلاحی معنیٰ

لفظ ولاء بفتح الواو والمد یا تو ولی" سے مشتق ہے، اس کے معنیٰ قرابت کے ہیں، یا موالات سے مشتق ہے، اس کے معنیٰ ایک کے پیچھے دوسرے کا لگا ہوا ہونا۔ اصطلاح میں ولاء کہتے ہیں "آزاد شدہ غلام کی وراثت کا آزاد کرنے والے کی طرف منتقل ہونا" نیز اس مال کو بھی ولاء کہا جاتا ہے جس کو آزاد شدہ غلام نے چھوڑا ہے۔

ولاء وراثت کا سبب کیوں ہے؟

ولاء چونکہ نسب کے مانند ایک تعلق ہے جس طرح نسب وراثت کا منشاء بنتا ہے، اسی طرح ولاء بھی وراثت کا منشاء بنے گی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جس طرح باپ، بیٹے کی حیات اور اس کے وجود کا سبب بنا اس وجہ سے شریعت نے باپ کو بیٹے کی وراثت کا مستحق قرار دیا، اسی طرح مولیٰ اپنے غلام کو آزاد کر کے اس کی حیاتِ معنوی اور زندگی کا ذریعہ وسبب بنا۔ چونکہ غلام بحیثیت غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اور بہت سے امور اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا بہ نسبت آزاد شخص کے۔ غلام زندہ رہتے ہوئے بھی مردہ ہے اور جب مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا تو تمام اختیارات اس کو حاصل ہو گئے جس سے اس کو ایک قسم کی زندگی حاصل ہو گئی، لہٰذا آزادی غلام کے حق میں حیاتِ معنوی ہے جس کا سبب مولیٰ بنا، اس لیے شریعت نے اس کو آزاد شدہ غلام کی ولاء کا مستحق قرار دیا۔

ولاء کا استحقاق مذکر کو ہوتا ہے

وَلَاشَئیَ لِلْاِنَاثِ مِنْ وَرَثَةِ الْمُعْتِقِ الخ آزاد کرنے والے کے ورثہ میں اگر عورتیں ہوں تو وہ معتق کے ولاء کی مستحق نہیں ہوں گی، چونکہ یہ ایک کمزور اور ضعیف تعلق ہے اس کے ذریعہ صرف مذکر ہی وارث ہوتا ہے مؤنث نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَیْسَ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْوَلَاءِ الخ کہ عورتوں کے لیے ولاء میں سے کچھ نہیں ہے۔ یہاں پر ولاء سے مراد وہ مال ہے جس کو معتق نے چھوڑا ہے، اس کا مستحق مذکر ہوتا ہے تفصیل اس کی ماقبل میں گزر چکی ہے، البتہ اس حکم سے آٹھ مقام مستثنیٰ ہیں جہاں عورتیں ولاء کی مستحق ہوتی ہیں۔ حدیث شریف میں انکو الاما اعتقن الخ سے بیان فرمایا گیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

مذکورہ حکم سے مستثنیٰ مسائل

الاما اعتقن ای الاولاء ما اعتقنہ، یہ پہلا موقع ہے جہاں عورت ولاء کی مستحق ہوتی ہے، یعنی عورت کو اس غلام کی ولاء ملے گی جس کو اس نے آزاد کیا ہے، بشرطیکہ معتق کے ذوی الفروض اور عصبات نسبیہ میں سے کوئی وارث موجود نہ ہو۔

فائدہ حدیث شریف کے اس جزء میں غلام کیلئے لفظ ما کا استعمال کیا گیا جو کہ غیر ذوی العقول کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور اس کے بعد غلام ہی کے لیے لفظ "من" کا استعمال کیا گیا ہے جو ذوی العقول کیلئے آتا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ جب تک وہ غلام ہے شئی مملوک اور رذیل ہے دیگر اشیاء کی طرح اس کو بیچا بھی جاسکتا ہے اور ملکیت میں لایا بھی جاسکتا ہے لہٰذا دیگر اشیاء غیر ذوی العقول کی طرح اس کو لفظ "ما" سے تعبیر کیا گیا اور جب وہ آزاد ہوگیا تو اس کو حیاتِ معنوی مل گئی اور ذوی العقول میں شامل ہوگیا، اس لیے آزادی کے بعد "من" کا لفظ استعمال کیا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ "ما" کا استعمال غیر ذوی العقول کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس کا ایک استعمال یہ بھی ہے کہ وہ دونوں میں استعمال کیا جاتا ہے

اس کی دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے اَوْ مَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ الآیۃ۔

مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا نہج اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جب تک اس پر آزادی طاری نہیں ہوگی تو اس کو "ما" سے تعبیر کریں گے اور جب آزادی طاری ہو جائے گی تو "من" کے ساتھ تعبیر کریں گے۔

او اعتق من اعتقن:۔ ای لیس للنساء من الولاء شئ الا ولاء ما اعتقہ لمن اعتقنہ۔ یعنی عورتوں کو اس غلام کی ولا ملے گی جس کو عورتوں کے غلام نے آزاد کیا ہو، اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ہندہ نے اپنے غلام زید کو آزاد کیا پھر زید نے ایک غلام بکر کو خریدا اور اس کو آزاد کر دیا، اور زید جو کہ ہندہ کا غلام ہے انتقال کر گیا اسکے بعد زید کے آزاد کردہ غلام بکر کا انتقال ہوا اور بکر کا ذوی الفروض و عصبات نسبیہ میں سے کوئی وارث موجود نہیں اور نہ اس کا آزاد کرنے والا (زید) موجود ہے تو اس کی ولا ہندہ کو ملے گی جو زید کی معتقہ ہے۔ یہ دوسرا مسئلہ تھا۔

او کاتبن:۔ ای الا ولاء ما کاتبنہ۔ یہ تیسرا مسئلہ ہے کہ عورت کو اس غلام کی ولا ملے گی جس کو اس نے مکاتب بنایا تھا اور وہ بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا تھا۔

او کاتب من کاتبن:۔ ای لیس للنساء شئ من الولاء الا ولاء ما کاتبہ من کاتبنہ۔ یہ چوتھا مسئلہ ہے کہ عورتوں کو اس غلام کی ولا ملے گی جس کو عورتوں کے مکاتب نے مکاتب بنایا ہو اس کی صورت یہ ہے کہ زینب نے اپنے غلام خالد کو مکاتب بنایا اور وہ بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا پھر خالد نے اپنے غلام حامد کو مکاتب بنا دیا اور یہ بھی بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا اور پھر پہلے خالد کا انتقال ہو گیا جو زینب کا مکاتب تھا اس کے بعد حامد کا انتقال ہوا جو خالد کا مکاتب ہے تو حامد کی ولا زینب کو ملے گی جو اس کے مولیٰ خالد کی

مولیٰ عتاقہ ہے۔

اَوْ دَبَّرَن: ای الاولاء مادبرنہ، عورت کو اس غلام کی ولاء ملے گی جس کو اس نے مدبر بنایا ہو۔ یہ پانچواں مسئلہ ہے۔

مدبر وہ غلام کہلاتا ہے جس کے مولیٰ نے یہ کہدیا ہو کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔ اس میں غلام کی آزادی مولیٰ کے انتقال پر موقوف ہوتی ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ جب غلام مولیٰ کے انتقال کے بعد آزاد ہوگا اور پھر غلام کا انتقال ہوگا تو اس کی ولاء مولیٰ کو کیسے مل سکتی ہے چونکہ وہ تو پہلے ہی انتقال کر چکا ہے، اس لیے مدبر بنانے والے کو ولاء ملنے کا کوئی مطلب ہی نہیں۔ اس کا **جواب** یہ ہے کہ عورت نے اپنے غلام کو مدبّر بنایا اور وہ مرتد ہو کر (نعوذ باللہ) دار الحرب منتقل ہوگئی اس کا مرتد ہو کر دار الحرب چلے جانا ہی اس کی موت ہے، قاضی نے اس کے لحوق کا فیصلہ کر دیا تو یہ مدبر آزاد ہو جائے گا۔ اس کے بعد اتفاق سے وہ عورت پھر اسلام لے آئی اور دار الاسلام میں واپس لوٹ آئی، چونکہ اس کا غلام آزاد ہو گیا تھا، اس کے واپس آنے سے اس کی آزادی ختم نہیں ہوگی، اب اس آزاد شدہ غلام کا انتقال ہوتا ہے تو اس کی ولاء مدبر بنانے والی عورت کو ملے گی۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی مردہ دوبارہ زندہ ہو کر واپس آجائے تو اس کا تمام مال جو اسی ہیئت کذائیہ پر باقی ہو اس کو واپس دیدیا جائے گا البتہ جو مال ورثہ نے استعمال کر لیا ہے اس کا ضمان کسی پر نہیں ہوگا کیونکہ استعمال کرنے والوں نے حلال سمجھ کر استعمال کیا ہے البتہ جو غلام آزاد ہو گئے تھے ان کی آزادی ختم نہیں ہوگی وہ بدستور آزاد ہی رہیں گے۔

اَوْ دَبَّرَ مَنْ دَبَّرَن:۔ ای او الاولاء مادبرہ من دبرنہ، یہ چھٹا

مسئلہ ہے، عورتوں کو اس غلام کی ولاء ملے گی جس کو عورتوں کے مدبّر نے مدبر بنایا ہو اسکی صورت یہ ہے، او دبرن کے تحت ذکر کی گئی صورت میں جو عورت مرتد ہو کر دار الحرب چلی گئی تھی اس کا مدبّر چونکہ آزاد ہو گیا تھا، اس نے ایک غلام خریدا اور اس کو مدبر بنا دیا اور یہ مدبر بنانے والا انتقال کر گیا اور اس کا غلام آزاد ہو گیا، اس کے بعد وہ عورت مسلمان ہو کر دار الاسلام واپس لوٹ آئی تو اس کے مدبّر کے مدبر کا انتقال ہو گیا لہٰذا اسکی ولاء اس عورت کو ملے گی بشرطیکہ اس سے اوپر درجہ کا کوئی وارث موجود نہ ہو۔

او جرّ ولاء معتقهن :- ای الولاء الموصوف بکونه مجرور معتقهن۔ یہ ساتواں مسئلہ ہے۔ عورت کو اس کے آزاد کردہ غلام کی کھینچی ہوئی ولاء ملے گی۔

تشریح جرّ فعل ماضی ہے، ولاء مفعول ہے اور معتقهن اس کا فاعل ہے یہاں جرّ فعل ماضی ان مصدریہ کی تقدیر کے ساتھ بتاویل مفرد ہو کر مبنی للمفعول ہے اور مجرور (کھینچا ہوا) کے معنیٰ میں ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت کے غلام نے اپنی سیدہ کی اجازت سے ایسی باندی سے نکاح کیا جس کے آقا نے اس کو آزاد کر دیا تھا، ان سے ایک بچہ پیدا ہوا، یہ بچہ آزاد ہو گا چونکہ مسئلہ یہ ہے کہ حریت و رقیت میں بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے اور دین میں خیر الابوین کے تابع ہوتا ہے، لہٰذا اگر ماں باپ کے انتقال کے بعد اس بچہ کا انتقال ہو تو اس کی ولاء اس کی ماں کو آزاد کرنے والے کو ملے گی، باپ کی سیدہ محروم ہو گی۔ چونکہ اس نے اپنے غلام کو آزاد نہیں کیا، لیکن اگر بچہ کے انتقال سے پہلے اس کے باپ کی سیدہ نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا اور غلام کا انتقال ہو گیا پھر اس بچہ کا انتقال ہوا تو اب اس کی ولاء باپ کو آزاد کرنے والی سیدہ کو ملے گی اور ماں کا آزاد کرنے والا محروم ہو گا۔ جو ولاء پہلے اس طرف جا رہی تھی اب وہ اس طرف منتقل ہو گئی لہٰذا یہ معتقہ اپنے معتق کی کھینچی ہوئی ولاء کی مستحق ہو گی۔

غلامِ معتقہ کے ولاء کھینچنے کی وجہ

ولاء چونکہ بمنزلہ نسب کے ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولاء لحمہ ہے مثل لحمہ نسب کے اور نسب باپ کی جانب سے چلتا ہے تو ولاء کے استحقاق میں بھی باپ کا اعتبار ہوگا لہٰذا بچہ کی ولاء اس کے باپ کے آزاد کرنے والی کی طرف کھنچ آئے گی اور ماں کو آزاد کرنے والا محروم ہوگا۔

او معتق معتقهن:۔ ای او ولاء الذی ھو جر ولاء معتق معتقهن۔ یہ آٹھواں مسئلہ ہے۔ عورت کیلئے وہ ولاء ہے جو اس کے معتَق کے معتَق نے کھینچی ہو اس کی صورت یہ ہے کہ عورت نے اپنا غلام آزاد کیا، اس آزاد شدہ غلام نے ایک غلام خریدا اور اس کا نکاح کسی شخص کی آزاد کردہ باندی سے کر دیا، ان سے ایک بچہ پیدا ہوا جو مذکورہ مسئلہ کے مطابق آزاد ہوگا۔ اگر یہ بچہ انتقال کرتا ہے اس حال میں کہ اس کے ماں باپ پہلے ہی انتقال کر گئے ہیں تو اس کی ولاء اس کی ماں کو آزاد کرنے والے کو ملتی، چونکہ اس کا باپ غلام ہونے کی حالت میں انتقال کر رہا ہے مگر بچہ کے انتقال سے قبل اسکے باپ کے مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا اور پھر معتِق اور معتَق (جو بچہ کا باپ ہے) انتقال کر گئے بعد میں بچہ کا انتقال ہوا تو اس کی ولاء جو پہلے ماں کے آزاد کرنے والے کی طرف جا رہی تھی تو اب وہ باپ کے آزاد کرنے والے کے آزاد کرنے والی کی طرف منتقل ہوگی، لہٰذا یہ عورت اپنے معتَق کے معتَق کی کھینچی ہوئی ولاء کی مستحق ہوئی۔

تشریح

ولو ترك ابا المعتِق الخ اگر آزاد شدہ غلام نے اپنے آزاد کرنے والے کے باپ کو اور بیٹے کو چھوڑا مثلاً

م

ابن المعتِق	اب المعتِق

دوسری صورت یہ ہے کہ اس نے آزاد کرنیوالے کے بیٹے اور دادا کو چھوڑا

م

ابن المعتِق	اب اب المعتِق

ان دونوں صورتوں میں امامِ اعظم ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک باپ اور دادا محروم ہوں گے اور تمام ترکہ ابن المعتق کو ملے گا، برخلاف امام ابو یوسفؒ کے وہ دوسری صورت میں اب اب المعتق یعنی دادا کے محروم ہونے کے تو قائل ہیں، گویا دوسرا مسئلہ تو متفق علیہ ہے مگر پہلی صورت میں ان کا مذہب یہ ہے کہ اب المعتق یعنی باپ کو ولاء کا سدس (۱/۶) حصّہ ملے گا اور باقی کا استحقاق ابن المعتق (بیٹے) کو ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل

امام ابو یوسفؒ نے اپنے مدعیٰ کو ثابت کرنے کیلئے قیاس کیا ہے اس مسئلہ پر کہ اگر خود معتق کا انتقال ہو اور وہ اپنے باپ اور بیٹے کو چھوڑے تو باپ کو سدس حصہ ملتا ہے اور باقی کا استحقاق بیٹے کو ہوتا ہے تو اسی اعتبار سے معتق کی ولاء بھی ان کے مابین تقسیم ہوگی چونکہ ولاء اثر ہے ملکیت کا اور جب خود مالک کے ترکہ میں یہ ثمرہ مرتب ہو رہا ہے تو جو ملکیت کا اثر ہے یعنی ولاء اس کا بھی یہی حکم ہوگا۔

حضرات طرفینؒ کی دلیل

مولیٰ عتاقہ یا اس کے ورثہ کو معتق کا ترکہ ولاء ہونیکی حیثیت سے ملتا ہے اور ولاء کا استحقاق محض عصبہ بنفسہ کو ہوتا ہے یعنی مولیٰ عتاقہ کے عصبات بنفسہ کو ولاء ملے گی اس کے ذوی الفروض یا عصبہ بالغیر اور مع الغیر کو کچھ نہیں ملے گا، لہٰذا ابن المعتق، اب المعتق، اور اب اب المعتق میں عصبہ اقرب ابن المعتق ہے اس کی موجودگی میں اب المعتق اور اب اب المعتق کی طرف عصوبت منتقل نہیں ہوگی اس لیے مفتیٰ بہ قول کے مطابق دونوں صورتوں میں تمام ولاء کا مستحق ابن المعتق ہوگا، اور اب المعتق و اب اب المعتق محروم ہوں گے۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل کا جواب

امام ابو یوسفؒ نے جس مسئلہ پر قیاس کیا ہے وہاں پر معتق کے باپ کو سدس حصّہ ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے ملتا ہے اور ولاء کا استحقاق ذوی الفروض ہونیکی

حیثیت سے نہیں ہوتا بلکہ محض عصبہ بنفسہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اس لیے اس مسئلہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، نیز امام ابو یوسفؒ کی دلیل پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ جس طرح معتق کے ترکہ سے اس کے باپ کو سدس حصہ ملتا ہے اسی طرح دادا کو بھی سدس ملتا ہے، تو قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ اب المعتق کو بھی سدس حصہ ملنا چاہیے تھا حالانکہ وہ خود بھی اس کے محروم ہونے کے قائل ہیں۔

وَمَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عُتِقَ عَلَيْهِ وَيَكُونُ وَلَاؤُهُ لَهُ بِقَدْرِ الْمِلْكِ كَثَلٰثِ بَنَاتٍ لِلْكُبْرٰى ثَلٰثُونَ دِيْنَارًا وَلِلصُّغْرٰى عِشْرُونَ دِيْنَارًا فَاشْتَرَتَا أَبَاهُمَا بِالْخَمْسِيْنَ ثُمَّ مَاتَ الْأَبُ وَتَرَكَ شَيْئًا فَالثُّلُثَانِ بَيْنَهُنَّ أَثْلَاثًا بِالْفَرْضِ وَالْبَاقِي بَيْنَ مُشْتَرِيَتَيِ الْأَبِ أَخْمَاسًا بِالْوَلَاءِ ثَلٰثَةُ أَخْمَاسِهٖ لِلْكُبْرٰى وَخُمُسَاهُ لِلصُّغْرٰى وَتَصِحُّ مِنْ خَمْسَةٍ وَأَرْبَعِيْنَ۔

ترجمہ:

اور جو شخص مالک ہوگیا اپنے ذی رحم محرم کا تو وہ ذی رحم محرم اس پر آزاد ہو جائے گا اور ہوگی اس کی ولاء اس کے مالک کیلئے ملکیت کی بقدر، جیسے تین بیٹیاں ہیں ان میں سے بڑی کے پاس تیس دینار ہیں، اور چھوٹی کے پاس بیس دینار ہیں پھر ان دونوں نے اپنے باپ کو خرید لیا پچاس دینار کے بدلے، پھر باپ کا انتقال ہوگیا اور اس نے کچھ مال چھوڑا تو دو ثلث ان تینوں لڑکیوں کے درمیان بحیثیت ذوی الفروض تین حصوں پر تقسیم ہوگا۔ (ہر ایک کو ایک ایک حصہ مل جائیگا) اور باقی باپ کو خریدنے والی دونوں لڑکیوں کے درمیان پانچ حصوں پر تقسیم ہوگا بحیثیت ولاء کے، اس پانچ میں سے تین حصے کبریٰ کے لیے اور اس پانچ حصوں میں سے دو حصے صغریٰ کیلئے ہوں گے، اور اس مسئلہ کی تصحیح پینتالیس [45] سے ہوگی۔

تشریح ومن ملک ذا رحم محرم الخ اگر کوئی شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک بن جائے تو وہ ذی رحم محرم اس پر فوراً آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء مالک کو اپنی ملکیت کی بقدر ملے گی۔ اس مسئلہ میں غلام کی آزادی کے لیے دو صفتوں کا علی سبیل الاجتماع پایا جانا ضروری ہے۔ ایک یہ ہے کہ وہ ذی رحم ہو اور دوسری یہ ہے کہ وہ محرم ہو یعنی اس سے نکاح قطعاً حرام ہو اگر یہ دونوں وصف نہیں پائے گئے تو وہ غلام بغیر آزاد کیے آزاد نہ ہوگا۔ اس کی تین صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ دونوں صفتوں میں سے کوئی بھی نہ ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں میں سے ایک ہو مثلاً ذی رحم ہے محرم نہیں جیسے چچازاد بھائی، یہ ذی رحم تو ہے مگر محرم نہیں، چونکہ اس سے نکاح جائز ہے تیسری صورت یہ ہے کہ صرف محرم ہو ذی رحم نہ ہو جیسے رضاعی بہن۔ یہ محرم تو ہے اس لیے کہ اس سے نکاح قطعاً حرام ہے مگر ذی رحم نہیں ہے ان تمام صورتوں میں جب تک مالک اس کو آزاد نہ کردے اس وقت تک وہ آزاد نہ ہوگا۔

ولاء کا استحقاق ملکیت کی بقدر ہوگا ویکون ولاؤہ بقدر الملک :۔ آزاد شدہ غلام کی ولاء اس کو ملے گی جس کی وجہ سے وہ آزاد ہوا ہے اور وہ اپنی ملکیت کی بقدر ولاء کا مستحق ہوگا یعنی غلام میں اس کی جتنی ملکیت ہوگی اسی حساب سے اس کو ولاء ملے گی مثلاً دو شخص نے ایک غلام چار ہزار روپئے میں خریدا اس طریقہ پر کہ ایک نے ایک ہزار روپئے دیئے اور دوسرے نے تین ہزار روپئے دیئے اور وہ غلام دونوں کی جانب سے آزاد ہو گیا اس کے بعد غلام کا انتقال ہوا اگر اس کا ذوی الفروض اور عصبات نسبیہ میں سے کوئی وارث نہ ہو تو اسکی ولاء ان دونوں شخصوں کو ملے گی جو اس کی آزادی کا ذریعہ بنے ہیں اور اس کی کل ولاء کو چار حصوں پر تقسیم کریں گے، ایک حصہ اس شخص کو دیں گے جس نے ایک ہزار روپئے دیئے تھے اور تین حصے تین ہزار روپئے والے کو دیئے جائیں گے۔ چونکہ ان کی ملکیت غلام میں

اسی تناسب کے اعتبار سے تھی۔

تشریح کثلث بنات الخ مصنفؒ نے اس مسئلہ کی یہ مثال ذکر کی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ایک غلام نے اپنی سیدہ کی اجازت سے آزاد عورت سے نکاح کیا، اس سے تین لڑکیاں پیدا ہوئیں، ایک کبریٰ، دوسری صغریٰ، تیسری وسطیٰ۔ یہ لڑکیاں ماں کے تابع ہو کر آزاد ہوں گی۔ ان میں سے کبریٰ اور صغریٰ نے اپنے باپ کو آزاد کرانے کی غرض سے باپ کی سیدہ سے پچاس دینار میں خرید لیا، جس میں تیس[۳۰] دینار کبریٰ نے اور بیس[۲۰] دینار صغریٰ نے دیئے، وسطیٰ نے کچھ نہیں دیا۔ ان کے خریدتے ہی باپ فوراً آزاد ہو گیا، چونکہ وہ ذی رحم محرم ہے۔ اس کے بعد باپ کا انتقال ہوا اور ان کی ماں پہلے ہی انتقال کر چکی تھی تو باپ کے وارث صرف اسکی تین لڑکیاں ہیں۔ اس نے کل ترکہ مثلاً پینتالیس[۴۵] روپئے چھوڑا، اس میں سے دو تہائی ترکہ یعنی تیس[۳۰] روپئے تینوں لڑکیوں کو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے برابر برابر ملے گا، ہر لڑکی کو دس[۱۰] دس روپئے ملیں گے اور باقی پندرہ روپیوں کا استحقاق ان دو لڑکیوں کو ہوگا جن کے ذریعہ باپ آزاد ہوا ہے۔ چونکہ وہ باپ کی عصبہ سببی بھی ہیں، ان کے درمیان باقی پندرہ روپئے ان کی ملکیت کی بقدر تقسیم ہوں گے چونکہ انھوں نے باپ کو پچاس دینار میں خریدا تھا لہٰذا ان کو پانچ حصے فرض کیے جائیں تو کبریٰ کی ملکیت تین[۳] حصوں کی بقدر ہوئی اور صغریٰ کی ملکیت دو[۲] حصوں کی بقدر ہوئی تو پندرہ روپیوں کو پانچ حصوں پر تقسیم کریں گے تو تین حصوں کے مقابلہ میں نو روپئے ہوں گے یہ کبریٰ کو ملیں گے اور دو حصوں کے مقابلہ میں چھ روپئے ہوں گے، یہ صغریٰ کو ملیں گے۔ نتیجہ کے اعتبار سے کبریٰ کو انیس[۱۹] روپئے، دس[۱۰] ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے اور نو[۹] عصبہ سببی کی وجہ سے اور صغریٰ کو سولہ[۱۶] روپئے، دس[۱۰] ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے اور چھ[۶] عصبہ سببی ہونے کی وجہ سے ملیں گے اور وسطیٰ کو صرف دس[۱۰] روپئے، محض ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے ملیں گے۔

مسئلہ کی تخریج اس طرح ہو گی۔

مسئلہ ۳ × ۱۵ / ۴۵

بنت وسطیٰ	۲	بنت صغریٰ	بنت کبریٰ
۱۰		۱۰+۶ / ۱۶	۱۰+۹ / ۱۹

اس مسئلہ میں ورثہ صرف تین بنات ہیں جو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے ثلثان کی مستحق ہیں لہٰذا مسئلہ ۳ سے بنایا، اس کا ثلثان ۲ سہام تینوں بنات کا حق ہو گیا، مگر ۲ سہام ۳ عدد رؤس پر برابر تقسیم نہیں ہوں گے اس لیے عدد رؤس ۳ کو محفوظ کر لیا، اس کے بعد ایک سہام ان دو بنات کا حق ہو گا جنھوں نے اپنے باپ کو پچاس دینار کے عوض خریدا تھا۔ یہ دونوں بنات اس کی عصبہ سببی بھی ہوں گی۔ چونکہ ان کی ملکیت میں تفاوت ہے، جس نے ۲۰ دینار دیئے اس کے دو حصوں اور جس نے ۳۰ دینار دیے اس کے ۳ حصوں کی بقدر ملکیت ہوئی لہٰذا ایک سہام کو ۵ پر تقسیم کر کے ان کو ان کے حصوں کی بقدر دیں گے۔ یہاں گویا عدد رؤس ۵ ہوئے اس کو محفوظ کر لیا، اب ۳ اور ۵ جو اعداد رؤس ہیں ان میں تباین کی نسبت ہے لہٰذا ۳، کو ۵ میں ضرب دیدی تو حاصل ضرب ۱۵ ہوا پھر اس کو اصل مسئلہ ۳ میں ضرب دی تو حاصل ضرب ۴۵ ہو گیا یہ اس مسئلہ کی تصحیح ہو گئی۔ اس کے بعد بنات کے دو سہام کو ۱۵ میں ضرب دی تو ان کا حصہ ۳۰ سہام ہو گیا ہر ایک کو ۱۰، ۱۰ سہام ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے ملے اور ۱۵ سہام ان بنات کا حق ہوا جو عصبہ سببی ہیں لہٰذا ۱۵ کو ۵ پر تقسیم کیا تو ایک حصہ میں ۳ سہام آئے۔ کبریٰ کے ۳ حصے تھے لہٰذا اس کو ۹ سہام اور صغریٰ کے ۲ حصے تھے تو اس کو ۶ سہام عصبہ سببی ہونے کی حیثیت سے ملے۔ نتیجہ کے اعتبار سے کبریٰ کو ۱۹ سہام اور صغریٰ کو ۱۶ سہام اور وسطیٰ کو صرف ۱۰ سہام ملیں گے۔

بَابُ الحُجُبِ

اَلحُجُبُ عَلٰی نَوعَینِ حُجُبُ نُقصَانٍ وَهُوَ حُجُبٌ عَن سَهمٍ اِلٰی سَهمٍ وَذٰلِکَ لِخَمسَةِ نَفَرٍ لِلزَّوجَینِ وَالاُمِّ وَبِنتِ الاِبنِ وَالاُختِ لِاَبٍ وَقَد مَرَّ بَیَانُهٗ وَحُجُبُ حِرمَانٍ وَالوَرَثَةُ فِیهِ فَرِیقَانِ فَرِیقٌ لَا یُحجَبُونَ بِحَالٍ اَلبَتَّةَ وَهُم سِتَّةٌ اَلاِبنُ وَالاَبُ وَالزَّوجُ وَالبِنتُ وَالاُمُّ وَالزَّوجَةُ وَفَرِیقٌ یَرِثُونَ بِحَالٍ وَیُحجَبُونَ بِحَالٍ وَهٰذَا مَبنِیٌّ عَلٰی اَصلَینِ اَحَدُهُمَا هُوَ اَنَّ کُلَّ مَن یُدلِی اِلَی المَیِّتِ بِشَخصٍ لَا یَرِثُ مَعَ وُجُودِ ذٰلِکَ الشَّخصِ سِوٰی اَولَادِ الاُمِّ فَاِنَّهُم یَرِثُونَ مَعَهَا لِانعِدَامِ اِستِحقَاقِهَا جَمِیعَ التَّرِکَةِ وَالثَّانِی اَلاَقرَبُ فَالاَقرَبُ کَمَا ذَکَرنَا فِی العَصَبَاتِ وَالمَحرُومُ لَا یَحجُبُ عِندَنَا وَعِندَ ابنِ مَسعُودٍ رضی اللہ عنہ یَحجُبُ حُجُبَ النُّقصَانِ کَالکَافِرِ وَالقَاتِلِ وَالرَّقِیقِ وَالمَحجُوبُ یَحجُبُ بِالاِتِّفَاقِ کَالاِثنَینِ مِنَ الاِخوَةِ وَالاَخَوَاتِ فَصَاعِدًا مِن اَیِّ جِهَةٍ کَانَا فَاِنَّهُمَا لَا یَرِثَانِ مَعَ الاَبِ وَلٰکِن یَحجُبَانِ الاُمَّ مِنَ الثُّلُثِ اِلَی السُّدُسِ

ترجمہ:

حجب دو قسم پر ہے ایک حجب نقصان اور وہ بڑے حصے سے چھوٹے حصے کی طرف

حاجب ہوتا ہے، اور یہ پانچ افراد کے لیے ہے۔ شوہر، بیوی، اور ماں اور پوتی اور علاتی بہن کے لیے۔ اور اس کا بیان گذر چکا ہے۔ اور دوسری قسم حجب حرمان ہے اور ورثہ اس میں دو فریق ہیں۔ ایک فریق وہ جو کسی حال میں بھی بالکل محروم نہیں ہوتا، اور وہ چھ ہیں۔ بیٹا، اور باپ، اور شوہر اور بیٹی اور ماں اور بیوی۔ اور دوسرا فریق وہ ہے جو ایک حال میں تو وارث ہوتے ہیں اور دوسرے حال میں محجوب، اور یہ دو اصلوں پر مبنی ہے۔ ان میں سے ایک اصل یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو منسوب ہو میت کی جانب کسی دوسرے شخص کے واسطے سے تو وہ شخص وارث نہیں ہوگا اس دوسرے شخص کی موجودگی میں۔ اخیافی بھائی، بہنوں کے علاوہ کہ وہ ماں کے ساتھ وارث ہوتے ہیں اس وجہ سے کہ ماں تمام ترکہ کی مستحق نہیں ہوتی۔ اور دوسری اصل الاقرب فالاقرب ہے جیسا کہ باب العصبات میں ہم اس کو ذکر کر آئے ہیں۔ اور محروم ہمارے نزدیک حاجب نہیں ہوتا اور ابن مسعودؓ کے نزدیک حجب نقصان کے طور پر حاجب ہوتا ہے جیسے کافر اور قاتل اور غلام اور محجوب حاجب ہوتا ہے بالاتفاق جیسے دو یا زائد بھائی بہنیں کسی بھی جہت سے ہوں وہ باپ کے ساتھ وارث نہیں بنتے لیکن ماں کے لیے وہ ثلث سے سدس کی طرف حاجب بنتے ہیں۔

ربط:۔ ماقبل میں ذوی الفروض اور ان کے تفصیلی احوال اور عصبات کا تفصیلی بیان مذکور ہوا، اب اس باب میں حجب کے اصول و قواعد کو بیان کیا جا رہا ہے جو درحقیقت ماقبل کے ابواب ہی کا تتمہ اور تکملہ ہے۔

حجب کے لغوی معنیٰ لغت میں حجب کے معنیٰ المنع یعنی روکنا، باز رکھنا اور حائل ہونے کے آتے ہیں، اسی سے حجاب مشتق ہے، وہ چیز جس کے ذریعہ پردہ اور آڑ ہو، اس کی وجہ سے پیچھے کی چیز نہ دیکھ سکے۔ اسی سے لفظ حاجب بمعنیٰ دربان بھی آتا ہے، چونکہ وہ ہر کس و ناکس کو اندر آنے سے روکتا ہے۔

حجب کے اصطلاحی معنیٰ اہلِ فرائض کی اصطلاح میں حجب کی یہ تعریف بیان کی گئی ہے۔ منع شخص مخصوص عن میراثہ بوجود شخص آخر[1]۔ مخصوص شخص کا میراث کے لینے سے رک جانا دوسرے شخص کے موجود ہونیکی وجہ سے۔ یعنی دوسرا شخص اس کے لیے میراث لینے سے یا تو بالکل مانع اور رکاوٹ بن جاتا ہے جیسے بیٹے کی وجہ سے پوتے کو کچھ مال نہیں ملتا۔ اور یا دوسرے شخص کی وجہ سے بڑے حصے سے چھوٹے حصے کا مستحق ہوتا ہے جیسے ماں، بیٹے کی وجہ سے ثلث سے سدس کی مستحق ہوتی ہے۔ اول کو حجبِ حرمان اور ثانی کو حجبِ نقصان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حجب اور مانع ارث کے مابین فرق مانع ارث میں میراث کے مستحق ہونیکی صلاحیت ختم ہوجاتی ہے یعنی اس میں ذاتی رکاوٹ ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ وارث ہی نہیں رہتا اور حجب میں استحقاقِ میراث کی صلاحیت تو باقی رہتی ہے یعنی سببِ ارث اس میں رہتا ہے البتہ مافوق وارث ہونے کی وجہ سے میراث نہیں لیتا۔ مافوق وارث اس کے درمیان پردہ اور حائل رہتا ہے، جب وہ ختم ہوجاتا ہے تو یہ میراث کا مستحق ہوجاتا ہے۔

۲۔ حجب میں حاجب کیلئے دفع مضرت اور جلب منفعت ہوتی ہے اور موانع میں محض مضرت ہوتی ہے چونکہ وہ وصف ذاتی کی سزا ہے جیسے غلام اور قاتل۔ غلامی اور قتل کرنے کی وجہ سے کبھی بھی اپنے مورث کی میراث کے مستحق نہ ہوں گے، برخلاف حجب کے مثلاً پوتا، بیٹے کی وجہ سے محروم ہوتا ہے اور بیٹے کی عدم موجودگی میں مستحق ہوگا۔

۳۔ جو ورثہ موانع ارث میں داخل ہیں ان کو لفظ محروم سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جو حجب میں داخل ہوں ان کو محجوب سے تعبیر کرتے ہیں۔ مگر یہ اصطلاح حضرات متقدمین کے

---

[1] حاشیہ شریفیہ ص ۱۸

یہاں ہے، اب دونوں قسموں کو محروم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حجب کی اقسام

اَلْحَجْبُ عَلٰی نَوْعَیْنِ الخ حجب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک(۱) حجب نقصان، دوسری حجب حرمان۔ حجب نقصان کا مطلب یہ ہے کہ بڑے حصے سے چھوٹے حصے کی طرف گریز کرنا۔ مثلاً زوجہ کا حصہ ربع ہے مگر اولاد کی موجودگی میں ثمن ہو جاتا ہے۔ اگر اولاد نہ ہوتی تو زیادہ حصہ ملتا مگر اس کی وجہ سے حصہ کم ہو گیا۔ اسی طرح زوج کا حصہ نصف ہے مگر اولاد کی وجہ سے ربع ہو جاتا ہے حجبِ نقصان کا ثبوت صرف پانچ افراد کے لیے ہے (۱) زوج (۲) زوجہ (۳) ام (۴) بنت الابن (۵) اخت لاب۔ ام کا حصہ ثلثِ کل، یا ثلث مابقی ہے مگر اولاد کی موجودگی میں سدس ملتا ہے۔ اسی طرح بنت الابن کا حصہ نصف ہے مگر بنت کے ساتھ اس کا حصہ سدس ہوگا۔ اور اخت لاب کا حصہ بھی نصف ہے مگر اخت لاب وام کی وجہ سے سدس ہوگا۔

دوسری قسم حجب حرمان، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو بالکل مال نہ ملے یعنی اس میں ایک وارث کی وجہ سے دوسرے وارث کو کچھ نہیں ملتا۔ مثلاً دو حقیقی بہنوں کی وجہ سے علاتی بہن کو کچھ نہیں ملے گا وہ محروم ہوگی۔

مصنف رحؒ نے حجب حرمان کے حکم میں دو فریق ذکر کئے ہیں، ایک تو وہ فریق جو کسی بھی حال میں بالکل محروم نہیں ہوتا اس کا وجود مستلزم ہے اس بات کو کہ اس کو کچھ نہ کچھ مال ضرور دیا جائے۔ اس میں چھ افراد ہیں (۱) ابن (۲) اب (۳) زوج (۴) بنت (۵) ام (۶) زوجہ۔ تین مرد، تین عورتیں۔ ابن ہمیشہ عصبہ ہونے کی حیثیت سے مستحق ہوتا ہے اور اب کیلئے سدس حصہ ہے یا عصوبت کی وجہ سے اس کو حصہ ملتا ہے۔ اور زوج کے لیے ہمیشہ نصف یا ربع ہے۔ بنت کو نصف یا ثلثان ملتا ہے یا عصبہ بالغیر ہوتی ہے۔ اور ام کے لیے ہمیشہ سدس یا ثلثِ کل یا ثلث مابقیہ ہے اور زوجہ کے لیے ہمیشہ ربع یا ثمن ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ چھ افراد کسی بھی حالت میں محروم نہیں ہوتے۔

دوسرا فریق وہ ہے جو ایک حال میں تو مال کا مستحق ہوتا ہے اور دوسرے حال میں محجوب (محروم) ہوجاتا ہے۔ مثلاً ابن الابن، ابن کی موجودگی میں تو محروم ہوتا ہے اور اس کی عدم موجودگی میں مال کا مستحق ہوتا ہے۔

ایک اشکال اور اسکا جواب مصنفؒ نے حجبِ حرمان کے تحت ایک ایسے فریق کو داخل کیا جس کو حجبِ حرمان مس بھی نہیں کرتا۔ حرمان کا مطلب ہے بالکل محروم ہونا اور اس کے تحت ذکر کردہ پہلا فریق کسی بھی حال میں بالکل محروم نہیں ہوتا تو اس کو حجبِ حرمان کا فریق قرار دینا کیسے صحیح ہوگا؟

جواب: بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ یہاں پر تسمیۃ الشئی باسم ضدہ کے قبیلہ سے پہلے فریق کو اس میں داخل کیا گیا ہے جیسے اسلم اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو سانپ نے کاٹ لیا ہو، حالانکہ وہ موت کے قریب ہے۔

دوسرا جواب[۲] یہ ہے کہ پہلا فریق دوسرے فریق کے حرمان کا منشاء و سبب ہے تو منشاء شئی کو شئی کا حکم دیکر اس کے تحت داخل کر دیا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ شئی کے ساتھ حکم کا تعلق نفی اور اثبات دونوں کے اعتبار سے ہوتا ہے لہٰذا مطلب اس کا یہ ہوا کہ فریق اول سے حجب حرمان کا تعلق بطور نفی کے ہے اور دوسرے فریق کا تعلق بطور اثبات کے ہے۔ اور حجب کی نفی و اثبات دونوں ہی حجبِ حرمان کے احکام سے ہوں گے۔

تشریح وھذا مبنی علی اصلین الخ دوسرا فریق جو ایک حال میں مستحق ہوتا ہے اور ایک حال میں محروم ہوجاتا ہے، اس کے سمجھنے کیلئے دو قاعدے ہیں جو دو اصل ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں، دونوں ایک ساتھ بھی کام آسکتے ہیں اور صرف ایک سے بھی کام لیا جاسکتا ہے۔

مصنفؒ نے پہلے قاعدے کو کل من یدلی الی المیت الخ سے بیان فرمایا

جس کی تشریح یہ ہے کہ یدلی یہ باب کرُمَ سے مضارع کا صیغہ ہے، مصدر ادلاء ہے، اس کے معنی لغت میں ”ارسال الدلو فی البئر“ کے ہیں یعنی کنویں میں ڈول ڈالنا پھر اس کا استعمال مطلقاً ارسال اور منسوب ہونے کے معنیٰ میں ہونے لگا۔ یہاں پر مراد ہر وہ وارث ہے جو میت کی جانب کسی دوسرے شخص کے واسطے سے منسوب ہو مثلاً اب الاب، اب کے واسطے سے میت کی جانب منسوب ہوگا لہٰذا اس کا حکم یہ ہے کہ اگر خود یہ شخص جو واسطہ بن رہا ہے موجود ہو تو ذی واسطہ مستحق نہ ہوگا بلکہ محروم ہو جائے گا مگر یہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ واسطہ میں ایک جہت سے کل ترکہ کے مستحق ہونے کی صلاحیت موجود ہو، خواہ سبب استحقاق دونوں کا متحد ہو یا مختلف ہو، یا واسطہ میں کل مال لینے کی صلاحیت تو نہ ہو مگر سببِ استحقاق میں واسطہ وذی واسطہ متحد ہو مثلاً اب الاب، اب کے واسطہ سے میت کی جانب منسوب ہے اور اب میں کل ترکہ لینے کی صلاحیت موجود ہے اور دونوں سببِ استحقاق میں متحد بھی ہیں لہٰذا اب کی موجودگی میں اب الاب اِس قاعدے کے مطابق محروم ہوگا۔ اسی طرح ابن کی موجودگی میں ابن الابن محروم ہوگا، اور اب کی موجودگی میں اخ بھی محروم ہوگا اگرچہ دونوں سببِ استحقاق میں متحد نہیں مگر اب کل ترکہ لینے کی صلاحیت رکھتا ہے، نیز اگر واسطہ میں کل ترکہ لینے کی صلاحیت نہیں مگر سببِ استحقاق میں دونوں متحد ہیں مثلاً ام، ام الام کیلئے واسطہ ہے حالانکہ ام کل ترکہ کی مستحق نہیں ہوتی مگر چونکہ سببِ استحقاق میں دونوں متحد ہیں اس لیے ام الام، ام کی وجہ سے محروم ہوگی۔

اگر واسطہ میں کل ترکہ لینے کی صلاحیت نہ ہو اور دونوں سببِ استحقاق میں متحد بھی نہ ہو تو پھر ذی واسطہ واسطہ کی موجودگی میں محروم نہ ہوگا جیسے اولادِ ام، ام کی وجہ سے محروم نہ ہوگی حالانکہ اولادِ ام میت کی جانب ام کے واسطہ سے منسوب ہوتی ہے مگر دونوں کا سبب متحد نہیں ہے اور ام من جھة واحدة کل ترکہ کی مستحق بھی

نہیں ہوتی ہے۔

اس قاعدہ کا حاصل یہ ہے کہ جو وارث کسی دوسرے شخص کے واسطہ سے میت کی طرف منسوب ہو اگر وہ شخص موجود ہو اور اس میں من جہۃ واحدۃ کل ترکہ لینے کی صلاحیت ہو تو اس کی موجودگی میں ذی واسطہ محروم ہو جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دونوں سببِ استحقاق میں متحد ہیں تب بھی ذی واسطہ، واسطہ کی وجہ سے محروم ہوگا خواہ واسطہ کل ترکہ کا مستحق نہ ہو۔

دوسرا قاعدہ الاقرب فالاقرب کا ہے، جسکی تفصیل "باب العصبات" میں گذر چکی ہے۔

تشریح والمحروم لا یحجب عندنا الخ اگر ورثہ میں کوئی وارث محروم (جسمیں مانع ارث کا سبب موجود) ہو تو اس کی وجہ سے کسی دوسرے وارث پر حجب نقصان یا حجبِ حرمان واقع ہوگا یا نہیں، اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک محروم کسی قسم کا بھی حجب نہیں کرے گا۔ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ محروم حجب نقصان تو واقع کرسکتا ہے البتہ حجبِ حرمان نہیں کرے گا مثلاً

زوجہ	عم	ابن کافر

اس مثال میں ہمارے نزدیک زوجہ کو ربع ($\frac{1}{4}$) ملے گا اور باقی حصہ عم کو عصبہ ہونیکی وجہ سے اور ابن کافر ہونے کی وجہ سے محروم ہوگا اور عبداللہ بن مسعود رضؓ کے نزدیک زوجہ کو ثمن ($\frac{1}{8}$) ملے گا ابن کی وجہ سے اگرچہ وہ محروم ہے مگر حجب نقصان کا سبب ہوگا۔ اسی طرح اگر ابن قاتل یا رقیق ہو تو یہی حکم ہوگا۔

دلائل فریقین حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ محروم کا حجب نقصان کا سبب بننا اس وجہ سے ہے کہ نصِ قرآن میں ولد، اور اخوۃ کو مطلق حاجب قرار دیا گیا ہے خواہ وہ وارث ہوں یا محروم۔ فرمایا فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ الآیۃ، وقولہ تعالیٰ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ

الرُّبُعُ الآیۃ وقولہ تعالیٰ فَاِنْ کَانَ لَہٗ اِخْوَۃٌ فَلِاُمِّہِ السُّدُسُ الآیۃ
ان آیات میں ولد اور اخوۃ عام ہے کہ وہ مستحق ہوں یا محروم لہٰذا اگر ولد مستحق کو حاجب قرار دیں اور محروم کو حاجب نہ مانیں تو یہ نص پر زیادتی ہوگی، اس لیے محروم بھی حجب نقصان کا سبب ہوگا، اور محروم حجب حرمان کا سبب اس وجہ سے نہ ہوگا کہ یہ اس صورت میں متصور ہوگا۔ جب ایک اقرب ہو اور دوسرا ابعد، اقرب کے مستحق ہونے کی وجہ سے ابعد محروم (محجوب) ہوتا ہے اور جب اقرب محروم ہے تو ابعد کو اس کا استحقاق ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر محروم کی وجہ سے دوسرے وارث کو بھی محروم کر دیا جائے تو ایسی صورت میں وارث کے ہوتے ہوئے اجنبی شخص کو ترکہ دینا لازم آئے گا مثلاً اگر میت کے ورثہ میں اب، اور اب الاب ہوں، حال یہ کہ اب کافر ہے وہ کفر کی وجہ سے محروم ہوگا۔ اگر اس کی وجہ سے اب الاب کو بھی محروم کیا جائے گا اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا وارث موجود نہیں ہے تو لامحالہ ترکہ کو بیت المال وغیرہ میں داخل کرنا پڑے گا حالانکہ وارث (اب الاب) موجود ہے اس لیے محروم حجب حرمان کا سبب نہ ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ روایت کیا گیا کہ ایک مسلمان عورت نے اپنا وارث ایک مسلمان شوہر اور دو مسلمان اخیافی بھائی کو چھوڑا اور ایک ابن کافر کو چھوڑا، تو حضرت علیؓ اور حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہما نے شوہر کیلئے نصف حصہ اور اخیافی بھائیوں کیلئے ثلث حصہ دینے کا فیصلہ کیا اور جو باقی ہو وہ عصبہ کیلئے ہے، ابن کافر نہ شوہر کیلئے حجب نقصان کا سبب ہوا اور نہ اخیافی بھائیوں کے لیے حجب حرمان کا سبب ہوا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ محروم ایسے وصف کی وجہ سے وارث نہیں ہوتا جو اسکی ذات میں ہے، اس کی وجہ سے وہ میراث لینے کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتا، اس کو استحقاقِ میراث میں مانند میت کے قرار دیا گیا، گویا کہ وہ حیات ہی نہیں ہے لہٰذا حجب میں بھی وہ بمنزلہ عدم کے ہوگا اہلیت ارث فوت ہو جانے کی وجہ سے اس لیے وہ کسی بھی قسم کا حجب

نہیں کرے گا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی دلیل کا جواب

آیاتِ مذکورہ میں لفظِ ولد اور اخوۃ مجمل ہیں، ان کے وارث ہونے یا نہ ہونے کی کوئی صراحت نہیں ہے مگر یہ آیاتِ میراث ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان سے وہ ولد اور اخوۃ مراد ہوں گے جو وارث ہوں محروم نہ ہوں جو میراث لینے کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتا جیسے کافر وغیرہ تو وہ استحقاقِ ارث میں مانند عدم کے ہے، ان آیات کے تحت وہ داخل نہیں ہے۔

تشریح

والمحجوب یحجب بالاتفاق الخ اور محجوب بالاتفاق (یعنی ہمارے اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں) دونوں قسم (حجب نقصان وحجب حرمان) کا سبب بنتا ہے مثلاً

اخ	اخ	ام	اب
محروم	محروم	سدس	عصبہ محض

دونوں اخ، اب کی وجہ سے محروم بمعنیٰ محجوب ہیں مگر ان کی وجہ سے ام کو بجائے ثلث کے سدس حصّہ ملا، وہ ام کے لیے حجب نقصان کا سبب بنے۔ مثال مذکور میں اخ خواہ حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی نیز اخ کی جگہ اگر اخوات ہوں تب بھی یہی حکم ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ کم از کم دو ہوں۔ حجب حرمان کی مثال یہ ہے

ام ام الام	ام الاب	اب
محروم لوجود ام الاب	محروم لوجود الاب	عصبہ محض

ام الاب تو اب کی وجہ سے محروم بمعنیٰ محجوب ہے اور ام ام الام کیلئے ام الاب حاجب ہوگی ام الاب اگرچہ خود محروم (محجوب) ہے مگر وہ ام ام الام کیلئے حجب حرمان کا سبب بنی۔

محجوب چونکہ کسی ذاتی وصف کی وجہ سے بالکلیہ میراث لینے سے محروم نہیں ہوتا

بلکہ دوسرے وارث کے موجود ہونے کی وجہ سے محروم ہوتا ہے اگر وہ نہ ہو تو مستحق ہوتا ہے لہٰذا محجوب دونوں قسم کے حجب کا سبب بنتا ہے، وہ محروم کی طرح مانند میت کے نہیں ہے

بَابُ مَخَارِجِ الْفُرُوضِ

اِعْلَمْ اَنَّ الْفُرُوْضَ الْمَذْكُوْرَةَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى نَوْعَانِ اَلْاَوَّلُ النِّصْفُ وَالرُّبُعُ وَالثُّمُنُ وَالثَّانِيْ الثُّلُثَانِ وَالثُّلُثُ وَالسُّدُسُ عَلَى التَّضْعِيْفِ وَالتَّنْصِيْفِ فَاِذَا جَاءَ فِي الْمَسَائِلِ مِنْ هٰذِهِ الْفُرُوْضِ اُحَادُ اُحَادُ فَمَخْرَجُ كُلِّ فَرْضٍ سَمِيُّهٗ اِلَّا النِّصْفُ وَهُوَ مِنْ اِثْنَيْنِ كَالرُّبُعِ مِنْ اَرْبَعَةٍ وَالثُّمُنِ مِنْ ثَمَانِيَةٍ وَالثُّلُثِ مِنْ ثَلٰثَةٍ وَاِذَا جَاءَ مَثْنٰى اَوْ ثُلٰثَ وَهُمَا مِنْ نَوْعٍ وَاحِدٍ فَكُلُّ عَدَدٍ يَكُوْنُ مَخْرَجًا لِجُزْءٍ فَذٰلِكَ الْعَدَدُ اَيْضًا يَكُوْنُ مَخْرَجًا لِضِعْفِ ذٰلِكَ الْجُزْءِ وَلِضِعْفِ ضِعْفِهٖ كَالسِّتَّةِ هِيَ مَخْرَجٌ لِلسُّدُسِ وَلِضِعْفِهٖ وَلِضِعْفِ ضِعْفِهٖ وَاِذَا اخْتَلَطَ النِّصْفُ مِنَ الْاَوَّلِ بِكُلِّ الثَّانِيْ اَوْ بِبَعْضِهٖ فَهُوَ مِنْ سِتَّةٍ وَاِذَا اخْتَلَطَ الرُّبُعُ بِكُلِّ الثَّانِيْ اَوْ بِبَعْضِهٖ فَهُوَ مِنْ اِثْنَيْ عَشَرَ وَاِذَا اخْتَلَطَ الثُّمُنُ بِكُلِّ الثَّانِيْ اَوْ بِبَعْضِهٖ فَهُوَ مِنْ اَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ۔

ترجمہ:۔ جان تو کہ بے شک وہ حصے جو قرآن پاک میں مذکور ہیں، دو قسم پر ہیں

پہلی قسم نصف اور ربع اور ثمن ہے۔ اور دوسری قسم ثلثان اور ثلث اور سدس ہے۔ تضعیف و تنصیف کے طریقہ پر۔ پس جب مسائل میں ان (چھ ۶) حصّوں میں سے ایک ایک حصّہ آئے تو ہر حصّہ کا مخرج اس کا ہم نام عدد ہوگا، سوائے نصف کے کہ اس کا مخرج دو ۲ ہے جیسے ربع چار کے عدد سے۔ اور ثمن آٹھ سے اور ثلث تین کے عدد سے نکلے گا اور جب کہ دو دو یا تین تین (حصے) آجائیں اور وہ ایک قسم سے ہوں تو ہر وہ عدد جو مخرج ہو گا اپنے جزو کا تو وہی عدد اس جزو کے دوگنے اور اس دوگنے کے دوگنے کا بھی مخرج ہوگا جیسے چھ ۶ یہ سدس کا مخرج ہے اور اس کے دوگنے (ثلث) اور اس دوگنے کے دوگنے (ثلثان) کا مخرج ہے اور جب نوع اوّل کا نصف نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ مل کر آئے تو مخرج چھ ۶ سے ہوگا اور جب (نوع اول کا) ربع نوع ثانی کے کل کے ساتھ یا بعض کے ساتھ مل کر آئے تو مخرج بارہ ۱۲ سے ہوگا اور جبکہ (نوع اول کا) ثمن نوع ثانی کے ساتھ یا اس کے بعض کے ساتھ مل کر آئے تو مخرج چوبیس ۲۴ سے ہوگا۔

ماقبل سے ربط ماقبل کے ابواب میں ورثاء کے مختلف حالات اور ان کے وارث ہونے یا نہ ہونے کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اب یہاں سے عمل کے مسائل بیان کیے جاتے ہیں یعنی اس باب میں ایسے اصول و قواعد ذکر کیے گئے ہیں جن کے ذریعہ ترکہ کی تقسیم و تخریج کا طریقہ معلوم ہوگا۔ اگر ورثاء میں ذوی الفروض موجود ہیں تو ان کو ان کا متعینہ حصّہ ادا کرنے کے لیے کونسے عدد سے مسئلہ بنایا جائیگا جس سے اس کو اپنا حق مل سکے، اس کا ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔

فائدہ ان اصول و قوعد کے بیان کرنے سے قبل یہ بات بھی جان لینی چاہیئے کہ اگر تمام ورثہ عصبات ہی ہوں، ذوی الفروض میں سے کسی کا تحقق نہ ہو تو ان کے مابین ترکہ کی تقسیم کا طریقہ یہ ہے کہ ورثہ کی تعداد کے بقدر عدد سے مسئلہ بنا دیا جائے۔ مثلاً مرنے والے نے چار لڑکے وارث چھوڑے ان کے علاوہ کوئی اور

وارث نہیں

مسئلہ

ابن	ابن	ابن	ابن
۱	۱	۱	۱

تو چار کا عدد اس کا مخرج اور مسئلہ ہوگا، ہر ایک لڑکے کو ایک ایک حصہ ملے گا اور اگر مذکر کے ساتھ مؤنث بھی اختلاط کرکے آئے تو ایسی صورت میں "للذکر مثل حظ الانثیین" کے قاعدہ کے مطابق مذکر کو مؤنث کے مقابلہ میں دوگنا شمار کرکے مسئلہ بنا دیا جائے مثلاً چار لڑکے اور تین لڑکیاں وارث ہیں

مسئلہ

ابن	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱

تو مسئلہ گیارہ کے عدد سے بنائیں گے، ہر لڑکے کو دو، دو حصے اور ہر لڑکی کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

تشریح مخارج الفروض: مخارج جمع ہے مخرج کی، بمعنی جائے خروج۔ یہ ماخوذ ہے خروج سے اس کے معنی ہیں نکلنا۔ فروض جمع ہے فرض کی، بمعنی حصہ مخارج الفروض کے معنی ہوئے حصوں کے نکلنے کی جگہیں۔ مراد اس سے وہ اعداد بیان کرنے ہیں جن سے ذوی الفروض میں سے ہر ایک کا متعینہ حصہ بغیر کسر نکل سکے لہٰذا مخرج اس عدد کو کہیں گے جس سے کوئی حصہ بغیر کسر کے نکل سکے مثلاً نصف ہو تو وہ دو کے عدد سے، ربع چار کے عدد سے، اور سدس ہو تو چھ کے عدد سے بغیر کسر نکل آتا ہے۔

اعلم ان الفروض المذکورۃ الخ اصحاب الفرائض کے جو حصے قرآن پاک میں متعین ہیں وہ کل چھ ہیں۔ ان کو دو نوع پر تقسیم کیا گیا۔ نوع اول میں نصف ($\frac{1}{2}$)، ربع ($\frac{1}{4}$)، ثمن ($\frac{1}{8}$) ہیں اور نوعِ ثانی میں ثلثان ($\frac{2}{3}$)، ثلث ($\frac{1}{3}$) اور سدس ($\frac{1}{6}$) داخل ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ان میں سب سے کم حصہ ثمن ہے اور ثمن کے ہم نام عدد

آٹھ سے ثمن، ربع اور نصف بغیر کسر کے نکل آتا ہے۔ آٹھ کا ثمن ایک ۱، ربع دو ۲ اور نصف چار ۴ ہوگا، اس لیے اس کو نوع اول قرار دیا گیا نیز یہ حصّے اول موجودات حضرت آدم ؑ و حوا ؑ کے ہیں چونکہ وہ زوجین ہیں اور زوجین کا حصّہ نصف، ربع اور ثمن ہی ہوتا ہے۔ یہ دونوں دنیا میں سب سے پہلے آئے اس لیے ان کے حصص کو نوع اول میں شمار کیا۔ اس کے بعد تینوں حصّوں میں سب سے کم سدس ہے۔ اس سے سدس ثلث اور ثلثان بغیر کسر نکل آتا ہے۔ چھ کا سدس ایک ۱، ثلث، دو ۲ اور ثلثان چار ۴ ہوتا ہے، لہٰذا اس کو نوع ثانی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ان دونوں نوعوں کے مابین ایک خوبی یہ ہے کہ ایک جانب سے ان کو شمار کریں تو تنصیف (آدھا ہونا) اور دوسری جانب سے دیکھیں تو تضعیف (دوگنا ہونا) پایا جاتا ہے، اسی خوبی کو تضعیف و تنصیف کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ کما مرّ۔

اصولِ مخارج

اصولِ مخارج کل پانچ ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے پہلا اصول:۔ فَاِذَا جَاءَ فِی الْمَسَائِلِ الخ جب مسائل کے اندر ذوی الفروض کا تحقق ہو تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ ایک ایک ۱ حصّے کے مستحق ہوں گے یا متعدد حصوں کے، اگر ایک حصہ کے مستحق ہیں مثلاً نصف کے یا ربع کے یا ثمن کے یا ثلثان یا ثلث یا سدس کے تو اس کا مخرج ان فروض کا ہم نام عدد ہوگا۔ ربع کا ہم نام اربعہ ۴ ہے ثمن کا ثمانیہ ۸، ثلثان اور ثلث کا ثلاثہ ۳ اور سدس کا ستّہ ۶ ہے۔ البتہ نصف کا ہمنام کوئی عدد نہیں ہے اس کا مخرج ثانیہ ۲ ہوگا۔ ہر ایک کی مثال دیکھئے۔

م ۱ — مسئلہ ۲ — ہندہ
زوج: نصف ۱ — اخ: عصبہ ۱

م ۲ — مسئلہ ۴ — زید
زوجہ: ربع ۱ — عم: عصبہ ۳

م ۳ — مسئلہ ۸ — زید
زوجہ: ثمن ۱ — ابن: عصبہ ۷

م ۴ — مسئلہ ۳ — زید
اخت، اخت: ثلثان ۲ — عم: عصبہ ۱

م ۵ — مسئلہ ۳ — زید
ام: ثلث ۱ — اخ: عصبہ ۲

م ۶ — مسئلہ ۶
اب: سدس ۱ — ابن: عصبہ ۵

پہلی مثال میں زوج نصف کا مستحق ہے اس کا مخرج دو ۲ ہوگا۔ دوسری مثال میں زوجہ ربع کی مستحق ہے اس کا مخرج چار ۴ ہوگا۔ تیسری مثال میں زوجہ کا ثمن حصہ ہے اس لیے اس کا مخرج آٹھ ۸ ہوگا۔ چوتھی مثال میں دو اخت کا حصہ ثلثان ہے تو اس کا مخرج تین ۳ ہوگا اور پانچویں مثال میں ام ثلث کی مستحق ہے، اس کا مخرج بھی تین ہوگا اور چھٹی مثال میں اب کیلئے چھٹا حصہ ہے، اس لیے اس کا مخرج چھ ہوگا۔

دوسرا اصول۔ واذا جاء مثنیٰ او ثلث الخ مسائل میں ورثہ متعدد حصوں کے مستحق ہوں اور اختلاط کی صورت ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو نوعِ اول میں اختلاط ہوگا یہ اختلاط غیر سنگین ہے یا نوعِ اول کے فروض کا اختلاط نوعِ ثانی کے کل یا بعض فروض کے ساتھ ہوگا یہ اختلاط سنگین ہے، اگر اختلاط غیر سنگین ہے یعنی صرف ایک ہی نوع کے مختلف حصص ہیں تو اس کا اصول یہ ہے کہ ان میں جو سب سے چھوٹی کسر ہو، بڑی کسر کو اس کے تابع کر دو، جو مخرج چھوٹی کسر کا ہوگا وہی مخرج بڑی کسر کا بھی ہوگا۔ مثلاً نصف اور ربع کا اختلاط ہے چونکہ ربع ($\frac{1}{4}$) چھوٹی کسر ہے بہ نسبت نصف ($\frac{1}{2}$) کے لہٰذا چھوٹی کسر ربع ($\frac{1}{4}$) کا ہمنام عدد چار اس کا مخرج ہوگا، اس سے نصف بھی نکل آئے گا۔ مثال اس کی یہ ہے۔

مسئلہ ۴ — ہندہ

زوج	بنت	اخ
ربع	نصف	عصبہ
۱	۲	۱

زوج ربع کا مستحق ہے اور بنت نصف کی، لہٰذا مخرج چار کا عدد ہوگا اس کا ربع یعنی ایک حصہ زوج کو اور اس کا نصف یعنی دو ۲ حصے بنت کو ملیں گے اور باقی عصبہ کا حق ہے۔ اسی طرح اگر نصف اور ثمن کا اختلاط ہو تو مسئلہ آٹھ ۸ کے عدد سے بنے گا جیسے

مسئلہ — زید

زوجہ	بنت	عم
ثمن	نصف	عصبہ
۱	۴	۳

آٹھ میں سے ایک حصہ زوجہ کو اور اس کا نصف چار ۴ حصے بنت کو ملیں گے اور باقی عصبہ کا

حق ہے۔ اسی طرح نوعِ ثانی میں اختلاط ہو اس کا سدس، ثلثان کے ساتھ ہو مثلاً

مسئلہ ۶ زید

ام	اخت	اخت	عم
سدس	ثلثان		عصبہ
۱	۴		۱

اس صورت میں مخرج چھ کا عدد ہوگا اس کا سدس ایک حصہ ام کو اور ثلثان یعنی چار حصے دو اخت کو ملیں گے اور باقی کا استحقاق عم کو ہوگا عصبہ ہونے کی وجہ سے۔

اس اصول کو صاحبِ کتاب نے "واذا جاء مثنیٰ او ثلث" الخ سے بیان فرمایا ہے کہ جو عدد اپنے ہمنام حصہ کا مخرج ہوگا تو وہ اس کے دوگنے کا بھی اور اس دوگنے کے دوگنے کا بھی مخرج ہوگا مثلاً چھ کا عدد سدس کا مخرج ہے تو یہ اپنے سے دوگنے یعنی ثلث کا بھی مخرج ہوگا اور اس دوگنے کے دوگنے یعنی ثلثان کا بھی مخرج ہوگا کہ بغیر کسر کے دونوں حصے چھ کے عدد سے نکل آئیں گے۔ چھ کا ثلث دو اور ثلثان چار ہوگا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ ایک ہی نوع میں اختلاط ہو۔

تیسرا اصول:۔ اگر ایک نوع کے حصوں کا دوسری نوع کے حصوں کے ساتھ اختلاط ہو جو اختلاط سنگین ہے تو اس کے لیے تین اصول مقرر ہیں ان کو محفوظ کر لو ان میں کا پہلا اصول یہ ہے کہ اگر نوعِ اول کا نصف نوعِ ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ اختلاط کر کے آئے تو مسئلہ ہمیشہ چھ کے عدد سے بنے گا مثلاً

۱۔ مسئلہ ۶ ہندہ

زوج	ام	اخ
نصف	ثلث	عصبہ
۳	۲	۱

۲۔ مسئلہ ۶ عول ۷ ہندہ

زوج	اخت	اخت
نصف	ثلثان	
۳	۴	

۳۔ مسئلہ ۶ عول ۱۰ ہندہ

زوج	ام	اخت	اخت	اخ لام	اخ لام
نصف	سدس	ثلثان		ثلث	
۳	۱	۴		۲	

پہلی مثال میں نوعِ اول کا نصف، نوعِ ثانی کے ثلث کے ساتھ آیا تو مخرج چھ کا عدد ہوا۔

دوسری مثال میں نوعِ اول کا نصف نوعِ ثانی کے ثلثان کے ساتھ اختلاط کر کے آیا تو مخرج چھ ۶ ہی ہوا۔ تیسری مثال میں نوع اول کا نصف نوعِ ثانی کے کل یعنی ثلثان، ثلث اور سدس کے ساتھ آئے تو اس صورت میں بھی مخرج چھ ۶ ہی ہوگا۔

چوتھا اصول:۔ نوعِ اول کا ربع نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ اختلاط کر کے آئے تو مخرج بارہ ۱۲ کا عدد ہوگا مثلاً

مسئلہ ۱۲ عـ ۱۳ — زید

زوجہ	ام	اخت	اخت
ربع	سدس	ثلثان	
۳	۲	۸	

۲۔ مسئلہ ۱۲ — ہندہ

زوج	بنت	بنت	عم
ربع	ثلثان		عصبہ
۳	۸		۱

پہلی مثال میں نوع اول کا ربع نوع ثانی کے سدس اور ثلثان کے ساتھ آیا لہذا مخرج بارہ ۱۲ کا عدد ہوگا۔ دوسری مثال میں نوعِ اوّل کے ربع نے نوعِ ثانی کے ثلثان کے ساتھ اختلاط کیا تو اس کا مخرج بھی بارہ ۱۲ ہی کا عدد ہوگا۔

پانچواں اصول:۔ نوعِ اول کا ثمن، نوعِ ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ اختلاط کرے تو اس کا مخرج ہمیشہ چوبیس کا عدد ہوگا مثلاً

مسئلہ ۲۴ — زید

زوجہ	ام	بنت	بنت	عم
ثمن	سدس	ثلثان		عصبہ
۳	۴	۱۶		۱

۲۔ مسئلہ ۲۴ — زید

زوجہ	اب	ابن
ثمن	سدس	عصبہ
۳	۴	۱۷

۳۔ مسئلہ ۲۴ — زید

زوجہ	بنت	بنت	اخ
ثمن	ثلثان		عصبہ
۳	۱۶		۵

پہلی مثال میں نوع اول کا ثمن نوع ثانی کے سدس اور ثلثان کے ساتھ اختلاط کر کے آیا

اس لیے مخرج چوبیس ۲۴ کا عدد ہوگا۔ اور دوسری مثال میں نوع اول کے ثمن کے ساتھ نوعِ ثانی کے سدس کا اختلاط ہے۔ اور تیسری مثال میں نوعِ اوّل کے ثمن کے ساتھ نوعِ ثانی کے ثلثان کا اختلاط ہے لہٰذا مخرج ان میں بھی چوبیس ۲۴ ہی کا عدد ہوگا ان آخر کے تین اصول کو صاحبِ کتابؒ نے واذا اختلط النّصف من الاول الخ سے بیان فرمایا ہے۔ فلیحفظ۔

بَابُ الْعَوْلِ

اَلْعَوْلُ اَنْ يُّزَادَ عَلَى الْمَخْرَجِ شَيْءٌ مِّنْ اَجْزَائِهٖ اِذَا ضَاقَ عَنْ فَرْضٍ اِعْلَمْ اَنَّ مَجْمُوْعَ الْمَخَارِجِ سَبْعَةٌ اَرْبَعَةٌ مِّنْهَا لَا تَعُوْلُ وَهِيَ الْاِثْنَانِ وَالثَّلٰثَةُ وَالْاَرْبَعَةُ وَالثَّمَانِيَةُ وَثَلٰثَةٌ مِّنْهَا قَدْ تَعُوْلُ اَمَّا السِّتَّةُ فَاِنَّهَا تَعُوْلُ اِلٰى عَشَرَةٍ وِتْرًا وَشَفْعًا وَاَمَّا اِثْنَا عَشَرَ فَهِيَ تَعُوْلُ اِلٰى سَبْعَةَ عَشَرَ وِتْرًا لَا شَفْعًا وَاَمَّا اَرْبَعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ فَاِنَّهَا تَعُوْلُ اِلٰى سَبْعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ عَوْلًا وَاحِدًا كَمَا فِي الْمَسْئَلَةِ الْمِنْبَرِيَّةِ وَهِيَ اِمْرَاَةٌ وَّبِنْتَانِ وَاَبَوَانِ وَلَا يُزَادُ عَلٰى هٰذَا اِلَّا عِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَاِنَّ عِنْدَهٗ لَا تَعُوْلُ اِلٰى اَحَدٍ وَّثَلٰثِيْنَ۔

ترجمہ:۔

عول یہ ہے کہ مخرج پر اس کے اجزاء میں سے کچھ زیادہ کر دیا جائے جب کہ مخرج تنگ ہو جائے فرض کی ادائیگی سے۔ جان تو کہ بے شک کل مخارج سات ہیں۔ چار ان میں سے عول نہیں کرتے اور وہ تین اور چار اور آٹھ ہیں۔ اور تین مخارج میں کبھی عول ہوتا ہے، بہر حال چھ[۶] اس کا عول دس تک ہوتا ہے طاق اور جفت کے اعتبار سے اور بارہ کا عول سترہ[۱۷] تک ہوتا ہے طاق عدد کے اعتبار سے نہ کہ جفت اور چوبیس[۲۴] کا عول

ستائیس ۲۷ کی طرف ایک عول ہوتا ہے جیسا کہ مسئلہ منبریہ میں ہے اور وہ (مسئلہ منبریہ) یہ ہے کہ (ورثہ میں) بیوہ، دو لڑکیاں اور ماں، باپ ہوں اور یہ عول نہیں زیادہ کیا جاتا ہے ستائیس پر مگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس لیے کہ ان کے نزدیک چوبیس ۲۴ کا عول اکتیس ۳۱ تک ہوتا ہے۔

ماقبل سے ربط اس سے پہلے باب میں جو مخارج ذکر کیے گئے ہیں انکی تین قسمیں ہیں ۱۔ عادلہ، ۲۔ رابحہ، ۳۔ خاسرہ۔ اس باب میں مخارجِ خاسرہ کا بیان ہے

عادلہ ۱، رابحہ ۲، خاسرہ ۳ کی تعریفات مع امثلہ

عادلہ وہ مخارج کہلاتے ہیں کہ مسئلہ میں جو عدد بطور مخرج فرض کیا گیا ہے وہ حِصّہ لینے والے فریقوں کے درمیان پورا پورا تقسیم ہو جائے۔ مثلاً

مسئلہ ۲ زید

زوج	اخت
نصف	نصف
۱	۱

قاعدہ کے مطابق دو سے مسئلہ بنایا جو نصف کا مخرج ہے، وہ فریقین زوج واخت پران کے حصوں کے مطابق برابر، برابر تقسیم ہو گیا۔

رابحہ: وہ مخارج کہلاتے ہیں کہ مسئلہ میں جو مخرج فرض کیا گیا ہے اس سے فریقوں کا حِصّہ متعینہ ادا کرنے کے بعد کچھ باقی بچ جائے مثلاً

مسئلہ ۶

ام	اخت لام	اخت لام
سدس	ثلث	
۱	۲	

قاعدہ کے مطابق چھ اس کا مخرج ہے

ام کو سدس یعنی چھ ۶ میں سے ایک حِصّہ دیا اور اخت لام کو ثلث یعنی دو ۲ حصے دیئے، کل تین حصے ہوئے اور مخرج چھ فرض کیا گیا تھا تو فریقین کا حِصّہ متعینہ ادا کرنے کے بعد تین

پھر بھی باقی رہا اس مخرج کو راجہ کہتے ہیں۔

خاسِرہ: وہ مخارج کہلاتے ہیں کہ جو مخرج فرض کیا گیا ہے وہ حصّہ لینے والے فریقوں پر تنگ ہوجائے یعنی ان کو اپنا متعینہ حصہ پورا نہ مل سکے مثلاً

مسئلہ ۶	ہند	
زوج	اخت	اخت
نصف	ثلثان	
۳	۴	

اس مثال میں چھ کا نصف تین زوج کا حق ہوگیا اور دو حقیقی بہنوں کا حق ثلثان یعنی چھ میں سے چار ہوا، دونوں فریق کل سات حصّوں کے مستحق ہوئے حالانکہ مخرج چھ کا عدد فرض کیا گیا تھا لہٰذا یہاں پر مخرج تنگ ہوگیا۔ اس مسئلہ کو خاسرہ کہتے ہیں۔

فائدہ اگر مسائل میں مخارج عادلہ ہوں تو مسئلہ کا نکالنا بہت آسان ہے لیکن اگر مخارج راجہ یا خاسرہ جن کا حاصل مخرج کا بڑھنا یا گھٹنا ہے تو یہ دونوں ایک قسم کی بیماری ہیں، ان دونوں قسم کی بیماریوں کا علاج کرنے کے لیے دو باب قائم کیے گئے ہیں۔ ایک باب العول ہے، اور دوسرا باب الرد۔ عول میں مخرج کے خسران کی بیماری دور کی جاتی ہے اور رد میں مخرج پر زیادتی کی بیماری کا علاج ہوتا ہے۔ لہٰذا عول اور رد آپس میں مقابل ہیں۔ عول کا منشاء خسران اور رد کا منشاء زیادتی چونکہ اسباب کا تضاد مستلزم ہوتا ہے مسبب کے تضاد کو اسی بناء پر عول اور رد ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

عول کے لغوی معنیٰ عَوْل بفتح العین وسکون الواو۔ لغت کے اندر عول کے تین معانی آتے ہیں، ظلم کی طرف میلان، اسی سے ہے عال الحاکم فی حکمہ، یہ اس وقت بولتے ہیں جب حاکم فیصلہ کرنے میں ایک حکم کی طرف مائل ہو نیز اللہ تبارک وتعالیٰ کا قول ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا الآیۃ بھی اسی قبیل

سے ہے۔ دوسرے معنٰی غلبہ کے ہیں۔ بولتے ہیں عیل صبرہٗ ای غلب یعنی اس کا صبر غالب آگیا۔ تیسرے معنٰی ارتفاع کے ہیں، اسی سے ہے عال المیزان۔ جب ترازو کھڑی کردی جائے، اس وقت بولتے ہیں۔

عول کے اصطلاحی معنٰی

اصطلاح میں عول کہتے ہیں کہ ورثہ کے سہام کا مخرج پر زیادتی کرنا۔ صاحبِ کتابؒ نے اس کی تعریف اس طرح بیان کی ہے "العول ان یزاد علی المخرج شیئ من اجزائہ اذا ضاق عن فرض" یعنی ورثہ کے سہام مخرج پر اس کے اجزاء میں سے زیادہ کردیئے جائیں جب کہ مخرج سہام کی ادائیگی سے تنگ ہو جائے۔

عول کے لغوی اور اصطلاحی معنٰی میں مناسبت

لغوی اور اصطلاحی معنٰی میں مناسبت

ظاہر ہے کہ جب عول میں مخرج تنگ اور ورثہ کے سہام زیادہ ہوگئے تو ورثہ پر ظلم ہوا کہ ان کو ان کا متعینہ حصہ نہیں دیا گیا مثلاً

زوج	اخت	اخت
نصف	ثلثان	
۳		

مسئلہ ۶

قاعدہ کے مطابق مخرج چھؔ فرض کیا گیا اس کا نصف تین سہام شوہر کو دیئے اور اس کے ثلثان یعنی چار سہام کا استحقاق دو بہنوں کو ہوا، دونوں فریق کل ساتؔ سہام کے مستحق ہوئے اور مخرج چھؔ فرض کیا گیا تھا لہٰذا اب ترکہ بجائے چھؔ سہام کے سات سہام پر تقسیم ہوگا، تین شوہر کو اور چار سہام بہنوں کو ملیں گے۔ ظاہر ہے کہ نہ نصف والے کو نصف دیا اور نہ ثلثان والے کو ثلثان دیا تو ان پر ایک قسم کا ظلم ہوا۔ نیز یہ اصل مخرج چھؔ پر غالب بھی آگیا کہ اب اسی کے مطابق ترکہ تقسیم ہوگا۔ اس طرح اس کو اصل مخرج پر ترفع اور بلندی بھی حاصل ہوگئی۔

عول کی ابتدا کب سے ہوئی؟

عول کی ابتدا امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقِ اعظم

رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی جس کا سبب یہ ہوا کہ ایک مسئلہ میں مخرج سہام کی ادائیگی سے تنگ پڑ گیا وہ مسئلہ یہ ہے

مسئلہ ۶ عول ۸

زوج	ام	اخت لاب وام
نصف	ثلث	نصف
۳	۲	۳

تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے
صحابۂ کرامؓ سے اس مسئلہ میں مشورہ کیا، حضرت عباسؓ ابن عبد المطلب نے عول کی طرف اشارہ کیا اور اس پر تمام صحابہ کرامؓ نے اتفاق کر لیا، کسی نے کوئی انکار نہیں کیا البتہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد اللہؓ نے حضرت عمر فاروق کی وفات کے بعد عول میں اختلاف کیا حالانکہ پہلے ان کی رائے اپنے والد حضرت عباسؓ کی رائے کے موافق تھی، بہر حال صحابۂ کرامؓ کا اس پر اجماع ہو گیا۔

عول کے قواعد

اعلم ان مجموع المخارج سبعة الخ مخارج کل سات ہیں۔ دو، تین، چار، آٹھ، چھ، بارہ، چوبیس۔ ان میں سے پہلے چار کا تو کوئی عول نہیں آتا، البتہ باقی تین مخارج یعنی چھ، بارہ اور چوبیس کا عول ہوتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

قاعدہ ۱: چھ کا عول دس تک ہوتا ہے وتراً و شفعاً یعنی طاق اور جفت دونوں طرح سے، چنانچہ چھ کا عول سات، آٹھ، نو اور دس کل چار عول ہوں گے ہر ایک کی مثال سنئے۔

۱۔ مسئلہ ۶ عول ۷

زوج	اخت لاب وام	اخت لاب وام
نصف	ثلثان	
۳	۴	

ہندہ

۲۔ مسئلہ ۶ عول ۸

زوج	اخت لاب	اخت لام ۲ نفر
نصف	نصف	ثلث
۳	۳	۲

ہندہ

۳۔ مسئلہ ۶ عول ۹

زوج	اخت لاب وام	اخت لاب	اخت لام	ام
نصف	نصف	سدس	سدس	سدس
۳	۳	۱	۱	۱

ہندہ

م ۴ مسئلہ ۶ عـ ۱۰ ہندہ

زوج	اخت لاب وام ۲	اخت لام ۲	ام
نصف	ثلثان	ثلث	سدس
۳	۴	۲	۱

مذکورہ مثالوں میں چھ کا عول سات، آٹھ، نو اور دس ہونا واضح ہے۔

فائدہ:۔ آٹھ، نو، دس ان تین عول کے اندر میت کا مؤنث ہونا ضروری ہے، مذکر ہونے کی صورت میں یہ عول نہیں آتے البتہ سات عول ہو تو میت مذکر و مؤنث دونوں ہوسکتی ہے۔

قاعدہ ۲:۔ وإمّا اثنا عشر الخ بارہ ۱۲ کا عول سترہ ۱۷ تک آتا ہے وترا یعنی طاق عدد، لہٰذا تیرہ ۱۳، پندرہ ۱۵، اور سترہ ۱۷ کل تین عول ہوں گے۔ اگر سترہ ۱۷ عول آئے تو میت ہمیشہ مذکر ہوگی اور تیرہ یا پندرہ آئے تو مذکر و مؤنث دونوں ہوسکتی ہے مثال ہر ایک کی یہ ہیں۔ م ۱ مسئلہ ۱۲ عـ ۱۳ ہندہ

زوج	بنت ۲	ام
ربع	ثلثان	سدس
۳	۸	۲

م ۲ مسئلہ ۱۲ عـ ۱۵ ہندہ

زوج	بنت ۲	اب	ام
ربع	ثلثان	سدس مع التعصیب	سدس
۳	۸	۲	۲

م ۳ مسئلہ ۱۲ عـ ۱۷ زید

زوجہ	اخت لام ۳ نفر	اخت ۸	ام الام
ربع	ثلث	ثلثان	سدس
۳	۴	۸	۲

ان مثالوں میں بارہ ۱۲ کا عول سترہ تک ذکر کیا گیا ہے۔ سترہ عول کے لیے شرط یہ ہے کہ میت مذکر ہو۔ اس کی وضاحت مثال مذکور سے ہوتی ہے۔

قاعدہ ۳:۔ وإمّا اربعة وعشرون الخ چوبیس ۲۴ کا صرف ایک ہی عول ستائیس ۲۷ آتا ہے اور یہ مسئلہ منبریہ میں پایا جاتا ہے وہ مسئلہ یہ ہے م مسئلہ ۲۴ عـ ۲۷ زید

زوجہ	بنت ۲	اب	ام
ثمن	ثلثان	سدس مع التعصیب	سدس
۳	۱۶	۴	۴

مسئلہ منبریہ کی وجہ تسمیہ

اس مسئلہ کا نام منبریہ، تسعیہ اور بخیلیہ بھی ہے۔ وجہ تسمیہ ہر ایک کی یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک شخص نے اس مسئلہ کے متعلق ایسی حالت میں سوال کیا تھا جب آپؓ کوفہ کی مسجد میں منبر پر تشریف فرما تھے اور خطبہ پڑھ رہے تھے۔ آپؓ نے اسی وقت برجستہ سائل کو جواب سے سرفراز فرمایا، اس لیے یہ مسئلہ منبریہ کہلاتا ہے۔ اس کے بعد سائل نے ازراہِ تعنت یہ کہا کہ زوجہ کا حصہ تو اولاد کی موجودگی میں ثمن ہے یعنی آٹھواں حصہ ہے اور اس صورت میں ثمن نہیں ہے، اس نے سوال اس طرح کیا، الیس للزوجۃ الثمن، تو آپ نے ارشاد فرمایا، صار ثمنہا تسعًا۔ یعنی اس کا آٹھواں حصہ نواں ہو گیا۔ اس لیے اس مسئلہ کا نام تسعیہ بھی رکھا گیا ہے۔ اور بخیلیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کے عول میں بخل سے کام لیا گیا ہے کہ اس کا عول صرف ایک ستائیس ۲۷ ہی آتا ہے۔

ولا یزاد علی ھذا الخ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک چوبیس ۲۴ کا دوسرا عول اکتیس ۳۱ بھی آتا ہے جیسا کہ اس مثال سے وضاحت ہوتی ہے۔

مسئلہ ۲۴ عـ ۳۱ — زید

زوجہ	ام	اخت لاب وام ۲،	اخت لام ۲	ابن (کافر)
ثمن	سدس	ثلثان	ثلث	محروم
۳	۴	۱۶	۸	

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق اس مسئلہ میں اکتیس ۳۱ عول ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کے نزدیک محروم حجب نقصان تو کرتا ہے مگر حجب حرمان نہیں کرتا اور ہمارے نزدیک نہ حجب نقصان کرتا ہے نہ حجب حرمان۔ جیسا کہ باب الحجب کے تحت اس کی تفصیل گزر چکی ہے، لہٰذا مذکورہ مسئلہ میں ابن جو کفر کے سبب محروم ہے اس کی وجہ سے زوجہ کو ثمن مل رہا ہے چونکہ محروم حجب نقصان کا سبب ہے، اس وجہ سے اس کا عول اکتیس ۳۱ آیا برخلاف ہمارے کہ ابن جو کفر کی وجہ سے محروم ہے

اس کا کوئی اعتبار نہیں، وہ کسی قسم کا حجب نہیں کرے گا اس لیے اس کی وجہ سے زوجہ کو ثمن نہیں ملے گا بلکہ وہ ربع کی مستحق ہوگی اور اس مسئلہ کی تخریج ہمارے نزدیک اس طرح ہوگی۔ مسئلہ ۱۲ عول ۱۷

زوجہ	ام	اخت لاب وام ۲	اخت لام ۲	ابن (کافر)
ربع	سدس	ثلثان	ثلث	محروم
۳	۲	۸	۴	

زوجہ کو ربع ملے گا، اس لیے کہ ابن کافر مانند عدم کے ہے لہٰذا قاعدہ کے مطابق مسئلہ بارہ سے ہوگا اور اس کا عول سترہ ہو جائے گا مذکورہ تخریج کے مطابق۔ بہرحال چوبیس ۲۴ کا عول اکتیس نہیں آئے گا۔

فَصْلٌ

فِي مَعْرِفَةِ التَّمَاثُلِ وَالتَّدَاخُلِ وَالتَّوَافُقِ وَالتَّبَايُنِ بَيْنَ الْعَدَدَيْنِ

تَمَاثُلُ الْعَدَدَيْنِ كَوْنُ أَحَدِهِمَا مُسَاوِيًا لِلْآخَرِ وَتَدَاخُلُ الْعَدَدَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ أَنْ يَعُدَّ أَقَلُّهُمَا الْأَكْثَرَ أَيْ يُفْنِيَهُ أَوْ نَقُولُ هُوَ أَنْ يَكُونَ أَكْثَرُ الْعَدَدَيْنِ مُنْقَسِمًا عَلَى الْأَقَلِّ قِسْمَةً صَحِيحَةً أَوْ نَقُولُ هُوَ أَنْ يَزِيدَ عَلَى الْأَقَلِّ مِثْلُهُ أَوْ أَمْثَالُهُ فَيُسَاوِي الْأَكْثَرَ أَوْ نَقُولُ هُوَ أَنْ يَكُونَ الْأَقَلُّ جُزْءًا لِلْأَكْثَرِ مِثْلُ ثَلٰثَةٍ وَتِسْعَةٍ وَتَوَافُقُ الْعَدَدَيْنِ أَنْ لَا يَعُدَّ أَقَلُّهُمَا الْأَكْثَرَ وَلٰكِنْ يَعُدُّهُمَا عَدَدٌ

ثَالِثٌ كَالثَّمَانِيَةِ مَعَ الْعِشْرِيْنَ تَعُدُّ هُمَا أَرْبَعَةٌ فَهُمَا مُتَوَافِقَانِ بِالرُّبُعِ لِأَنَّ الْعَدَدَ الْعَادَّ لَهُمَا مَخْرَجٌ لِجُزْءِ الْوَفْقِ وَتَبَايُنُ الْعَدَدَيْنِ أَنْ لَا يَعُدَّ الْعَدَدَيْنِ مَعًا عَدَدٌ ثَالِثٌ كَالتِّسْعَةِ مَعَ الْعَشَرَةِ۔

ترجمہ:

یہ فصل ہے دو عددوں کے درمیان تماثل اور تداخل اور توافق اور تباین کے پہچاننے کے بیان میں۔ دو عددوں کا تماثل ان میں سے ایک کا دوسرے کے برابر ہونا ہے۔ اور دو مختلف عددوں کا تداخل یہ ہے کہ ان دونوں میں کا چھوٹا عدد بڑے عدد کو کاٹ دے یعنی اس کو فنا کر دے یا ہم کہیں گے کہ وہ (دو عددوں میں تداخل) یہ ہے کہ دونوں عددوں میں سے بڑا عدد چھوٹے عدد پر برابر تقسیم ہو جائے۔ یا ہم کہیں گے کہ تداخل یہ ہے کہ چھوٹے عدد پر اسی کے ایک مثل یا چند مثل زیادہ کیے جائیں تو وہ (یہ چھوٹا عدد) بڑے عدد کے برابر ہو جائے، یا کہیں گے ہم کہ تداخل یہ ہے کہ چھوٹا عدد بڑے عدد کا جزء ہو جیسے تین اور نو۔ اور دو عددوں کا توافق یہ ہے کہ ان میں کا چھوٹا عدد بڑے عدد کو فنا تو نہ کرے لیکن تیسرا عدد ان دونوں (چھوٹے اور بڑے عدد) کو فنا کر دے جیسے آٹھ بیس کے ساتھ۔ چار کا عدد ان دونوں کو فنا کر دیتا ہے، پس ان دونوں عددوں میں "توافق بالربع" ہے اس لیے کہ وہ عدد جو ان دونوں کو فنا کرنے والا ہے یعنی چار وہ وفق کے جزء یعنی ربع کا مخرج ہے۔ اور دو عددوں کا تباین یہ ہے کہ دونوں عددوں کو کوئی تیسرا عدد ایک ساتھ فنا نہ کرے جیسے نو، دس کے ساتھ۔

یہ فصل اگلے باب "باب التصحیح" کیلئے مقدمہ اور موقوف علیہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ چونکہ تصحیح میں دو عددوں کے مابین نسبت دیکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے اسلیے اگر یہ فصل سمجھ میں آگئی تو اگلے باب کا سمجھنا بہت آسان ہوگا، لہٰذا اسکو خوب سمجھ کر پڑھیئے۔

عدد کی تعریف مَایتعلّق من الاٰحاد وھو عدد، یعنی جو دو یا زائد سے مرکب ہو اس کو عدد کہتے ہیں۔ اس تعریف سے ایک[1] خارج ہو گیا۔ چونکہ وہ مرکب ہی نہیں ہے، اس لیے حساب والوں کی اصطلاح میں ایک کو عدد شمار نہیں کیا جاتا۔

خاصیتِ عدد عدد کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ نصف مجموعۃ الحاشیتین ہوتا ہے یعنی اپنے دونوں کناروں (اوپر، نیچے) کے مجموعہ کا نصف ہوتا ہے مثلاً ۴ عدد ہے اس کے ایک جانب ۵ ہے اور اس سے نیچے کی جانب ۳ ہے ۵ اور ۳ کا مجموعہ ۸ ہوا، اور ۸ کا نصف ۴ ہے لہٰذا ۴ کو عدد کہیں گے، نیز یہ حاشیتین خواہ قریب کے ہوں یا بعید کے مثلاً ۴ کا ایک جانب حاشیۂ بعید ۲ ہے اور دوسری جانب ۶ ہے، دونوں کا مجموعہ ۸ اس کا نصف ۴ ہوا۔ ایک کے اندر چونکہ حاشیتین نہیں ہیں لہٰذا اس کو عدد نہیں کہیں گے۔

دو عددوں کے درمیان نسبت کی تعبیر کا طریقہ جب بھی دو عددوں کا تحقق ہو گا تو ان کے مابین چار نسبتوں (تماثل، تداخل، توافق، تباین) میں سے کوئی ایک نسبت ضرور پائی جائے گی ان کے درمیان جو نسبت ہو اس کو ہمیشہ مصدر سے تعبیر کرنا چاہیے اور کہنا چاہیے نسبت تماثل کی، نسبت تداخل کی وغیرہ۔ اور عددین کو صیغۂ مشتق سے تعبیر کرو یعنی عدد متماثلین عدد متداخلین، عدد متوافقین، عدد متبائنین۔

دلیل حصر جب دو عدد ہوں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ دونوں ہم مثل ہونگے یا نہیں۔ اگر دونوں ہم مثل ہیں تو نسبت تماثل کی ہو گی اور عددین متماثلین ہوں گے اور اگر ہم مثل نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو چھوٹا عدد بڑے عدد کو پورا پورا افنا کر دیتا ہے یا نہیں، اگر فنا کر دے تو نسبت تداخل کی ہو گی۔ اور اگر چھوٹا عدد بڑے عدد

کو فنا نہیں کرتا تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو کوئی تیسرا عدد ہے جو دونوں عددوں کو فنا کر دے یا نہیں، اگر تیسرا عدد، دونوں کو فنا کر دے تو نسبت توافق کی ہوگی، اور اگر تیسرا عدد بھی نہیں جو دونوں کو فنا کر دے تو پھر ان کے درمیان نسبت تباین کی ہوگی۔

تماثل کی تعریف ایک عدد کا دوسرے عدد کے برابر اور ہم مثل ہونا، جیسے ۴۔۴۔ دونوں برابر اور ہم مثل ہیں، اس طرح کے دو عددوں کے درمیان جو نسبت ہوگی وہ تماثل کی نسبت کہلاتی ہے، اور دونوں کو اعداد متماثلین کہتے ہیں۔

اشکال وجواب اس پر کسی نے اشکال کر دیا کہ نسبت تو دو عددوں کے درمیان تغایر کا تقاضہ کرتی ہے اور ۴۔۴ کے درمیان کوئی تغایر نہیں ہے، جواب محل کے اعتبار سے تغایر ہے کہ پہلے چار کا محل اور ہے دوسرے چار کا محل اور ہے نیز تغایر کبھی حقیقۃً ہوتا ہے اور کبھی حکماً۔ یہاں پر حکماً تغایر ہے کہ پہلا چار دوسرے چار کے مقابلہ میں اور دوسرا چار پہلے چار کے مقابلہ میں ہے۔

تداخل کی تعریف تداخل کے لغوی معنیٰ تو ایک چیز کا دوسری چیز میں داخل ہو جانے کے ہیں۔ اصطلاحی تعریف مصنف رحؒ نے متعدد تعبیرات سے کی ہیں جن کا نتیجہ اور مآل ایک ہی ہے۔

(۱) دو مختلف عددوں میں سے اگر چھوٹے عدد کو بڑے عدد سے چند بار نکالیں تو بڑا عدد ختم ہو جائے۔ جیسے ۴۔۲۰۔ بیس میں سے چار کو پانچ مرتبہ نکالیں تو بیس جو بڑا عدد ہے وہ ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا دونوں کے درمیان نسبت تداخل کی ہے۔ چار کا دخل ایک ہوگا اور بیس کا دخل پانچ ہوگا اور یہ دونوں اعداد متداخلین کہلائیں گے۔ (۲) دوسری تعریف یہ ہے کہ بڑا عدد چھوٹے عدد پر بغیر کسر کے برابر تقسیم ہو جائے جیسے ۹۔۳۔ کہ نو تین پر برابر تقسیم ہو جاتا ہے تین تیا نو۔ تین کا دخل

ایک اور نو کا دخل تین ہوگا۔ ۳۔ تیسری تعریف یہ ہے کہ چھوٹے عدد پر اس کے مثل ایک بار یا چند مرتبہ زیادہ کیا جائے تو وہ چھوٹا عدد بڑے عدد کے برابر ہو جائے مثلاً ۴-۱۲ میں کہ ۴ پر اسی کے مثل دو بار زیادہ کیا جائے تو بڑے عدد ۱۲ کے برابر ہو جاتا ہے۔

۴۔ چوتھی تعریف یہ ہے کہ چھوٹا عدد بڑے عدد کا جزء ہوتا ہے مثلاً ۳-۹ میں ۳ ۹ کا جزء ہوتا ہے۔

توافق کی تعریف چھوٹا عدد بڑے عدد کو فناء نہ کرے البتہ دونوں کو کوئی تیسرا عدد فناء کر دے، تو ان دونوں عددوں کے مابین توافق کی نسبت کہلاتی ہے مثلاً ۸-اور ۲۰ ان دونوں کو ۴ کا عدد فناء کر دیتا ہے ۸ کو دو مرتبہ میں اور ۲۰ کو پانچ مرتبہ میں لہٰذا ان کے درمیان نسبت توافق بالربع ہوگی۔ ۸ کا وفق ۲ اور ۲۰ کا وفق ۵ ہوگا۔

فائدہ تیسرا عدد، دونوں عددوں میں سے ہر ایک کو جتنی مرتبہ میں فناء کرتا ہے اس کو اس عدد کا وفق کہتے ہیں، اس سے اس عدد کی تخفیف ہو جاتی ہے گویا $\frac{8}{20}$ کی تخفیف $\frac{2}{5}$ ہو گئی۔

تباین کی تعریف دو عددوں کے درمیان تباین کی نسبت یہ ہے کہ چھوٹا عدد بڑے کو فناء نہ کرے اور نہ کوئی تیسرا عدد دونوں کو ایک ساتھ فناء کرے، جیسے ۹ اور ۱۰ ہے۔

وَطَرِيقُ مَعْرِفَةِ الْمُوَافَقَةِ وَالْمُبَايَنَةِ بَيْنَ الْعَدَدَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ اَنْ يُنْقَصَ مِنَ الْاَكْثَرِ بِمِقْدَارِ الْاَقَلِّ مِنَ الْجَانِبَيْنِ مَرَّةً اَوْ مِرَارًا حَتّٰى اتَّفَقَا فِي دَرَجَةٍ وَاحِدَةٍ فَاِنِ اتَّفَقَا فِي وَاحِدٍ فَلَا وَفْقَ بَيْنَهُمَا وَاِنِ اتَّفَقَا فِي عَدَدٍ

فَهُمَا مُتَوَافِقَانِ بِذٰلِكَ الْعَدَدِ فَفِي الْاِثْنَيْنِ بِالنِّصْفِ وَفِي الثَّلٰثَةِ بِالثُّلُثِ وَفِي الْاَرْبَعَةِ بِالرُّبُعِ هٰكَذَا اِلَى الْعَشَرَةِ وَفِي مَاوَرَاءَ الْعَشَرَةِ يَتَوَافَقَانِ بِجُزْءٍ مِّنْهُ اَعْنِيْ فِي اَحَدَ عَشَرَ بِجُزْءٍ مِّنْ اَحَدَ عَشَرَ وَفِي خَمْسَةَ عَشَرَ بِجُزْءٍ مِّنْ خَمْسَةَ عَشَرَ فَاعْتَبِرْ هٰذَا۔

ترجمہ

اور توافق وتباین کی نسبت پہچاننے کا طریقہ دو مختلف عددوں کے درمیان یہ ہے کہ بڑے عدد سے چھوٹے عدد کی مقدار دونوں جانبوں سے ایک بار یا چند بار کم کردی جائے یہاں تک کہ وہ دونوں عدد ایک درجہ میں متفق ہوجائیں۔ پس اگر وہ ایک میں متفق ہوں تو ان کے مابین توافق (کی نسبت) نہیں ہے اور اگر دونوں کسی عدد میں متفق ہوں تو وہ اسی عدد کے اعتبار سے متوافق ہوں گے۔ لہٰذا دو میں توافق بالنصف اور تین میں بالثلث اور چار میں بالربع ہوگا۔ اسی طرح دس تک اور دس کے بعد اسی کے جزء سے توافق ہوگا یعنی گیارہ میں بجزء من احد عشر اور پندرہ میں بجزء من خمسۃ عشر توافق ہوگا اور اس کے بعد اسی پر قیاس کریئے۔

توافق اور تباین کی نسبت پہچاننے کا طریقہ

مصنفؒ نے توافق اور تباین کی نسبت پہچاننے کا جو طریقہ بیان فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دو مختلف عددوں میں جو بڑی مقدار ہو اس کو چھوٹی مقدار سے گھٹاؤ پھر جو باقی بچے اس کو دوسری جانب سے گھٹاؤ، اسی طرح آخر تک گھٹاتے جاؤ، اگر آخر میں ایک باقی بچے تو ان دونوں عددوں کے درمیان تباین کی نسبت ہوگی، اور اگر کچھ باقی نہ رہے تو ان میں توافق کی نسبت ہے۔ آخر میں جو دو عدد برابر ہوں گے اسی عدد سے دونوں کا وفق نکلے گا اور اسی عدد کے

جزر سے ان کی نسبت کو تعبیر کیا جائے گا مثلاً ۲۰ اور ۸ دو عدد ہیں، چھوٹی مقدار ۸ کو بڑی مقدار ۲۰ سے گھٹایا ۲۰-۸ = ۱۲ باقی، پھر ۱۲ میں سے ۸ گھٹائیے ۱۲-۸ = ۴ باقی پھر ۸ میں سے ۴ گھٹائیے ۸-۴ = ۴ باقی پھر ۴ میں سے ۴ گھٹائیے ۴-۴ = ۰ تو کچھ باقی نہ رہا، آخر میں دونوں جانب چار کا عدد برابر رہا تو ۲۰ اور ۸ کے درمیان توافق بالربع کی نسبت ہوگی اس لیے کہ چار کے عدد سے دونوں عدد فنا ہو جاتے ہیں۔ اگر آخر میں ایک باقی بچے تو تباین کی نسبت ہوگی اس کی مثال یہ ہے کہ ۲۰ اور ۷ دو عدد ہیں ۲۰ میں سے ۷ کو گھٹایا ۲۰-۷ = ۱۳ باقی بچا پھر ۱۳ میں سے ۷ کو گھٹایا ۱۳-۷ = ۶ باقی بچا پھر ۷ میں سے ۶ کو گھٹایا ۷-۶ = ۱ ایک باقی بچا لہٰذا معلوم ہوا کہ ۲۰ اور ۷ کے درمیان تباین کی نسبت ہے۔

دوسرا طریقہ دوسرا طریقہ تقسیم کا ہے اس کو جاننے سے پہلے اصطلاحاتِ تقسیم پہچانیے۔ ——— جس عدد کو تقسیم کیا جاتا ہے اسکو "مقسوم" کہتے ہیں، اور جس عدد سے تقسیم کرتے ہیں اس کو "مقسوم علیہ" کہا جاتا ہے اور حاصلِ تقسیم کو "خارجِ قسمت" کہا جاتا ہے۔

وہ طریقہ یہ ہے کہ بڑے عدد کو چھوٹے عدد پر تقسیم کرو اور جو باقی بچے اس پر "مقسوم علیہ" (جس عدد سے پہلے تقسیم کیا تھا) کو تقسیم کرو، یہی عمل کرتے جائیں اگر آخر میں ایک باقی بچے تو ان میں تباین کی نسبت ہوگی ورنہ توافق کی نسبت ہوگی۔ آخر میں جو اعداد مساوی ہوں گے اسی عدد سے دونوں کا وفق نکلے گا۔ مثال اس کی یہ ہے کہ ۲۰ اور ۱۷ دو عدد ہیں۔ بڑے عدد ۲۰ کو چھوٹے عدد ۱۷ پر تقسیم کرو اس طرح ۱۷) ۲۰ (۱ — ۱۷ — ۳ باقی بچا پھر اس ۳ سے مقسوم علیہ ۱۷ کو تقسیم کرو ۳) ۱۷ (۵ — ۱۵ — ۲ باقی بچا پھر اس ۲ سے مقسوم علیہ ۳ کو تقسیم کرو۔ ۲) ۳ (۱ — ۲ — ۱ ایک باقی بچا، معلوم ہوا کہ ۲۰ اور ۱۷ کے درمیان تباین

کی نسبت ہے۔ دوسری مثال ۱۲ اور ۸ ہیں۔ ۱۲ کو ۸ سے تقسیم کرو۔ ۸) ۱۲ (۱
۸
۴

۴ باقی بچا، پھر اس ۴ سے مقسوم علیہ ۸، کو تقسیم کرو۔ ۴) ۸ (۲
۸
×
کچھ باقی نہیں بچا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ ان میں توافق کی نسبت ہے اور ۴ کے عدد سے ۱۲ اور ۸ دونوں فناء ہو جائیں گے اس لیے ان میں توافق بالربع کی نسبت ہوگی۔

توافق کی تعبیر کا طریقہ توافق کی نسبت میں جو سب سے بڑا عدد دونوں مختلف عددوں کو فناء کر دے تو وہ اسی عدد میں متوافق ہونگے اور اسی کے ساتھ اس کو تعبیر کیا جائے گا جیسے ۲۰ اور ۱۶ میں ۴ کا عدد دونوں کو فناء کر دیتا ہے، ان کے درمیان اس نسبت کو توافق بالربع سے تعبیر کیا جائے گا، چونکہ چار ربع کا مخرج ہے۔ اگرچہ ان کو فناء کرنے والا عدد ۲ بھی ہے مگر حساب میں سہولت کے پیشِ نظر اس کا اعتبار نہ کریں گے بلکہ بڑے عدد کا اعتبار ہوگا۔ اسی طرح اگر ۲ کا عدد ہی دونوں کو فناء کرے تو اس کو توافق بالنصف سے تعبیر کریں گے چونکہ نصف کا مخرج ۲ ہے اگر ۳ کا عدد فنا کرتا ہے تو توافق بالثلث، پانچ کا کرتا ہے تو توافق بالخمس، چھ میں بینہما توافق بالسدس، اسی طرح دس تک تعبیر کریں گے، البتہ دس کے بعد اس کی تعبیر کا عنوان بدل جائے گا۔ اگر دونوں عدد گیارہ ۱۱ میں متوافق ہیں تو کہا جائے گا بینہما توافق بجزء من احد عشر اور بارہ میں بینہما توافق بجزء من اثنا عشر، اس کے بعد بھی اسی طرح تعبیر کریں گے۔

فائدہ جو حیثیت دو عدد متوافقین کی ہوگی وہی حیثیت انکے وفق کی بھی ہوگی مثلاً ۱۸ اور ۲۴ کے درمیان توافق بالسدس ہے، ۲۴ کا وفق ۴ اور ۱۸ کا وفق ۳ ہے لہٰذا جو حیثیت پہلے ۲۴ کی تھی وہی ۴ کی ہوگی اور جو ۱۸ کی حیثیت تھی وہ ۳ کی ہوگی یعنی جو مطلب ۱۸/۲۴ کا تھا وہی ۳/۴ کا ہوگا اسکو اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ ۱۸/۲۴ کی تخفیف ۳/۴ ہوگئی، اس سے حساب میں سہولت اور آسانی کا فائدہ حاصل ہو جاتا ہے۔

بَابُ التَّصحِيحِ

(یہ باب تصحیح کے بیان میں ہے)

يَحْتَاجُ فِي تَصْحِيحِ الْمَسَائِلِ إِلَى سَبْعَةِ أُصُولٍ ثَلٰثَةٌ بَيْنَ السِّهَامِ وَالرُّؤُسِ وَأَرْبَعَةٌ بَيْنَ الرُّؤُسِ وَالرُّؤُسِ أَمَّا الثَّلٰثَةُ فَأَحَدُهَا إِنْ كَانَتْ سِهَامُ كُلِّ فَرِيقٍ مُنْقَسِمَةً عَلَيْهِمْ بِلَا كَسْرٍ فَلَا حَاجَةَ إِلَى الضَّرْبِ كَأَبَوَيْنِ وَبِنْتَيْنِ وَالثَّانِي إِنِ انْكَسَرَ عَلٰى طَائِفَةٍ وَاحِدَةٍ وَلٰكِنْ بَيْنَ سِهَامِهِمْ وَرُؤُسِهِمْ مُوَافَقَةٌ فَيُضْرَبُ وَفْقُ عَدَدِ رُؤُسِ مَنِ انْكَسَرَتْ عَلَيْهِمُ السِّهَامُ فِي أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ وَعَوْلِهَا إِنْ كَانَتْ عَائِلَةً كَأَبَوَيْنِ وَعَشْرِ بَنَاتٍ أَوْ زَوْجٍ وَأَبَوَيْنِ وَسِتِّ بَنَاتٍ وَالثَّالِثُ أَنْ لَا تَكُونَ بَيْنَ سِهَامِهِمْ وَرُؤُسِهِمْ مُوَافَقَةٌ فَيُضْرَبُ كُلُّ عَدَدِ رُؤُسِ مَنِ انْكَسَرَتْ عَلَيْهِمُ السِّهَامُ فِي أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ وَعَوْلِهَا إِنْ كَانَتْ عَائِلَةً كَأَبٍ وَأُمٍّ وَخَمْسِ بَنَاتٍ أَوْ زَوْجٍ وَخَمْسِ أَخَوَاتٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ۔

ترجمہ:-

مسائل کی تصحیح میں سات قاعدوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ان میں سے تین

قاعدے تو سہام اور رؤس کے درمیان ہیں اور چار رؤس ورؤس کے درمیان ہیں بحرحال تین قاعدے ان میں سے پہلا قاعدہ یہ ہے کہ اگر ہر فریق کے سہام ان پر بلاکسر تقسیم ہو جائیں تو ضرب دینے کی کوئی ضرورت نہیں جیسے باپ، ماں، اور دو لڑکیاں اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اگر ایک فریق پر کسر واقع ہو لیکن اس کے سہام اور رؤس کے درمیان توافق کی نسبت ہو تو اس فریق کے عدد رؤس کے وفق کو جس پر سہام ٹوٹتے ہیں، اصل مسئلہ میں ضرب دی جائے گی اور اس کے عول میں ضرب دی جائے گی، اگر مسئلہ عائلہ ہو جیسے باپ، ماں اور دس لڑکیاں یا شوہر اور باپ اور ماں اور چھ لڑکیاں، اور تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ ان کے سہام اور روس کے درمیان توافق کی نسبت نہ ہو (بلکہ تباین کی نسبت ہو) تو جس فریق پر کسر واقع ہو اس کے عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اس کے عول میں ضرب دی جائے گی جیسے باپ، ماں، اور پانچ لڑکیاں یا شوہر اور پانچ حقیقی بہنیں۔

باب التصحیح کی اہمیت

یہ باب التصحیح بہت ہی اہم باب ہے۔ ماقبل کی فصل اس کو سمجھنے کیلئے موقوف علیہ کی حیثیت رکھتی ہے، باب التصحیح کی اہمیت کے پیش نظر مقدمہ کے طور پر اس فصل کو ذکر کیا گیا تاکہ تصحیح کے اصول وقواعد سہولت وآسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکیں۔

تصحیح کی ضرورت کب پڑتی ہے اور کیوں؟

تصحیح کی کیا ضرورت ہے؟ اور کب اس کی ضرورت پیش آتی ہے اس کو سنیئے۔ ماقبل میں ذکر کیے گئے اصول وقواعد کے مطابق جن افراد یا فریق کو مخرج سے جو سہام ملے ہیں کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ وہ سہام ہر وارث پر برابر تقسیم ہو جاتے ہیں اور کبھی ان افراد یا فریق پر سہام ٹوٹ جاتے ہیں یعنی ہر وارث کو عدد کے اعتبار سے اپنا حصہ پورا پورا نہیں ملتا بلکہ ان کے حصوں میں کسر واقع ہو جاتی ہے اور علم فرائض میں

اس کسر کو برداشت نہیں کیا جاتا لہٰذا جب مسئلہ میں ایسی صورت پیش آئے تو اس وقت تصحیح کی ضرورت پڑتی ہے اس سے کسر ختم ہو کر ایک ایسا چھوٹا عدد حاصل ہو جاتا ہے جس سے تمام ورثہ کو بلا کسر پورا پورا حصّہ مل جاتا ہے۔ جو اصول وقوانین اس بات پر قدرت دیتے ہیں ان کو اصولِ تصحیح کہا جاتا ہے۔ مثلاً

مسئلہ ۲۴ × ۴ = ۹۶ زید

زوجات ۴	بنات ۸	عم
۳	۱۶	۵
۱۲	۶۴	۲۰

اس مثال میں قاعدہ کے مطابق مسئلہ ۲۴ سے بنا اور ۴ زوجات کو ۳ سہام ملے جو ۴ زوجات پر برابر تقسیم نہیں ہو سکتے بلکہ ہر زوجہ کے سہام میں کسر واقع ہوئی، اس کسر کو دور کرنے کیلئے مخرج کو آگے بڑھانے کی ضرورت پیش آئی تاکہ یہ کسر ختم ہو جائے لہٰذا اصولِ تصحیح کے مطابق زوجات کے عدد رؤس یعنی ۴ کو مخرج ۲۴ میں ضرب دی تو حاصلِ ضرب ۹۶ ہوا یہ مسئلہ کی تصحیح ہوئی اور ایک ایسا عدد حاصل ہو گیا کہ اب کسی بھی وارث کے سہام پر کسر واقع نہ ہوگی، چنانچہ زوجات کو ۱۲ سہام ملیں گے، ہر ایک کو ۳، ۳۔ اور آٹھ بنات کو ۶۴ سہام، ہر ایک کو ۸، ۸۔ اور عم کو ۲۰ سہام ملیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سہام میں واقع ہونے والی کسر کو دور کرنے کا طریقہ بتانے کیلئے باب التصحیح قائم کیا گیا ہے۔

تشریح الفاظ

تصحیح:۔ تصحیح از باب تفعیل صحۃ سے ماخوذ ہے لغت میں اسکے معنی مرض سے ازالہ کے آتے ہیں۔ یہ سقم بمعنی مرض کی ضد ہے۔

اور اصطلاحِ علمِ فرائض میں، ازالۃ الکسر الواقع بین الرؤس وسہامہم، یعنی عددِ رؤس اور ان کے سہام کے درمیان واقع ہونے والی کسر کو ختم کر دینے کا نام تصحیح ہے۔

سہام:۔ یہ جمع ہے سہم کی بمعنی حصّہ۔ یہاں پر مراد اس سے وہ حصّہ ہے جو ہر وارث یا فریق کو اصل مسئلہ سے ملتا ہے اور تصحیح کے بعد جو حصّہ ملے اسکو بھی سہام کہا جاتا ہے۔

رؤس:۔ یہ جمع ہے راس کی بمعنی سر۔ اس سے مراد اصحابِ سہام یعنی حصہ لینے والے ورثہ ہیں۔

طائفۃ:۔ اس کے معنی جماعت اور گروہ کے آتے ہیں۔ یہاں پر مراد ایک قسم کے ورثہ کی جماعت ہے، اس کو فریق سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

اصول سبعہ کی تقسیم

یحتاج فی تصحیح المسائل الخ تصحیح کے کل سات اصول ہیں اگر ان کو صحیح طور پر محفوظ کر لیا جائے تو ورثہ پر سہام کی تقسیم میں کبھی بھی کسر واقع نہ ہوگی۔ سب سے پہلے ان سات اصول کو دو قسم پر تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی قسم کو بین السہام والرؤس کا لقب دیا گیا ہے اس کے تحت تین اصول ہیں اور دوسری قسم بین الرؤس والرؤس کے نام سے موسوم ہے اس کے تحت چار اصول ہیں، اس طرح کل سات اصول ہوئے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب مسئلہ میں ورثہ پر سہام کی تقسیم میں کسر واقع ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ایک فریق پر کسر واقع ہوگی یا متعدد فریق پر، اگر ایک فریق پر کسر واقع ہو تو اس کو دور کرنے کیلئے تین اصول ہیں جو پہلی قسم کے تحت داخل ہیں، اور اگر متعدد فریق پر کسر واقع ہو تو اس کے لیے چار اصول ہیں جو دوسری قسم کے تحت داخل ہیں۔

بین السہام والرؤس کے تین اصول

اما الثلثۃ:۔ مصنف ؒ نے بین السہام والرؤس کے تحت جو تین اصول بیان کیے ہیں ان میں سے پہلا اصول ایسا ہے کہ اس میں تصحیح کی حاجت ہی نہیں، چونکہ اس میں سہام، عدد رؤس پر برابر تقسیم ہو جاتے ہیں اور یہ اس صورت میں ہوگا جب کہ عدد رؤس اور سہام کے درمیان تماثل کی نسبت ہو یا تداخل کی نسبت ہو بشرطیکہ رؤس کا عدد چھوٹا اور سہام کا بڑا ہو۔ اور اگر کسی ایک فریق پر کسر واقع ہو تو اس کو دور کرنے کے لیے دو اصول ہیں اور یہ اس صورت میں ہوں گے جبکہ عدد رؤس

وسہام کے درمیان توافق کی نسبت ہو یا تداخل کی بشرطیکہ رؤس کا عدد بڑا اور سہام کا چھوٹا ہو، اور یا تباین کی نسبت ہو، اگر کسر کا منشاء توافق یا تداخل ہے بشرطِ مذکور تو اسکے لیے دوسرا اصول ہے اور اگر کسر کا منشاء تباین ہے تو اس کو دور کرنے کے لیے ایک مستقل اصول ہے۔ اس طرح کل تین اصول ہو جاتے ہیں جو بین السہام والرؤس کے ساتھ لقب دیئے گئے ہیں، جس کی تفصیل بالترتیب یہ ہے۔

پہلا اصول فالحدھا ان کانت الخ ہر فریق کے سہام جو اس کو اصل مسئلہ سے ملے ہوں یا مسئلہ عائلہ ہو تو عول سے ملے ہوں، اگر وہ تمام افراد پر بلا کسر تقسیم ہو جائیں تو عدد رؤس کو اصل مسئلہ یا عول میں ضرب دینے کی ضرورت نہیں اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ عدد رؤس اور عدد سہام کے درمیان تماثل کی نسبت ہو یا تداخل کی نسبت ہو بشرطیکہ رؤس کم اور سہام زیادہ ہوں۔ اس صورت میں تصحیح کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ مثلاً

مسئلہ ۶ — زید

اب	ام	بنت	۴	بنت
۱	۱	۲		۲

اس مسئلہ میں دو بنت کو مخرج ۶ سے ۴ سہام ملے، عدد رؤس ۲ اور عدد سہام ۴ میں تداخل کی نسبت ہے اور سہام زیادہ رؤس کم ہیں تو ان پر کسر واقع نہ ہوئی، ہر بنت کو دو دو سہام ملیں گے۔ دوسری مثال یہ ہے

مسئلہ ۶ — زید

اب	ام	بنات ۴ نفر
۱	۱	۴

اس میں فریق بنات کے رؤس ۴ ہیں اور ان کو مخرج سے بھی ۴ ہی سہام ملتے ہیں تو رؤس اور سہام میں تماثل کی نسبت ہوئی۔ بنات کے ہر ہر فرد کو ایک ایک حصہ مل جائے گا، چونکہ یہاں بھی کسر واقع نہ ہوئی اس لیے تصحیح کی ضرورت نہیں۔

دوسرا اصول والثانی ان انکسر علی طائفۃ الخ جب کسی ایک فریق پر کسر واقع

ہو اور اس فریق کے عدد رؤس اور عدد سہام کے مابین توافق کی نسبت ہو یا تداخل کی بشرطیکہ سہام کم اور رؤس زیادہ ہوں یعنی کسر کا منشاء توافق یا تداخل ہو تو اس صورت میں تصحیح کی ضرورت ہوگی جس کا طریقہ یہ ہے کہ عدد رؤس کے وفق یا دخل کو اصل مسئلہ میں ضرب دو، اگر مسئلہ عائلہ ہے تو اس کے عول میں ضرب دیدو۔ حاصل ضرب اس مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ توافق کی مثال مسئلہ ٦ × ٥ = ٣٠

زید

اب	ام	بنات ١٠ نفر
١	١	٤
٥	٥	٢٠

اس مثال میں اصل مسئلہ ٦ ہے اب اور ام کو ایک ایک سہام ملا اور دس بنات کو ٤ سہام ملے جو دس پر برابر تقسیم نہیں ہوسکتے، اس فریق پر کسر واقع ہوگئی اور عدد رؤس و سہام کے مابین توافق بالنصف ہے لہٰذا عدد رؤس یعنی دس کا وفق پانچ کو اصل مسئلہ ٦ میں ضرب دی تو حاصل ضرب ٣٠ ہوا، یہ مسئلہ کی تصحیح ہوگئی، اب بنات کو کل ٢٠ سہام ہر ایک کو دو ٢، دو ٢ سہام اور اب اور ام میں سے ہر ایک کو ٥، ٥ سہام ملیں گے۔

عول کی مثال مسئلہ ١٢ عول ١٥ × ٣ = ٤٥

زوج	اب	ام	بنات ٦ نفر
٣	٢	٢	٨
٩	٦	٦	٢٤

اس صورت میں قاعدہ کے مطابق اصل مسئلہ ١٢ بنا اور ١٥ اس کا عول ہوا جس میں سے زوج کو ٣ سہام اور اب و ام میں سے ہر ایک کو ٢، ٢ سہام اور ٦ بنات کو ٨ سہام ملے مگر اس فریق پر کسر واقع ہوگئی اور کسر کا منشاء یہاں بھی توافق ہے اس لیے کہ عدد رؤس ٦ اور عدد سہام ٨ میں توافق بالنصف ہے لہٰذا عدد رؤس ٦ کے وفق ٣ کو عول ١٥ میں ضرب دی تو حاصل ضرب ٤٥ ہوا۔ یہ اس مسئلہ کی تصحیح ہوگئی، لہٰذا چھ بنات میں سے ہر ایک کو ٤، ٤ سہام ملیں گے، ان کا مجموعی حصہ ٢٤ ہو گیا اور اب و ام میں سے ہر ایک کو ٦، ٦ سہام اور زوج کو ٩ سہام ملیں گے۔

تداخل کی مثال: مسئلہ ۶ × ۲ ۱۲

اب	ام	بنات ۸ نفر
۱	۱	۴
۲	۲	۸

مذکورہ صورت میں اصل مسئلہ ۶ بنا، اب اور ام میں سے ہر ایک کو ایک ایک سہام اور ۸ بنات کو ۴ سہام ملے جو ۸ پر برابر تقسیم نہیں ہو سکتے اور ان کے درمیان تداخل کی نسبت ہے اس لیے عدد رؤس کے دخل ۲ کو اصل مسئلہ میں ضرب دی تو حاصلِ ضرب ۱۲ ہوا۔ یہ مسئلہ کی تصحیح ہوگئی لہٰذا اب بنات کے فریق کو ۸ سہام ملیں گے جو ہر فرد پر برابر تقسیم ہو جائیں گے۔

فائدہ جب کسر کا منشا تداخل ہو بشرطیکہ عدد رؤس سہام سے زیادہ ہوں تو اس کا حکم بھی توافق کی مانند ہے، اس لیے دونوں کا ایک ہی اصول ہے اور جب تداخل کی صورت میں سہام زیادہ اور رؤس کم ہوں تو وہ تماثل کے تابع ہے۔

تیسرا اصول والثالث ان لا تکون الخ مسئلہ میں جب کسی ایک فریق پر کسر واقع ہو اور کسر کا منشا تباین ہو یعنی سہام اور رؤس کے درمیان تباین کی نسبت ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ کل عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دو، اگر مسئلہ عائلہ ہے تو اس کے عول میں ضرب دو، حاصلِ ضرب اس مسئلہ کی تصحیح ہو گی۔

اس کی مثال یہ ہے مسئلہ ۶ × ۵ ۳۰ زید

اب	ام	بنات ۵ نفر
۱	۱	۴
۵	۵	۲۰

اس مثال میں بھی مسئلہ ۶ سے بنا، اس میں سے ۴ سہام بنات کو ملے جن کے عدد رؤس ۵ ہیں تو رؤس و سہام کے درمیان تباین کی نسبت ہوئی، لہٰذا کل عدد رؤس ۵ کو اصل مسئلہ ۶ میں ضرب دی، حاصلِ ضرب ۳۰ ہوا۔ یہ مسئلہ کی تصحیح ہوئی، اب پانچ بنات کو تصحیح میں سے ۲۰

سہام ملیں گے ہر ایک بنت کو چار، چار سہام۔ اور اب اور ام میں سے ہر ایک کو ۵، ۵ سہام ملیں گے۔ عول کی مثال:۔ مسئلہ ۶ عول ۷ × ۵ = ۳۵

زوج	اخوات لاب وام ۵ نفر
۳	۴
۱۵	۲۰

مذکورہ صورت میں مسئلہ ۶ سے بنا اور اس کا عول ۷ ہوا۔ پانچ اخوات کو ۴ سہام ملے جوان پر برابر تقسیم نہیں ہو سکتے اور ۵ اور ۴ میں تباین کی نسبت ہے لہٰذا کل عدد رؤس ۵ کو عول میں ضرب دی حاصلِ ضرب ۳۵ ہوا، یہ مسئلہ کی تصحیح ہوئی، اب ہر ایک اخت کو ۴ ۴ سہام ملیں گے اور زوج کو ۱۵ سہام ملیں گے۔

وَ اَمَّا الْاَرْبَعَۃُ فَاَحَدُھَا اَنْ یَّکُوْنَ الْکَسْرُ عَلٰی طَائِفَتَیْنِ اَوْ اَکْثَرَ وَلٰکِنْ بَیْنَ اَعْدَادِ رُءُوْسِھِمْ مُمَاثَلَۃٌ فَالْحُکْمُ فِیْھَا اَنْ یُّضْرَبَ اَحَدُ الْاَعْدَادِ فِیْ اَصْلِ الْمَسْأَلَۃِ مِثْلُ سِتِّ بَنَاتٍ وَثَلٰثِ جَدَّاتٍ وَثَلٰثَۃِ اَعْمَامٍ وَالثَّانِیْ اَنْ تَکُوْنَ بَعْضُ الْاَعْدَادِ مُتَدَاخِلًا فِی الْبَعْضِ فَالْحُکْمُ فِیْھَا اَنْ یُّضْرَبَ اَکْثَرُ الْاَعْدَادِ فِیْ اَصْلِ الْمَسْأَلَۃِ مِثْلُ اَرْبَعِ زَوْجَاتٍ وَثَلٰثِ جَدَّاتٍ وَاثْنٰی عَشَرَ عَمًّا وَالثَّالِثُ اَنْ یُّوَافِقَ بَعْضُ الْاَعْدَادِ بَعْضًا فَالْحُکْمُ فِیْھَا اَنْ یُّضْرَبَ وَفْقُ اَحَدِ الْاَعْدَادِ فِیْ جَمِیْعِ الثَّانِیْ ثُمَّ مَا بَلَغَ فِیْ وَفْقِ الثَّالِثِ اِنْ وَافَقَ الْمَبْلَغُ الثَّالِثَ وَاِلَّا فَالْمَبْلَغُ فِیْ جَمِیْعِ الثَّالِثِ ثُمَّ الْمَبْلَغُ فِی الرَّابِعِ کَذٰلِکَ ثُمَّ الْمَبْلَغُ فِیْ اَصْلِ الْمَسْأَلَۃِ کَاَرْبَعِ زَوْجَاتٍ وَثَمَانِیْ عَشَرَ بِنْتًا وَخَمْسَ عَشَرَۃَ جَدَّۃً وَسِتَّۃِ اَعْمَامٍ

وَالرَّابِعُ اَنْ تَكُوْنَ الْاَعْدَادُ مُتَبَايِنَةً لَا يُوَافِقُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَالْحُكْمُ فِيْهَا اَنْ يُضْرَبَ اَحَدُ الْاَعْدَادِ فِيْ جَمِيْعِ الثَّانِيْ ثُمَّ مَا بَلَغَ فِيْ جَمِيْعِ الثَّالِثِ ثُمَّ مَا بَلَغَ فِيْ جَمِيْعِ الرَّابِعِ ثُمَّ مَا اجْتَمَعَ فِيْ اَصْلِ الْمَسْأَلَةِ كَامْرَأَتَيْنِ وَسِتِّ جَدَّاتٍ وَعَشْرِ بَنَاتٍ وَسَبْعَةِ اَعْمَامٍ۔

ترجمہ:

اور بہرحال چار اصول ان میں کا پہلا یہ ہے کہ دو یا اس سے زائد فریق پر کسر واقع ہو لیکن ان کے اعداد رؤس کے درمیان تماثل کی نسبت ہو تو اس میں حکم یہ ہے کہ ان اعداد میں سے کسی ایک عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دی جائے جیسے چھ لڑکیاں اور تین دادیاں، اور تین چچا، اور دوسرا اصول یہ ہے کہ بعض اعداد کی بعض میں تداخل کی نسبت ہو تو حکم اس میں یہ ہے کہ اعداد میں سے بڑے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیجائے جیسے چار بیویاں اور تین دادیاں اور بارہ چچا۔ اور تیسرا اصول یہ ہے کہ بعض اعداد رؤس کو بعض کے ساتھ توافق کی نسبت ہو تو اس میں حکم یہ ہے کہ ان اعداد میں سے کسی ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دی جائے پھر حاصلِ ضرب کو تیسرے عدد کے وفق میں ضرب دیجائے اگر اس مبلغ کی تیسرے عدد کے ساتھ توافق کی نسبت ہو ورنہ تو حاصلِ ضرب کو تیسرے کے کل اعداد میں ضرب دیجائے پھر حاصل ضرب کو چوتھے فریق کے عدد رؤس میں اسی طرح (عمل کرو) پھر حاصلِ ضرب کو اصل مسئلہ میں (ضرب دیجائے) جیسے چار بیویاں، اور اٹھارہ لڑکیاں، اور پندرہ دادیاں، اور چھ چچا اور چوتھا اصول یہ ہے کہ اعدادِ رؤس میں تباین کی نسبت ہو، ان میں سے بعض بعض کے ساتھ توافق کی نسبت نہ رکھتے ہوں تو حکم اس میں یہ ہے کہ ان اعداد میں سے ایک کو دوسرے کے کل میں ضرب دیجائے پھر حاصلِ ضرب کو تیسرے کے کل میں

پھر حاصلِ ضرب کو چوتھے کے کل میں پھر حاصلِ ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دیجائے جیسے دو بیویاں اور چھ دادیاں، اور دس لڑکیاں اور سات چچا۔

بین الرؤس والرؤس کے چار اصول

وَ اَمَّا الاربعة۔ مسئلہ میں دو یا اس سے زائد فریق پر کسر واقع ہو تو اس کے لیے چار اصول ہیں جو بین الرؤس والرؤس سے تعبیر کیے جاتے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ جن فریق پر کسر واقع ہوتی ہے ان کے اعداد رؤس کے مابین نسبت دیکھ کر عمل کیا جاتا ہے چنانچہ ان کے رؤس کے درمیان یا تو نسبت تماثل کی یا تداخل کی یا توافق کی یا تباین کی ہوگی۔ ان چاروں میں سے کوئی ایک نسبت ضرور ہوگی ہر ایک نسبت کیلئے ایک اصول مقرر کیا گیا ہے، اس وجہ سے صرف چار ہی اصول ہوں گے نہ اس سے زائد نہ اس سے کم۔

تنبیہ

ان اعداد رؤس کے مابین نسبت دیکھنے سے قبل ہر فریق کے سہام اور رؤس میں بھی نسبت دیکھی جائے گی۔ ان میں وہ عمل کیا جائے گا جو ماقبل میں بین السہام والرؤس کے تحت گذر چکا ہے۔ اس کے بعد بین الرؤس والرؤس کا قاعدہ جاری کر کے عمل کیا جائے گا۔ اصولِ اربعہ کی تفصیل و توضیح یہ ہے

پہلا اصول

فَاَحَدُهَا اَن یکون الکسر الخ جب متعدد فریق پر کسر واقع ہو رہی ہو تو اس کا پہلا اصول یہ ہے کہ ان کے اعدادِ رؤس کے مابین تماثل کی نسبت ہو، اس کا قاعدہ یہ ہے کہ ان میں سے کسی بھی ایک فریق کے عددِ رؤس کو لے لو اور باقی کو چھوڑ دو اور اس ایک فریق کے عددِ رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دو، حاصلِ ضرب اس مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ مثال اس کی یہ ہے۔

مسئلہ ۶ × ۳ = ۱۸ — زید

بنات ۶ نفر	جدات ۳ نفر	اعمام ۳ نفر
۴	۱	۱
۱۲	۳	۳

مثال مذکور میں مسئلہ ۶ سے

بنا، چھ بنات کو ۴ سہام اور تین جدات کو ایک سہام۔ اور تین اعمام کو بھی ایک سہام ملا اور تینوں ہی فریق پر کسر واقع ہوگئی، تو اب ان کے اعداد رؤس میں نسبت دیکھی جائیگی۔ لہٰذا فریق بنات کے رؤس ۶ اور سہام ۴ میں توافق بالنصف کی نسبت ہے تو عدد رؤس کا وفق ۳ ہوا، اس کو ہم نے محفوظ کرلیا پھر دوسرا فریق جدات کا ہے اس کے عدد رؤس بھی ۳ ہے، اس کو بھی محفوظ کرلیا۔ اس کے بعد اعمام کا عددِ رؤس بھی ۳ ہے اس کو بھی محفوظ کرلیا لہٰذا تینوں فریق کے اعدادِ رؤس یہ ہیں ۳-۳-۳۔ ان تینوں کے درمیان تماثل کی نسبت ہے اس لیے ایک عدد کو لے کر اصل مسئلہ ۶ میں ضرب دی تو حاصلِ ضرب ۱۸ ہوا یہ مسئلہ کی تصحیح ہوگئی باقی دو عددوں کو چھوڑ دیا، اب تصحیح میں سے بنات کو ۱۲ سہام، جدات کو ۳ سہام اور اعمام کو بھی ۳ سہام ملیں گے جو ان کے ہر فرد پر برابر تقسیم ہو جاتے ہیں۔

دوسرا اصول

وَالثَّانِي اَنْ يَّكُوْنَ الخ جب متعدد فریق پر کسر واقع ہو رہی ہو تو اس کا دوسرا اصول یہ ہے کہ ان فریق کے اعداد رؤس کے درمیان تداخل کی نسبت ہو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اعدادِ رؤس میں جو عدد بڑا ہو اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیدو اور باقی اعداد کو چھوڑ دو، حاصلِ ضرب اس مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

اس کی مثال یہ ہے:۔ مسئلہ ۱۲ × ۱۲ = ۱۴۴

زوجات ۴ نفر	جدات ۲ نفر	اعمام ۱۲ نفر
۳	۲	۷
۳۶	۲۴	۸۴

مذکورہ صورت میں مسئلہ ۱۲ سے بنا، ۴ زوجات کو تین سہام ملے۔ ۴ عدد رؤس اور ۳ سہام میں تباین ہے اس لیے عدد رؤس ۴ کو محفوظ کرلیا، اس کے بعد ۳ جدات کو ۲ سہام ملے، اس فریق کے بھی عدد رؤس ۳ کو محفوظ کرلیا، پھر ۱۲ اعمام کو ۷ سہام ملے ۷ اور ۱۲ میں تباین ہے اس لیے عدد رؤس ۱۲ کو بھی محفوظ کرلیا۔ اب ہمارے پاس

عدد رؤس جو محفوظ ہیں وہ تین ہیں، ۴-۳-۱۲-ان کے مابین نسبت دیکھی تو ۱۲ اور ۳ میں تداخل کی نسبت ہے لہٰذا بڑا عدد ۱۲ ہے اس کو لے کر پھر تیسرے عدد ۴ میں نسبت دیکھی تو ان میں بھی تداخل کی نسبت ہے لہٰذا ۱۲ کا عدد بڑا ہے اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دی تو حاصل ضرب ۱۴۴ ہوا جو مسئلہ کی تصحیح ہے، اس سے ہر فریق کو سہام دیئے جائیں گے تو کسی بھی فرد پر کسر واقع نہ ہوگی، چنانچہ زوجات کو ۳۶ سہام ہر ایک کو ۹-۹ سہام اور جدات کو ۲۴ سہام ہر ایک کو ۸-۸ سہام اور اعمام کو ۴۸ سہام ہر ایک کو ۱۲-۱۲ سہام ملیں گے

تیسرا اصول والثالث ان یوافق الخ جب متعدد فریق پر کسر واقع ہو رہی ہو تو اس کا تیسرا اصول یہ ہے کہ ان کے رؤس کے درمیان توافق کی نسبت ہو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ دو عددوں میں سے ایک کا وفق لو اور دوسرے کے کل عدد میں اس کو ضرب دیدو پھر اس کو تیسرے عدد کے پاس لے جاؤ، ان میں بھی توافق ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیدو پھر چوتھے عدد کے ساتھ بھی یہی عمل کرو پھر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دیدو تو مسئلہ کی تصحیح ہو جائے گی۔

اس کی مثال یہ ہے!

مسئلہ ۲۴ × ۱۸۰ = ۴۳۲۰

زید

زوجات ۴ نفر	بنات ۱۸ نفر	جدات ۱۵ نفر	اعمام ۶ نفر
۳	۱۶	۴	۱
۵۴۰	۲۸۸۰	۷۲۰	۱۸۰

مذکورہ صورت میں قاعدہ کے مطابق مسئلہ ۲۴ سے بنا، اس میں سے ۴ زوجات کو ۳ سہام ملے ۴ اور ۳ کے مابین تباین ہے اس لیے کل عدد رؤس ۴ کو محفوظ کر لیا، پھر دوسرے فریق ۱۸ بنات کو ۱۶ سہام ملے ان کے مابین توافق بالنصف ہے اس لیے عدد رؤس ۱۸ کے وفق ۹ کو محفوظ کر لیا، پھر ۱۵ جدات کو ۴ سہام ملے ان کے مابین تباین ہے، اس لیے اس فریق کے کل عدد رؤس ۱۵ کو بھی محفوظ کر لیا پھر چوتھے فریق ۶ اعمام کو ایک سہام ملا

یہاں پر بھی عدد رؤس ۶ کو محفوظ کرلیا، لہٰذا چاروں فریق کے اعداد محفوظہ یہ ہوئے ۴-۹-۱۵-۶- اب ان کے مابین نسبت دیکھی گئی تو ۶ اور ۱۵ میں توافق بالثلث ہے، لہٰذا ان میں سے ایک عدد ۶ کے وفق ۲ کو دوسرے عدد ۱۵ کے کل میں ضرب دی ۲×۱۵ = ۳۰ حاصلِ ضرب ہوا پھر ۳۰ اور تیسرے عدد ۹ کے درمیان نسبت توافق بالثلث ہے لہٰذا ان میں سے ۹ کے وفق ۳ کو دوسرے عدد ۳۰ کے کل میں ضرب دی ۳×۳۰ = ۹۰ حاصل ضرب ہوا۔ پھر چوتھے عدد ۴ سے اس کی نسبت دیکھی تو توافق بالنصف ہے لہٰذا ۴ کے وفق ۲ کو ۹۰ میں ضرب دی ۲×۹۰ = ۱۸۰ حاصلِ ضرب ہوا، پھر حاصل ضرب ۱۸۰ کو اصل مسئلہ ۲۴ میں ضرب دی تو حاصل ضرب ۴۳۲۰ ہوا، یہ اس مسئلہ کی تصحیح ہوگئی اور ایسا عدد نکل آیا کہ اب کسی بھی فریق کے فرد پر کسر واقع نہ ہوگی، ۴ زوجات کو ۵۴۰ سہام اور ۱۸ بنات کو ۲۸۸۰ سہام اور ۱۵ جدات کو ۷۲۰ سہام اور ۶ اعمام کو ۱۸۰ سہام ملیں گے۔

چوتھا اصول

والرابع ان تکون الاعداد متباینۃ الخ جب متعدد فریق پر کسر واقع ہو تو چوتھا اصول یہ ہے کہ ان کے رؤس کے مابین تباین کی نسبت ہو، اس کا قاعدہ یہ ہے کہ ایک عدد کے کل کو دوسرے عدد کے کل میں ضرب دو پھر حاصل ضرب کو تیسرے عدد کے کل میں ضرب دو پھر حاصل ضرب کو چوتھے عدد کے کل میں ضرب دو پھر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دو تو یہ اصل مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ مثال اس کی یہ ہے مسئلہ ۲۴ × ۲۱۰ تص ۵۰۴۰

زوجہ ۲ نفر	جدات ۶	بنات ۱۰	اعمام ۷
۳	۴	۱۶	۱
۶۳۰	۸۴۰	۳۳۶۰	۲۱۰

مذکورہ صورت میں مسئلہ ۲۴ سے بنا۔ دو زوجہ کو ۳ سہام ملے، ۲ اور ۳ میں تباین ہے اسلیے کل عدد رؤس ۲ کو محفوظ کیا، پھر ۶ جدات کو ۴ سہام ملے ان میں توافق بالنصف ہے، لہٰذا عدد رؤس ۶ کے وفق ۳ کو محفوظ رکھا، اس کے بعد ۱۰ بنات کو ۱۶ سہام ملے ان میں بھی توافق

بالنصف ہے لہٰذا عدد رؤس ۱۰ کے وفق ۵ کو محفوظ رکھا اس کے بعد ۷ اعمام کو ایک سہام ملا ان میں تباین ہے اس لیے کل عدد رؤس ۷ کو محفوظ رکھا، اعداد محفوظہ یہ ہوئے ۲-۳-۵-۷۔ لہٰذا ان کے مابین نسبت دیکھی گئی تو ۲ اور ۳ میں تباین ہے، ایک کو دوسرے میں ضرب دی ۲×۳ = ۶ حاصل ضرب ہوا، پھر ۶ اور تیسرے عدد ۵ میں بھی تباین ہے ان کو ضرب دی ۶×۵ = ۳۰ حاصل ضرب ہوا پھر ۳۰ اور چوتھے عدد ۷ میں بھی تباین ہے لہٰذا ضرب دی ۳۰×۷ = ۲۱۰ حاصل ضرب ہوا پھر حاصل ضرب ۲۱۰ کو اصل مسئلہ ۲۴ میں ضرب دی تو حاصل ضرب ۵۰۴۰ ہوا۔ یہ مسئلہ کی تصحیح ہوگئی اب ہر فریق کے ہر فرد پر برابر، برابر سہام تقسیم ہوجائیں گے چنانچہ دو زوجہ کو ۶۳۰ سہام اور ۶ جدات کو ۸۴۰ سہام اور ۱۰ ابنات کو ۳۳۶۰ سہام اور ۷ اعمام کو ۲۱۰ سہام ملیں گے۔

فصل

وإذ أردتَ أن تعرفَ نصيبَ كلِّ فريقٍ مِنَ التَّصحيحِ فاضرِبْ ما كانَ لِكُلِّ فريقٍ مِنْ أصلِ المسألةِ في ما ضربتَهُ في أصلِ المسألةِ فما حصلَ كانَ نصيبُ ذلكَ الفريقِ وإذ أردتَ أن تعرفَ نصيبَ كلِّ واحدٍ مِنْ آحادِ ذلكَ الفريقِ فاقسِمْ ما كانَ لِكُلِّ فريقٍ مِّنْ أصلِ المسئلةِ على عددِ رُؤُسِهِمْ ثُمَّ اضرِبِ الخارجَ في المضروبِ فالحاصلُ نصيبُ كلِّ واحدٍ مِّنْ آحادِ ذلكَ الفريقِ ووجهٌ آخرُ وهو أن تقسمَ المضروبَ على أيِّ فريقٍ

شِئْتَ ثُمَّ اضْرِبِ الْخَارِجَ فِیْ نَصِیْبِ الْفَرِیْقِ الَّذِیْ قَسَمْتَ عَلَیْهِمُ الْمَضْرُوْبَ فَالْحَاصِلُ نَصِیْبُ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ اٰحَادِ ذٰلِكَ الْفَرِیْقِ وَوَجْهٌ اٰخَرُ وَهُوَ طَرِیْقُ النِّسْبَةِ وَهُوَ الْاَوْضَحُ وَهُوَ اَنْ تَنْسُبَ سِهَامَ کُلِّ فَرِیْقٍ مِّنْ اَصْلِ الْمَسْأَلَةِ اِلٰی عَدَدِ رُؤُسِهِمْ مُفْرَدًا ثُمَّ تُعْطِیَ بِمِثْلِ تِلْكَ النِّسْبَةِ مِنَ الْمَضْرُوْبِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ اٰحَادِ ذٰلِكَ الْفَرِیْقِ۔

ترجمہ:-

اور جب جاننا چاہے تو ہر فریق کا حصّہ جو اس کو تصحیح سے ملا ہے تو ضرب دے ہر فریق کے عدد سہام کو جو اس کو اصل مسئلہ سے ملے ہیں اس عدد (مضروب) میں جس کو ضرب دی تونے اصل مسئلہ میں پس جو حاصل ضرب ہو وہ اس فریق کا حصّہ ہوگا اور جب تو اس فریق کے افراد میں سے ہر فرد کا حصّہ جاننا چاہے تو ہر فریق کے عدد سہام کو جو انہیں اصل مسئلہ سے ملے ہیں ان فریق کے عدد رؤس پر تقسیم کر پھر خارج قسمت کو عدد مضروب میں ضرب دے پس حاصل ضرب اس فریق کے افراد میں سے ہر فرد کا حصّہ ہوگا۔ اور دوسرا طریقہ اور وہ یہ ہے کہ عددِ مضروب کو جس فریق پر چاہے تقسیم کر۔ پھر خارج قسمت کو اس فریق کے حصّہ میں ضرب دے جس پر عدد مضروب کو تقسیم کیا ہے، تو حاصل ضرب اس فریق کے افراد میں سے ہر فرد کا حصّہ ہوگا۔ اور ایک دوسرا طریقہ ہے وہ نسبت کا طریقہ ہے اور زیادہ واضح ہے وہ یہ ہے کہ ہر فریق کو اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام کی نسبت صرف ان کے عدد رؤس سے دیکھی جائے پھر اسی نسبت کے بقدر اس فریق کے افراد میں سے ہر فرد کو عدد مضروب میں سے حصّہ دیدے۔

ماقبل سے ربط اور خلاصہ فصل

ماقبل میں تصحیح کے جو اصول و قواعد بیان کیے گئے

ہیں، ان سے اس بات پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ ایسا چھوٹا عدد کیسے فرض کیا جائے جس سے ہر فریق اور وارث کو بلا کسر پورا پورا حصہ مل جائے، لیکن وہ عدد تصحیح وارثوں پر کس طرح تقسیم کیا جائے گا جس سے ہر فریق اور اس کے ہر فرد کو حصہ دیا جا سکے، اس کا طریقہ بتانے کیلئے مصنفؒ نے اس فصل کو ذکر کیا ہے۔ اگرچہ بابُ التصحیح کے ضمن میں عملاً اس کا طریقہ بتا دیا گیا ہے چونکہ مصنفؒ نے اس کا کوئی مستقل قاعدہ بیان نہیں کیا تھا اسلئے اس فصل میں وہ اپنا قاعدہ بیان کرتے ہیں۔

مصنفؒ نے اس فصل میں چار اصول ذکر کیے ہیں، پہلا اصول تو یہ بتانے کیلئے ہے کہ ہر فریق کو تصحیح سے کتنا حصہ کس طرح ملے گا، اور باقی تین اصول اس بات کو بیان کرنے کیلئے ہیں کہ اس فریق کے ہر فرد کو کس طرح حصہ دیا جائے گا جس کی تفصیل یہ ہے۔

پہلا اصول وَاِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَعْرِفَ نَصِیْبَ کُلِّ فَرِیْقٍ الخ تصحیح سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس فریق کو اصل مسئلہ سے جو سہام ملے ہیں ان کو اس عدد (مضروب) میں ضرب دی جائے جس کو اصل مسئلہ میں تصحیح کے لیے ضرب دی گئی تھی حاصل ضرب اس فریق کا حصہ ہوگا۔

اس کو مثال سے سمجھئے۔

مسئلہ ۲۴ × ۲۱۰ = ۵۰۴۰

زوجات ۲ نفر	جدات ۶ نفر	بنات ۱۰ نفر	اعمام ۷ نفر
۳	۴	۱۶	۱
۶۳۰	۸۴۰	۳۳۶۰	۲۱۰

اس مسئلہ میں متعدد فریقوں پر کسر واقع ہو رہی تھی اس لیے اصول تصحیح کے مطابق اس کی تصحیح کر لی گئی، چونکہ دو زوجہ کو اصل مسئلہ سے ۳ سہام ملے تو ان ۳ سہام کو عدد مضروب ۲۱۰ میں ضرب دی گئی ۲۱۰×۳ = ۶۳۰ حاصل ضرب ہوا یہ اس فریق کا حصہ

ہوگیا۔ اسی طرح جدات کو اصل مسئلہ سے ملے ہوئے ۴ سہام کو مضروب میں ضرب دی۔ ۲۱۰×۴ = ۸۴۰ حاصل ضرب ہوا لہٰذا فریق جدات کا کل حصہ ۸۴۰ ہوگا، اسی طرح بنات کے ۱۶ سہام کو مضروب میں ضرب دی ۲۱۰×۱۶ = ۳۳۶۰ حاصل ضرب ہوا یہ اس فریق کا حصہ ہوگیا۔ اسی طرح اعمام کو ایک سہام ملا تھا اس لیے اس فریق کو ۲۱۰ سہام ملیں گے۔

دوسرا اصول وَاِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَعْرِفَ نَصِیْبَ کُلِّ وَاحِدٍ الخ فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا پہلا اصول تو یہ ہے کہ اس فریق کو جو اصل مسئلہ سے سہام ملے ہیں ان سہام کو اس فریق کے عدد رؤس پر تقسیم کرو پھر خارج قسمت کو عدد مضروب میں ضرب دیدو حاصل ضرب اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہوگا جیسے مثالِ مذکور میں دو زوجہ کو ۳ سہام ملے لہٰذا ان ۳ سہام کو اس کے عدد رؤس ۲ سے تقسیم کیا $2\overline{)3}$ ا $\frac{1}{2}$ خارج قسمت ا $\frac{1}{2}$ ہوا، اب اس کو عدد مضروب ۲۱۰ میں ضرب دی گئی۔ اس طرح سے ا $\frac{1}{2}$ = $\frac{3}{2}$ × ۲۱۰ = ۶۳۰ ÷ ۲ = ۳۱۵ حاصل ضرب ہوا، معلوم ہوا کہ ایک زوجہ کا حصہ ۳۱۵ ہے۔ اسی طرح جدات کے ۴ سہام کو عدد رؤس ۶ پر تقسیم کیا جاتا مگر تقسیم نہیں ہوسکتا جس کا مطلب یہ ہے $\frac{4}{6}$ اس کی تخفیف $\frac{2}{3}$ ہوئی پھر اس کو عدد مضروب ۲۱۰ میں ضرب دی $\frac{2}{3}$ × ۲۱۰ = ۴۲۰ ÷ ۳ = ۱۴۰ حاصل ضرب ہوا۔ معلوم ہوا کہ ایک جدہ کا حصہ ۱۴۰ سہام ہیں، علیٰ ہٰذا القیاس باقی فریق کے افراد کا حصہ معلوم کیا جاسکتا ہے۔

تیسرا اصول ووجہ اٰخر وھو ان تقسم المضروب الخ ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا یہ دوسرا اصول ہے کہ عدد مضروب کو اس فریق کے عدد رؤس پر تقسیم کر دیا جائے، پھر خارج قسمت کو اس فریق کے اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام میں ضرب دیدی جائے تو حاصل ضرب اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

مذکورہ مثال میں مضروب ۲۱۰ کو زوجات کے عدد رؤس ۲ سے تقسیم کیا
خارج قسمت ۱۰۵ ہوا پھر اس کو ۳ سے ضرب دیا (جو اصل مسئلہ سے
ملے ہوئے سہام ہیں) اس طرح

$$2 \overline{)210}(105 \quad\quad \begin{array}{r}105\\ \times 3\\ \hline 315\end{array}$$

حاصل ضرب ۳۱۵ ہوا لہٰذا یہ ایک زوجہ کا حصّہ ہوا۔ اسی طرح دوسرے فریق کے افراد کا حصہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔

چوتھا اصول

ووجہ اٰخر وھو طریق النّسبۃ تا الخ ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا تیسرا طریقہ یہ ہے جس کو نسبت کا طریقہ کہا جاتا ہے کہ ہر فریق کو اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام کی نسبت عدد مضروب سے دیکھی جائے اور اسی نسبت کی بقدر عدد مضروب سے اس کو حصّہ دیدیا جائے تو وہ اس فریق کے ہر فرد کا حصّہ ہوگا۔ طریقۂ نسبت کی توضیح یہ ہے۔

طریقۂ نسبت کی وضاحت

یہاں پر نسبت سے مراد یہ نہیں ہے کہ دو عددوں میں تماثل یا تداخل وغیرہ کی نسبت ہو، بلکہ دو متجانس چیزوں میں سے ایک چیز کو دوسری چیز کی طرف منسوب کرنے سے جو مقدار پائی جائے وہ نسبت مراد ہے اور ایک متجانس کو دوسرے متجانس کی طرف نسبت کرنے سے جو کچھ نکلے وہ یا تو منسوب الیہ کا جزء ہوگا جیسے ۳ یہ آدھا جزء ہے ۶ کا۔ اور ۳ سے ۶ کو دوگنی نسبت ہے اور ۲ یہ تہائی جزء ہے ۶ کا اور ۲ سے ۶ کو تین گنا نسبت ہے ایسے ہی ۴ کہ یہ دو ثلث ہے ۶ کا تو ۴ سے ۶ کو دو تہائی کی نسبت ہے یا اس کے امثال سے ہوتا ہے جیسے ۱۰ یہ دو مثل ہے ۵ کا یعنی ۵ سے ۱۰ کو دوگنے کی نسبت ہے یا مثل اور جزء دونوں کا مجموعہ ہوتا ہے جیسے ۱۲ اور ۸ ہیں کہ ۱۲ میں ۸ کا مثل تو ۸ ہے اور ۴ اس ۸ کا جزء ہے تو مثل ۸ اور جزء ۴ مل کر ۱۲ ہو گئے۔ اس اصول کو مثال سے اس طرح سمجھئے کہ مسئلہ مذکورہ میں دو زوجات کو ۳ سہام ملے تو عدد مضروب ۳ کی نسبت عدد رؤس

۲ سے دیکھی تو ان میں مثل اور نصف یعنی ڈیوڑھی نسبت ہوئی تو عدد مضروب سے ڈیوڑھا ایک فرد کا حصّہ ہوگا، چنانچہ عدد مضروب ۲۱۰ کا مثل ۲۱۰ اور اس کا نصف ۱۰۵ دونوں مل کر ۳۱۵ ہوئے جو ۲۱۰ کا ڈیوڑھا ہے لہٰذا ۳۱۵ ایک زوجہ کا حصّہ ہوگا۔ اسی طرح جدات کے ۴ سہام کی نسبت ان کے عدد رؤس ۶ سے دیکھی تو ۲/۳ کی نسبت یعنی دو تہائی حصوں کی مقدار میں نسبت پائی لہٰذا عدد مضروب ۲۱۰ کا دو تہائی ۱۴۰ ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ ایک جدہ کا حصّہ ہے۔ اسی طرح باقی فریق کے افراد کا حصّہ معلوم کیا جاسکتا ہے۔

طریقۂ نسبت کو اوضح کہنے کی وجہ

وھوالاوضح:۔ مصنفؒ نے اس طریقہ کو بہ نسبت دوسرے طریقوں کے زیادہ واضح قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دوسرے طریقوں کی طرح تقسیم[1] اور ضرب کا عمل کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ محض عددوں کی نسبت کے بقدر حصہ دیدیا جاتا ہے مگر اس طریقہ کے مطابق تقسیم کرنا حساب میں مہارتِ تامہ حاصل ہونے کے بعد ہی ہوسکتا ہے ورنہ حساب میں کمزوری کے باعث یہ طریقہ دوسرے طریقوں سے زیادہ مشکل اور پیچیدہ معلوم ہوگا، لہٰذا مصنفؒ کا اس کو اوضح قرار دینا ان لوگوں کیلئے ہے جو حساب میں کامل مہارت رکھتے ہیں کہ وہ بآسانی بغیر ضرب و تقسیم کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرسکتے ہیں

آسان طریقہ

مذکورہ طریقوں کے علاوہ ایک آسان طریقہ یہ ہے جس کو باب التصحیح کے ضمن میں بتادیا گیا ہے کہ ہر فریق کو جو حصّہ تصحیح سے مجموعی طور پر ملا ہے اس کو اس فریق کے عدد رؤس پر تقسیم کردو، خارجِ قسمت اس فریق کے ہر فرد کا حصّہ ہوگا جیسے مذکورہ مثال میں دو زوجات کا کل حصّہ ۶۳۰ ہے جو ان کو تصحیح سے ملا ہے تو اس کو عدد رؤس ۲ سے تقسیم کردو، طرح ۳۱۵) ۶۳۰ (۲

۶
۳
۲
۱۰
۱۰
×

خارجِ قسمت ۳۱۵ ہوا لہٰذا یہی ایک

[1] وانما کان ہٰذا اوضح لانہ لایحتاج فیہ الی قسمۃ وضرب۔ ردالمحتار ص۵۷۲ ج ۵

فرد کا حصّہ ہے۔

اسی طرح جدات کا مجموعی حصّہ ۸۴۰ ہے اس کو عدد رؤس ۶ سے تقسیم کیا ۶) ۸۴۰ (۱۴۰
۶
۲۴
۲۴

خارج قسمت ۱۴۰ ہوا یہ اس فریق کے ہر فرد کا حصّہ ہوگا، اسی طریقہ پر دوسرے فریقوں کے افراد کے حصّے بآسانی دریافت کیے جاسکتے ہیں۔

فصــــل

فِی قِسمَۃِ التَّرِکَاتِ بَیْنَ الْوَرثَۃِ وَالْغُرَمَاءِ

یہ فصل ہے ورثہ یا قرض خواہوں کے درمیان ترکہ تقسیم کرنے کے بیان میں

اِذَا کَانَ بَیْنَ التَّصْحِیْحِ وَالتَّرِکَۃِ مُبَایَنَۃٌ فَاضْرِبْ سِھَامَ کُلِّ وَارِثٍ مِّنَ التَّصْحِیْحِ فِیْ جَمِیْعِ التَّرِکَۃِ ثُمَّ اقْسِمِ الْمَبْلَغَ عَلَی التَّصْحِیْحِ مِثَالُہٗ بِنْتَانِ وَاَبَوَانِ وَالتَّرِکَۃُ سَبْعَۃُ دَنَانِیْرَ۔ وَاِذَا کَانَ بَیْنَ التَّصْحِیْحِ وَالتَّرِکَۃِ مُوَافَقَۃٌ فَاضْرِبْ سِھَامَ کُلِّ وَارِثٍ مِّنَ التَّصْحِیْحِ فِیْ وَفْقِ التَّرِکَۃِ ثُمَّ اقْسِمِ الْمَبْلَغَ عَلٰی وَفْقِ التَّصْحِیْحِ فَالْخَارِجُ نَصِیْبُ ذٰلِکَ الْوَارِثِ فِی الْوَجْھَیْنِ ھٰذَا لِمَعْرِفَۃِ نَصِیْبِ کُلِّ فَرْدٍ اَمَّا لِمَعْرِفَۃِ نَصِیْبِ کُلِّ فَرِیْقٍ مِّنْھُمْ فَاضْرِبْ مَا کَانَ لِکُلِّ فَرِیْقٍ مِنْ اَصْلِ الْمَسْئَلَۃِ فِیْ وَفْقِ التَّرِکَۃِ ثُمَّ اقْسِمِ الْمَبْلَغَ

عَلٰی وَفْقِ الْمَسْئَلَةِ إِنْ كَانَ بَيْنَ التَّرِكَةِ وَالْمَسْئَلَةِ مُوَافَقَةٌ وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا مُبَايَنَةٌ فَاضْرِبْ فِي كُلِّ التَّرِكَةِ ثُمَّ اقْسِمِ الْحَاصِلَ عَلٰی جَمِيْعِ الْمَسْئَلَةِ فَالْخَارِجُ نَصِيْبُ ذٰلِكَ الْفَرِيْقِ فِي الْوَجْهَيْنِ۔

ترجمہ:

جب تصحیح اور ترکہ کے درمیان تباین کی نسبت ہو تو ہر وارث کے سہام کو جو تصحیح سے ملے ہیں کل ترکہ میں ضرب دیدو پھر حاصل ضرب کو تصحیح پر تقسیم کردو، اس کی مثال دو لڑکیاں ماں، باپ، اور ترکہ سات دینار ہے، اور جب تصحیح اور ترکہ کے درمیان تداخل کی نسبت ہو تو ہر وارث کے سہام کو جو تصحیح سے ملے ہیں ترکہ کے وفق میں ضرب دیدو پھر حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کردو تو خارج قسمت اس وارث کا حصہ ہوگا، دونوں صورتوں میں (تباین وتوافق کی صورتوں میں) یہ ہر فرد کا حصہ پہچاننے کا طریقہ ہے۔ بہرحال ان ورثہ میں سے ہر فریق کا حصہ پہچاننے کیلئے (یہ طریقہ ہے کہ) ہر فریق کے سہام کو جو اصل مسئلہ سے ملے ہیں ترکہ کے وفق میں ضرب دیدو پھر حاصل ضرب کو مسئلہ کے وفق پر تقسیم کرو، اگر ترکہ اور مسئلہ کے درمیان توافق کی نسبت ہو اور اگر ان کے درمیان تباین کی نسبت ہو تو کل ترکہ میں ضرب دیدو پھر حاصل ضرب کو تمام مسئلہ (تصحیح) پر تقسیم کردو تو خارج قسمت اس فریق کا حصہ ہوگا دونوں صورتوں میں (توافق وتباین کی صورت میں)

فصل کا موقوف علیہ اس فصل کا سمجھنا موقوف ہے حساب کے جاننے پر، اسلئے ضروری ہے کہ پہلے کسر وغیرہ کے حساب میں مہارت حاصل کرلی جائے تاکہ اس کے سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے۔

فصل میں ذکر کردہ اصول کا مقصد اس فصل میں ذکر کردہ اصول کی بطور عمل عموماً اگرچہ ضرورت نہیں پڑتی لیکن جان لینا

بھی فائدہ سے خالی نہیں، لہٰذا اس کا مقصد اور خلاصہ یہ ہے کہ اب تک جو مسائل ذکر کیے گئے ہیں ان سے اس بات پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ ترکہ کے کل کتنے حصے کیے جائیں اور اس میں سے ہر وارث کو اتنا حصہ دیا جائے، لیکن اگر کوئی یہ معلوم کرے کہ ترکہ میں مثلاً ایک لاکھ روپئے ہیں یا اتنی زمین ہے لہٰذا ہر وارث کو اس میں سے کتنے روپئے، کتنی زمین ملے گی؟ تو اس فصل میں اسی کے اصول و قواعد بیان کیے گئے ہیں جس سے مجیب کو قدرت حاصل ہوگی، اس بات پر کہ ترکہ کو از روئے مقدار و پیمائش کے ورثہ کے درمیان تقسیم کر دے، نیز اگر قرض خواہ متعدد ہوں اور ترکہ سے ان کا قرض پورا ادا نہ ہو سکتا ہو تو ان کے درمیان ترکہ (قرض کی ادائگی کے لیے) کس طور پر تقسیم ہوگا۔ اس کا طریقہ بھی اس فصل میں ذکر کیا گیا ہے۔

اشکال اور اس کے جوابات

مصنفؒ نے جو عنوان "فی قسمۃ الترکات بین الورثۃ والغرماء" کا قائم کیا ہے اس پر یہ اشکال واقع ہوتا ہے کہ واؤ جمع کے ساتھ لفظ غرماء کا لفظ ورثہ پر عطف کرنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ورثہ اور غرماء دونوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم ایک ساتھ ہو سکتی ہے حالانکہ یہ تقسیم ممکن ہی نہیں چونکہ ترکہ یا تو صرف قرض خواہوں کے درمیان تقسیم ہوگا اور یا ورثہ کے درمیان تقسیم ہوگا۔ اگر ترکہ اتنا زائد ہے کہ قرض خواہوں کا قرض ادا کرنے کے بعد باقی رہ جائے تو تقسیم ترکہ صرف ورثہ کے درمیان ہوگی اور اگر ترکہ اتنا کم ہے کہ غرماء کے لیے بھی کافی نہیں تو ترکہ کی تقسیم اس وقت صرف غرماء کے درمیان ہوگی ورثہ کے درمیان نہیں ہوگی، چونکہ ان کے لیے ترکہ میں سے کچھ باقی ہی نہیں رہا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر "واؤ" "اَوْ" کے معنی میں ہے جو تردید کے لیے آتا ہے اس کے معنیٰ "یا" کے آتے ہیں لہٰذا اس کا مطلب ہوگا کہ ترکہ کی تقسیم ورثہ کے درمیان یا غرماء کے درمیان ہوگی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ لفظ غرماء سے پہلے لفظ "بین" مقدر ہے اور گویا یہ دو مستقل

عنوان ہیں۔ "بین الورثہ وبین الغرماء"، یعنی اس فصل میں ورثہ اور غرماء دونوں کے درمیان علیحدہ، علیحدہ ترکہ کی تقسیم کا طریقہ بیان کرنا ہے۔

ایک اشکال یہ ہے کہ ترتیب میں قرض کی ادائیگی مقدم ہے۔ ورثہ پر تو یہاں پر بین الغرماء والورثہ کہنا چاہیے تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر ورثہ کے درمیان تقسیم ترکہ کا طریقہ بتلانا مقصود ہے اور غرماء کے مابین ترکہ کی تقسیم تبعًا ہے لہٰذا لفظ ورثہ کو مقصود بالذات ہونے کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے۔

ورثہ کے مابین ترکہ تقسیم کرنے کا پہلا طریقہ

ورثہ کے درمیان ترکہ کی تقسیم کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے مسئلہ کی تصحیح کر کے جتنے سہام جس وارث کو ملے اس کو دیدو، اور پھر دیکھو کل ترکہ (جس کو میت نے اپنی ملکیت میں چھوڑا ہو) کتنا ہے، اس کے بعد عدد تصحیح اور عددِ ترکہ کے درمیان نسبت دیکھو کونسی ہے۔ اگر نسبت تماثل کی ہو تو مسئلہ بہت آسان ہے جو حصّہ تصحیح سے ہر وارث کو ملے اتنا ہی حصّہ اس کو ترکہ سے بھی دیدو

مثلاً مسئلہ ۶ × ۳ = ۱۸ کل ترکہ ۱۸ روپئے

اب	ام	بنت	بنت	بنت
۱/۳	۱/۳	۴	۴	۴

اس مسئلہ کی تصحیح ۱۸ ہے جس میں سے ۳۔۳ سہام اب اور ام کو ملے اور ۴۔۴ سہام تینوں لڑکیوں کو اور کل ترکہ بھی مثلاً ۱۸ روپئے ہے تو عدد تصحیح اور ترکہ میں تماثل کی نسبت ہے لہٰذا جس وارث کو جتنے سہام تصحیح سے ملے ہیں اتنے ہی روپئے اس کو کل ترکہ سے ملیں گے اب اور ام میں سے ہر ایک کو ۳۔۳ روپئے اور تینوں لڑکیوں میں سے ہر ایک کو ۴۔۴ روپئے ملیں گے۔ اس صورت میں ترکہ کی تقسیم چونکہ آسان تھی اس لیے مصنفؒ نے اس کو ذکر نہیں کیا

البتہ اگر تصحیح اور ترکہ کے درمیان تباین کی نسبت ہو تو اس کا طریقہ مصنفؒ نے بیان فرمایا ہے جو یہ ہے۔

دوسرا طریقہ اِذَا کَانَ بَیْنَ التَّصْحِیْحِ الخ تصحیح اور ترکہ کے درمیان تباین کی نسبت ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر وارث کو جو سہام تصحیح سے ملے ہیں ان کو کل ترکہ میں ضرب دیدو اور پھر حاصل ضرب کو کل تصحیح پر تقسیم کردو تو خارج قسمت اس وارث کا حصّہ ہوگا۔

اس کی مثال یہ ہے مسئلہ ۶ کل ترکہ ۷ روپئے

اب	ام	بنت	بنت
۱	۱	۲	۲

اس صورت میں مسئلہ (تصحیح) ۶ ہے اور کل ترکہ ۷ روپئے ہے تو ۶ اور ۷ میں تباین کی نسبت ہے لہٰذا ہر وارث کے سہام کو کل ترکہ میں ضرب دو اور پھر حاصل ضرب کو تصحیح سے تقسیم کردو مثلاً اب کو ایک سہام ملا اس کو ۷ میں ضرب دی تو حاصل ضرب ۷ ہی ہوا پھر اس کو ۶ پر تقسیم کیا ۶) ۷ ($1\frac{1}{6}$

خارج قسمت $1\frac{1}{6}$ ہوا لہٰذا یہ اب کا حصّہ ہوگا اور یہی ام کا بھی حصّہ ہوگا۔ نیز بنت کو ۲ سہام ملے تو ۲ کو ۷ میں ضرب دی ۷ × ۲ = ۱۴ حاصلِ ضرب ہوا پھر ۱۴ کو ۶ پر تقسیم کیا ۶) ۱۴ (۲ = خارج قسمت $2\frac{1}{3}$ ہوا، لہٰذا یہ ہر ایک بنت کا حصّہ ہوگا۔

تیسرا طریقہ وَاِذَا کَانَ بَیْنَ التَّصْحِیْحِ وَالتَّرِکَۃِ مُوَافَقَۃٌ[1] الخ اگر تصحیح اور ترکہ کے درمیان توافق کی نسبت ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے عدد تصحیح اور عدد ترکہ دونوں کا وفق نکال لو، اس کے بعد ہر وارث کے سہام (جو اس کو تصحیح

---

[1] موافقت سے مراد یہاں عام ہے خواہ توافق کی نسبت ہو یا تداخل کی۔ تداخل بھی توافق ہی کے حکم میں ہے۔ ۱۲

سے ملے ہیں) کو ترکہ کے وفق میں ضرب دیدو پھر حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کردو تو خارج قسمت اس وارث کا حصہ ہوگا اس کی مثال یہ ہے۔

مسئلہ ۶ عو ۹ — کل ترکہ ۱۲ روپئے

زوج	جدہ	اخ لام	اخت عینی	اخت عینی
نصف	سدس	سدس	ثلثان	
۳	۱	۱	۲	۲

یہ مسئلہ عائلہ ہے جو ۹ سہام پر تقسیم ہوگا اور کل ترکہ ۱۲ روپئے ہے اور ۹ اور ۱۲ میں توافق بالثلث کی نسبت ہے ۹ کا وفق ۳ اور ۱۲ کا وفق ۴ نکلا لہٰذا زوج کے ۳ سہام کو ترکہ کے وفق ۴ میں ضرب دی ۳ × ۴ = ۱۲ حاصل ضرب ہوا پھر ۱۲ کو ۹ کے وفق ۳ پر تقسیم کر دیا ۱۲ ÷ ۳ = ۴ خارج قسمت ہوا لہٰذا یہ زوج کا حصہ ہوگا جو اس کو کل ترکہ سے ملے گا۔ اسی طرح جدہ کے ایک سہام کو ترکہ کے وفق ۴ میں ضرب دینے کا حاصل ۴ ہی ہوا، اس کو ۳ پر تقسیم کر دیا ۳) ۴ (۱ $\frac{1}{3}$ خارج قسمت ۱ $\frac{1}{3}$ ہوا، یہ جدہ کا حصہ ہوگیا اور یہی اخ لام کا بھی ہوگا۔ نیز ایک اخت عینی کو ۲ سہام ملے اس کو ترکہ کے وفق ۴ میں ضرب دی ۲ × ۴ = ۸ تو حاصل ضرب ۸ ہوا پھر اس کو ۳ پر تقسیم کر دیا ۳) ۸ (۲ $\frac{2}{3}$ خارج قسمت ۲ $\frac{2}{3}$ ہوا، یہ ہر بنت کا حصہ ہوگا۔

فی الوجہین:۔ یعنی ترکہ و تصحیح میں موافقت و مباینت کی دونوں وجہوں میں۔

چوتھا طریقہ نسبت تداخل کا

مصنفؒ نے اس کا حکم بھی بیان نہیں فرمایا اس لیے کہ تداخل توافق کے حکم میں ہے جو عمل موافقت کی صورت میں کیا گیا ہے وہی تداخل کی صورت میں ہوگا، اور اس کی دو صورتیں ہیں۔ کبھی تو عددِ تصحیح ترکہ سے زیادہ ہوگا مثلاً تصحیح ۱۲ ہے اور ترکہ ۴ روپئے تو اس صورت میں وارث کو جو سہام تصحیح سے ملے ہیں ان کو تصحیح کے دخل سے تقسیم کردیں، خارج قسمت اس وارث کا حصہ ہوگا جو اس کو ترکہ سے ملا ہے۔

مثال اس کی یہ ہے:۔ مسئلہ ۱۲ ہندہ کل ترکہ ۴ روپیہ

زوج	ام	بنت	عم
ربع	سدس	نصف	عصبہ
۳	۲	۶	۱
ار روپیہ	۲/۳ روپیہ	۲ روپیہ	۱/۳ روپیہ

زوج کو ۱۲ میں سے ۳ سہام ملے اور کل ترکہ ۴ روپئے ہے، ۱۲ اور ۴ میں تداخل کی نسبت ہے ۱۲ کا دخل ۳ ہے لہٰذا زوج کے تین سہام کو تصحیح کے دخل ۳ پر تقسیم کیا تو خارجِ قسمت ایک روپیہ ہوا، معلوم ہوا کہ یہ شوہر کا حصّہ ہے۔ اسی طرح ام کے دو سہام کو تصحیح کے دخل ۳ پر تقسیم کیا تو خارج قسمت ۲/۳ ہوا اور بنت کے ۶ سہام کو ۳ پر تقسیم کیا تو خارجِ قسمت ۲ روپئے ہوئے، یہ بنت کا حصّہ ہوگیا۔ اسی طرح عم کے ایک سہام کو ۳ پر تقسیم کیا تو خارج قسمت ۱/۳ ہوا یہ عم کا حصّہ معلوم ہوگیا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ترکہ زیادہ ہو تصحیح کے عدد سے۔ ایسی صورت میں وارث کو جو سہام تصحیح سے ملے ہیں ان کو ترکہ کے دخل میں ضرب دیدو۔ حاصل ضرب اس وارث کا حصّہ ہوگا جو اس کو ترکہ سے ملا ہے۔ مذکورہ مثال میں اگر کل ترکہ ۲۴ روپئے ہو تو اس کا دخل ۲ ہوگا، لہٰذا زوج کے ۳ سہام کو ۲ میں ضرب دی، حاصل ضرب ۶ ہوا یہ زوج کا حق ہوا۔ اور ام کے ۲ سہام کو ۲ میں ضرب دی تو اس کا حصّہ ۴ روپئے ہوا اور بنت کے ۶ سہام کو ۲ میں ضرب دی تو اس کا حصّہ ۲ روپئے ہوا۔ اور عم کے ایک سہام کو ۲ میں ضرب دینے سے اس کا حصّہ ۲ روپیہ ہوا۔

اما المعرفۃ نصیب کل فریق منھم الخ اب تک جو کچھ بیان ہوا وہ ہر وارث کا حصّہ معلوم کرنے کا طریقہ تھا، اگر ہر فریق کا حصّہ ترکہ سے معلوم کرنا مقصود ہو تو اس کا طریقہ مصنف رحؒ نے یہاں سے بیان فرمایا ہے جو حسبِ ذیل ہے۔

ہر فریق کے درمیان ترکہ تقسیم کرنے کا طریقہ | یہ ہے کہ پہلے کل ترکہ اور تصحیح

کے درمیان نسبت دیکھو، کونسی ہے۔ اگر موافقت کی نسبت ہے تو ہر فریق کو جو سہام تصحیح سے ملے ہیں ان کو کل ترکہ کے وفق میں ضرب دیدو اور حاصلِ ضرب کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کردو، خارجِ قسمت اس فریق کا حصّہ ہوگا۔ مثلاً

مسئلہ ۶ عول ۹ — کل ترکہ ۳۰ روپئے

زوج	اخوات لاب وام ۴ نفر	اخت لام ۲ نفر
۳	۴	۲

یہ مسئلہ عائلہ ہے اس کا عول ۹ آیا اور کل ترکہ ۳۰ روپئے ہے۔ ۹ اور ۳۰ کے درمیان توافق بالثلث کی نسبت ہے ۹ کا وفق ۳ اور ۳۰ کا وفق ۱۰ ہے، لہٰذا زوج کے ۳ سہام کو کل ترکہ کے وفق ۱۰ میں ضرب دی ۳ × ۱۰ = ۳۰ حاصلِ ضرب ہوا، پھر اس کو ۹ کے وفق ۳ پر تقسیم کردیا ۳) ۳۰ (۱۰ خارجِ قسمت ۱۰ ہوا۔ یہ کل ترکہ سے زوج کا حصّہ معلوم ہوگیا، نیز اخوات کے ۴ سہام کو ۱۰ میں ضرب دی جو کل ترکہ کا وفق ہے۔

۴ × ۱۰ = ۴۰ حاصلِ ضرب ہوا پھر اس کو ۳ پر تقسیم کردیا ۳) ۴۰ ($۱۳\frac{۱}{۳}$ خارجِ قسمت $۱۳\frac{۱}{۳}$ ہوا، یہ چاروں اخوات کا مجموعی حصّہ معلوم ہوگیا۔

اسی طرح اختین لام کے ۲ سہام کو ۱۰ میں ضرب دی ۲ × ۱۰ = ۲۰ حاصلِ ضرب ہوا پھر اس کو ۳ پر تقسیم کردیا ۳) ۲۰ ($۶\frac{۲}{۳}$ خارجِ قسمت $۶\frac{۲}{۳}$ ہوا، یہ اختین لام کا حصّہ ہوا۔

اَمَّا فِیْ قَضَاءِ الدُّیُوْنِ فَدَیْنُ کُلِّ غَرِیْمٍ بِمَنْزِلَةِ سِهَامِ کُلِّ وَارِثٍ فِی الْعَمَلِ وَمَجْمُوْعُ الدُّیُوْنِ بِمَنْزِلَةِ التَّصْحِیْحِ وَاِنْ کَانَ فِی التَّرِکَةِ کُسُوْرٌ فَابْسُطِ التَّرِکَةَ وَالْمَسْأَلَةَ کِلْتَیْهِمَا اَیْ اِجْعَلْهُمَا مِنْ جِنْسِ الْکَسْرِ

ثُمَّ قُدِّمَ فِيهِ مَا رَسَمْنَاهُ۔

ترجمہ:

بہرحال قرضوں کی ادائیگی میں (اس کا طریقہ یہ ہے کہ) ہر قرض خواہ کا قرض عمل کے اعتبار سے ہر وارث کے سہام کے درجہ میں ہوگا، اور تمام قرض تصحیح کے درجہ میں ہوگا اور اگر ترکہ میں کسریں واقع ہوں تو ترکہ اور مسئلہ دونوں کو بڑھا دو یعنی ان دونوں (ترکہ اور تصحیح) کو کسر کی جنس سے کردو پھر اس میں وہ عمل کرو جو ہم نے پہلے تحریر کردیا ہے۔

وَأَمَّا فِي قَضَاءِ الدُّيُوْنِ:۔ مصنفؒ نے یہاں سے قرض خواہوں کے درمیان ترکہ تقسیم کرنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ اس کو جاننے سے پہلے یہ سمجھئے کہ اس کی ضرورت کب پیش آتی ہے۔

قرض خواہوں کے درمیان تقسیمِ ترکہ کی ضرورت کب پیش آتی ہے

جب ترکہ سے تجہیز و تکفین کے بعد تمام قرض ادا نہ ہوسکے اور قرض خواہ متعدد ہوں اور ان کے قرض کی مقدار بھی مختلف ہو تو اس وقت ان کے درمیان ان کے قرض کی مقدار کے مطابق ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔ ورنہ اگر ایک قرض خواہ ہو تو تمام ترکہ اسی کو دیدیا جائے گا اور اگر متعدد ہوں اور ان کے قرض برابر ہوں تو ترکہ ان سب پر برابر تقسیم کردیا جائے گا۔

قرض خواہوں کے درمیان ترکہ تقسیم کرنے کا طریقہ

یہ ہے کہ ہر قرض خواہ کے قرض کو بمنزلہ وارث کے سہام کے سمجھو، اور تمام قرض کو بمنزلہ تصحیح کے جانو، اس کے بعد کل ترکہ اور تصحیح (مجموع الدیون) کے درمیان دیکھو کونسی نسبت ہے۔ پھر وہی عمل کیا جائے جو ورثہ کے درمیان ترکہ تقسیم کرنے کے طریقہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً اگر تباین کی نسبت ہو تو ہر قرض خواہ کے قرض کو کل ترکہ میں ضرب دیدو پھر حاصلِ ضرب کو مجموع دیون (جس کو ہم نے تصحیح قرار دیا ہے)

پر تقسیم کردو، خارجِ قسمت اس قرض خواہ کا حصّہ ہوگا۔ اس کو مثال سے سمجھیے۔ میت کے ذمہ زید کے دس روپیئے اور بکر کے پانچ روپیئے قرض ہیں، ان کا مجموعہ پندرہ روپیئے ہوا اور کل ترکہ تیرہ روپیئے ہے

مسئلہ ۱۵	کل ترکہ ۱۳
قرض خواہ زید	قرض خواہ بکر
۱۰	۵

لہٰذا ہر قرض خواہ کے قرض کو سہام کا درجہ اور اس کے مجموعہ کو تصحیح کا درجہ دیا، اب کل ترکہ ۱۳ روپیئے اور کل تصحیح ۱۵ میں نسبت دیکھی تو تباین کی پائی تو زید کے ۱۰ روپیئے کو کل ترکہ (۱۳ روپیئے) میں ضرب دی ۱۰×۱۳ = ۱۳۰ حاصلِ ضرب ہوا پھر اس کو ۱۵ پر تقسیم کر دیا ۱۵) ۱۳۰ (۸ ، ۱۲۰ ، ۱۰ ، $\frac{۲}{۳}$ خارج قسمت ۸ $\frac{۲}{۳}$ ہوا، یہ حصّہ زید (قرض خواہ) کا ہوگیا، جس کے دس روپیئے قرض تھے۔ اس کے بعد بکر کے ۵ روپیئے کو کل ترکہ ۱۳ میں ضرب دی ۵ × ۱۳ = ۶۵ حاصل ضرب ہوا، اس کو ۱۵ پر تقسیم کر دیا

۱۵) ۶۵ (۴ ، ۶۰ ، ۵ ، $\frac{۱}{۳}$

خارج قسمت ۴ $\frac{۱}{۳}$ ہوا، یہ بکر (قرض خواہ) کا حصّہ ہوگا جس کا قرض ۵ روپیئے تھا۔ ۸ $\frac{۲}{۳}$ زید کو ملیں گے اور ۴ $\frac{۱}{۳}$ بکر کو ملیں گے۔ دونوں کا مجموعہ ۱۳ روپیئے ہوا جو قرض خواہوں پر ان کے قرض کی بقدر تقسیم ہوگیا اور اگر کل ترکہ اور تصحیح (مجموع دیون) میں توافق کی نسبت ہو تو پہلے دونوں کا وفق نکال لو پھر ہر قرض خواہ کے قرض کو کل ترکہ کے وفق میں ضرب دو اور حاصلِ ضرب کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کر دو، خارجِ قسمت اس قرض خواہ کا حصّہ ہوگا جیسے مثال مذکور میں اگر کل ترکہ ۹ روپیئے ہو تو ۹ اور تصحیح ۱۵ میں توافق بالثلث کی نسبت ہے ۹ کا وفق ۳ ہے اور ۱۵ کا وفق ۵ ہے لہٰذا زید کے دس روپیئے کو کل ترکہ کے وفق ۳ میں ضرب دی ۱۰×۳ = ۳۰ حاصلِ ضرب ہوا پھر اس کو تصحیح کے وفق ۵ پر تقسیم کر دیا ۵) ۳۰ (۶ ، ۳۰ ، × خارجِ قسمت ۶ روپیئے ہوا۔ یہ زید کا حصّہ ہوا جس کا قرض

دس روپئے تھا۔ اسی طرح بکر کے ۵ روپئے کو ۳ میں ضرب دی ۵ × ۳ = ۱۵ حاصل ضرب ہوا پھر اس کو ۵ پر تقسیم کردیا ۳) ۱۵ (۵ خارج قسمت ۳ روپئے ہوئے، یہ بکر کا حصہ ہوگا جس کے ۵ روپئے قرض تھے۔ ۹ روپئے دونوں قرض خواہوں پر ان کے قرض کی بقدر تقسیم ہوگئے۔

وان کان فی الترکۃ کسور الخ ورثہ کے درمیان ترکہ تقسیم کرنے کے جو طریقے اب تک تفصیل سے ذکر کیے گئے ہیں یہ اس وقت ہیں جب کہ ترکہ میں کسر واقع نہ ہو اور اگر ترکہ میں کسر واقع ہو تو اس کو کس طور پر تقسیم کیا جائے گا؟

اس کا طریقہ مصنفؒ نے یہاں سے بیان فرمایا ہے کہ عدد ترکہ اور عدد تصحیح کو پھیلایا جائے گا یعنی دونوں کے عدد بڑھائے جائیں گے تاکہ وہ کسر ختم ہو جائے اس کا طریقہ یہ ہے۔

بسطِ ترکہ کا طریقہ ترکہ میں جو عدد صحیح ہو اس کو کسر کے مخرج میں ضرب دیدو اور کسر کو حاصل ضرب میں زیادہ کردو تو اب یہ ترکہ کا کل عدد شمار ہوگا۔ اس کے بعد کل تصحیح کو کسر کے مخرج میں ضرب دیدو حاصلِ ضرب کل تصحیح شمار کی جائے گی۔ اسی کو بسط بمعنی پھیلانا کہتے ہیں)۔ بسط کے بعد جو عدد ہوگا اسی کو کل تصحیح اور کل ترکہ مان کر اس میں وہ تمام عمل کیا جائے گا جو ما قبل میں ذکر کیا گیا ہے تو اس سے ہر وارث کا حصہ ترکہ سے نکل آئے گا۔ مثلاً اگر ترکہ ۷، ½ روپئے ہو اور تصحیح ۶ ہو تو ان دونوں عددوں کو پھیلایا جائے گا اس طریقہ پر کہ ۷، کو ½ کے مخرج ۲ میں ضرب دو، ۷×۲ = ۱۴ حاصلِ ضرب ہوا پھر کسر ایک کو اس میں زیادہ کردو تو ۱۵ ہو جائے گا لہٰذا اب کل ترکہ بجائے ۷، ½ کے ۱۵ روپئے شمار ہوگا، نیز تصحیح ۶ تھی اس کو ½ کے مخرج ۲ میں ضرب دو ۶×۲ = ۱۲ حاصل ضرب ہوا، اب کل تصحیح ۱۲ شمار ہوگی، لہٰذا جو عمل ہمیں ۶ اور ۷، ½ میں کرنا تھا اب وہ ۱۲ اور ۱۵ کے درمیان ہوگا۔ ۱۲ اس مسئلہ کی تصحیح اور کل ترکہ ۱۵ مان کر عمل کیا جائے گا اور وارثوں کے سہام وہی رہیں گے جو اصل مسئلہ سے ان کو ملے ہیں۔

فَصلٌ فِی التَّخارُج

مَن صالَحَ علیٰ شیءٍ مِنَ التَّرِکَۃِ فَاطرَح سِہامَہٗ مِنَ التَّصحِیحِ ثُمَّ اقسِم مابَقِیَ مِنَ التَّرِکَۃِ علیٰ سِہامِ الباقِینَ کَزَوجٍ وَاُمٍّ وعَمٍّ فَصالَحَ الزَّوجُ علیٰ ما فِی ذِمَّتِہٖ مِنَ المَھرِ وَخَرَجَ مِنَ البَینِ فَتُقسَمُ باقِی التَّرِکَۃِ بَینَ الاُمِّ والعَمِّ اَثلاثاً بِقَدرِ سِہامِھِما سَہمانِ لِلاُمِّ وَسَہمٌ لِلعَمِّ اَوزَوجَۃٍ وَاَربَعَۃِ بَنِینَ فَصالَحَ اَحَدُ البَنِینَ علیٰ شیءٍ وَخَرَجَ مِنَ البَینِ فَیُقسَمُ باقِی التَّرِکَۃِ علیٰ خَمسَۃٍ وَّعِشرِینَ سَہماً لِلمَرأَۃِ اَربَعَۃُ اَسہُمٍ وَلِکُلِّ ابنٍ سَبعَۃٌ۔

ترجمہ:

جس وارث نے مصالحت کی تمام ترکہ میں سے کسی معین چیز پر تو اس کے سہام کو تصحیح میں سے نکال دو پھر تقسیم کرو باقی ترکہ کو باقی ورثہ کے سہام پر جیسے، شوہر، اور ماں، اور چچا ہے۔ اور شوہر نے مصالحت کر لی اس مال پر جو اس کے ذمہ مہر کا واجب ہے اور درمیان سے نکل گیا تو باقی ترکہ تقسیم کیا جائے گا ماں اور چچا کے درمیان تین حصوں پر ان دونوں کے سہام کی مقدار کے مطابق، دو سہام ماں کے لیے ہے اور ایک سہم چچا کے لیے ہوگا۔ یا ایک بیوی اور چار لڑکے ہیں تو ان میں سے ایک لڑکے نے کسی چیز پر صلح کر لی اور درمیان سے نکل گیا تو باقی ترکہ پچیس ۲۵ سہام پر تقسیم کیا جائے گا، بیوی کیلئے چار سہام ہوں گے اور

ہر لڑکے کے سات سات سہام ہوں گے۔

تخارج کے لغوی معنیٰ تخارج بابِ تفاعل کا مصدر ہے۔ ماخوذ من الخروج بمعنیٰ نکلنا، دست بردار ہونا۔ تَخَارَجَ الشرکاء، آپس میں تقسیم کرنا۔

تخارج کے اصطلاحی معنیٰ اصطلاح میں تخارج کہتے ہیں "بعض وارث کا کسی معین شئ پر اپنا حصہ لینے سے صلح کر کے تقسیم سے نکل جانا۔ تصالح الورثة علی اخراج بعضھم عن المیراث بشئ معلوم من الترکة۔ (شریفیہ)

تخارج کا حاصل یہ ہے کہ کوئی وارث یہ کہے کہ ترکہ میں سے مجھے فلاں چیز یا اتنا روپیہ دیدو تو اس کے بدلہ اپنا حصہ (خواہ اس سے کم ہو یا زیادہ) لینے سے دست بردار ہوتا ہوں، اور اس پر تمام ورثہ رضا مند ہو جائیں تو اس طرح صلح کرنا تخارج کہلاتا ہے۔ شریعت نے اس کا اعتبار کیا ہے اور باجماع صحابہؓ جائز و ثابت ہے۔

صلح کی قسمیں صلح کی چار قسمیں ہیں، جن میں سے دو جائز اور دو ناجائز ہیں۔ ۱۔ صلح عن المعلوم علی المعلوم ۲۔ صلح عن المجہول علی المجہول، ۳۔ صلح عن المعلوم علی المجہول ۴۔ صلح عن المجہول علی المعلوم۔ ان میں پہلی اور چوتھی قسم تو جائز ہیں اور باقی دو صورتیں ناجائز ہیں۔

صلح اور تخارج کے جائز ہونے کا مدار اس پر ہے کہ جس چیز پر صلح کی جارہی ہے وہ چیز معلوم اور متعین ہو مجہول نہ ہو۔ خواہ وہ چیز جس پر مصالحت کر رہا ہے معلوم ہو یا معلوم نہ ہو۔

تخارج کا طریقہ من صالح علی شئ من الترکة فاطرح سھامه الخ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مرحوم کے تمام ورثہ کو شامل کر کے اس مسئلہ کی تصحیح کر لو اور ہر وارث کو اس کے سہام دیدو پھر جس وارث نے صلح کی ہے اسکے

سہام کے نیچے صلح کا نشان صــ بنا دو اور تصحیح سے وہ سہام کم کر دو اور باقی دیگر تمام ورثہ کے درمیان تقسیم ہو جائیں گے، مثلاً۔

مسئلہ ۶ - ۳ = ۳ ہندہ

عم	ام	زوج
۱	۲	صـ۳

ہندہ کا انتقال ہوا، اس نے زوج، ام اور عم کو وارث چھوڑا، اور شوہر کے ذمہ ہندہ کا مہر باقی تھا اس نے اس مہر کے بدلہ مصالحت کر لی، لہٰذا زوج کے ۳ سہام جو اصل مسئلہ سے ملے تھے ان کو کم کر دیا تو باقی ۳ بچے، اس میں ۲ سہام ام کو اور ایک سہم عم کو ملے گا۔

دوسری مثال

مسئلہ ۸×۴ ۳۲ - ۷ = ۲۵ زید

ابن	ابن	ابن	ابن	زوجہ
۷	۷	۷	صـ۷	۴

زید کے ورثہ میں ایک زوجہ اور ۴ ابن ہیں، ان میں سے ایک ابن نے کسی متعین چیز پر مصالحت کر لی، لہٰذا مسئلہ کی تصحیح ۳۲ ہوئی، اس میں سے ابن کے ۷ سہام کم کر دیئے جس نے مصالحت کی تھی۔ اب ۲۵ سہام باقی بچے، اس میں سے زوجہ کو ۴ سہام اور تینوں ابن میں سے ہر ایک کو ۷، ۷ سہام ملیں گے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ جس وارث نے صلح کر لی ہے اور وہ باقی ورثہ کے ساتھ اپنا حصہ نہیں لے رہا ہے تو پھر اس کو مسئلہ میں شامل کر کے تخریج و تصحیح کیوں کی جاتی ہے؟ اس کو تو شروع ہی سے نکال دینا چاہیئے تھا اور باقی ورثہ پر ترکہ تقسیم کر دینا چاہیے تھا۔

اس کا **جواب** یہ ہے کہ اگر اس کو مسئلہ کی تصحیح میں شامل نہ کیا جائے تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ جن ورثہ کے جو حصص مقرر ہیں ان کو وہ پورے نہ پہنچ پائیں۔ مثلاً پہلی مثال میں اگر زوج کو کالعدم قرار دیں تو کل ترکہ ام اور عم کے درمیان تقسیم ہوگا، مسئلہ ۳ سے

بنے گا، اس میں سے ایک سہم ام کو اور دو سہام عم کو ملیں گے۔ حالانکہ زوج کو شریک کرنے کی صورت میں ام کو ۳ میں سے دو سہام اور عم کو ایک سہم ملا تھا، جو ان کے شرعی حصہ کے مطابق تھا۔ نتیجہ کے اعتبار سے جو حصہ ام کو ملنا چاہیے تھا وہ عم کو مل گیا اور عم کا حصہ ام کو مل گیا، اس لیے مصالح وارث کو مسئلہ کی تصحیح و تخریج میں شامل کیا جائے گا تاکہ تمام ورثہ کا حق ان کے حصوں کی بقدر مل جائے۔

تخارج کے جواز کی دلیل

اس کے جواز پر حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضؓ کا واقعہ صریح دلیل ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی چار بیویوں میں سے ایک بیوی تماضر اشجعیہ کو مرض الوفات میں طلاق دیدی، اس کے بعد وہ وفات پا گئے تو خلیفۂ وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انکو بھی وارث قرار دیا۔ اولاد کی موجودگی میں بیوی کا حصہ ثمن ہوتا ہے، اور یہ چار بیویاں تھیں تو ثمن کے چوتھائی حصہ کی مستحق تماضر اشجعیہ تھیں، انھوں نے اس مال پر ورثہ سے صلح کرلی جو ان کے پاس اپنے شوہر کا پہلے سے موجود تھا، وہ تقریباً اسی ہزار دینار یا درہم تھے، لہٰذا اس کو تمام ورثہ نے قبول کیا اور حضرت عثمان غنیؓ اور تمام صحابہؓ نے اس کو جائز رکھا کسی نے اس پر نکیر نہیں فرمائی، اس لیے تخارج (مصالحت) جائز ہے۔

عقلی دلیل

عقل بھی اس کا تقاضہ کرتی ہے کہ یہ جائز ہو چونکہ صلح کرنے والا یا تو ایسی چیز پر صلح کرے گا جو اس کے حصہ کے برابر ہوگی، ایسی صورت میں تو کسی کو کوئی اشکال ہی نہیں۔ یا اس سے کم چیز پر صلح کرتا ہے، یہ بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی، چونکہ وہ از خود کم چیز کے لینے پر راضی ہے اور اپنا بعض حصہ دوسرے ورثہ کو دینے پر رضامند ہے۔ اور یا اپنے حصہ سے زائد پر صلح کرتا ہے تو یہ صورت بھی جائز ہوگی اس لیے کہ باقی ورثہ اس پر راضی ہیں، گویا وہ اپنا حصہ اس پر نثار کرنا چاہتے ہیں۔

بَابُ الرَّدِّ

اَلرَّدُّ ضِدُّ الْعَوْلِ مَا فَضَلَ عَنْ فَرْضِ ذَوِی الْفُرُوْضِ وَلَامُسْتَحِقَّ لَهٗ يُرَدُّ عَلٰی ذَوِی الْفُرُوْضِ بِقَدْرِ حُقُوْقِهِمْ اِلَّا عَلَی الزَّوْجَيْنِ وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَبِهٖ اَخَذَ اَصْحَابُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَقَالَ زَيْدُ ابْنُ ثَابِتٍؓ اَلْفَاضِلُ لِبَيْتِ الْمَالِ وَبِهٖ اَخَذَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِیُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ۔ ثُمَّ مَسَائِلُ الْبَابِ عَلٰی اَقْسَامٍ اَرْبَعَةٍ اَحَدُهَا اَنْ يَّكُوْنَ فِی الْمَسْئَلَةِ جِنْسٌ وَاحِدٌ مِّمَّنْ يُّرَدُّ عَلَيْهِ عِنْدَ عَدَمِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ فَاجْعَلِ الْمَسْئَلَةَ مِنْ رُؤُسِهِمْ كَمَا لَوْ تَرَكَ بِنْتَيْنِ اَوْ اُخْتَيْنِ اَوْ جَدَّتَيْنِ فَاجْعَلِ الْمَسْئَلَةَ مِنِ اثْنَيْنِ وَالثَّانِیْ اِذَا اجْتَمَعَ فِی الْمَسْئَلَةِ جِنْسَانِ اَوْ ثَلٰثَةُ اَجْنَاسٍ مِّمَّنْ يُّرَدُّ عَلَيْهِ عِنْدَ عَدَمِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ فَاجْعَلِ الْمَسْئَلَةَ مِنْ سِهَامِهِمْ اَعْنِیْ مِنِ اثْنَيْنِ اِذَا كَانَ فِی الْمَسْئَلَةِ سُدُسَانِ اَوْ مِنْ ثَلٰثَةٍ اِذَا كَانَ فِيْهَا ثُلُثٌ وَسُدُسٌ اَوْ مِنْ اَرْبَعَةٍ اِذَا كَانَ فِيْهَا نِصْفٌ وَسُدُسٌ اَوْ مِنْ خَمْسَةٍ اِذَا كَانَ فِيْهَا ثُلُثَانِ وَسُدُسٌ اَوْ نِصْفٌ

وَسُدُسَانِ اَوْ نِصْفٌ وَثُلُثٌ۔

ترجمہ:

یہ باب ہے رد کے بیان میں۔ رد عول کی ضد ہے، جو سہام ذوی الفروض کا حصہ ادا کرنے کے بعد بچ جائیں اور ان کا کوئی مستحق (وارث) موجود نہ ہو تو رد کر دیا جائے گا انھیں ذوی الفروض پر ان کے حقوق کی بقدر مگر شوہر و بیوی پر (رد نہ ہوگا) اور یہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور اسی کو ہمارے اصحاب (احناف رح) نے اختیار کیا ہے اور زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بچا ہوا مال بیت المال کے لیے ہے۔ اور اسی کو اختیار کیا ہے مالک رض اور شافعی رح نے۔ پھر اس باب کے مسائل چار قسم پر ہیں۔ ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ مسئلہ میں ان ورثہ کی ایک جنس ہو جن پر رد کیا جاتا ہے ان ورثہ کے نہ ہونے کے وقت جن پر رد نہیں کیا جاتا تو اس صورت میں مسئلہ ان کے عدد رؤس سے بناؤ۔ جیسے اگر میت نے دو لڑکیاں یا دو بہنیں یا دو دادیاں چھوڑیں تو مسئلہ دو ۲ سے بناؤ۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ جب مسئلہ میں ان ورثہ کی جن پر رد کیا جاتا ہے، دو یا تین جنس جمع ہوں ان ورثہ کے نہ ہونے کے وقت جن پر رد نہیں کیا جاتا تو اس صورت میں مسئلہ ان کے عدد سہام سے بناؤ یعنی دو ۲ سے مسئلہ بناؤ جب کہ مسئلہ میں دو سدس جمع ہوں یا تین سے جبکہ مسئلہ میں ثلث اور سدس جمع ہوں یا مسئلہ چار سے بناؤ جبکہ مسئلہ میں نصف اور سدس جمع ہوں۔ یا پانچ سے مسئلہ بناؤ جبکہ مسئلہ میں ثلثان اور سدس جمع ہوں یا نصف اور دو سدس جمع ہوں یا نصف اور ثلث جمع ہوں۔

باب العول کے تحت مسائل کی تین قسمیں ذکر کی گئی تھیں۔ عادلہ، رائجہ، خاسرہ مسائل رائجہ اور خاسرہ کا منشاء مخرج کا بڑھنا اور گھٹنا ہے جو ایک قسم کا نقص ہے۔ عول میں مسائل خاسرہ کا بیان تھا، اور باب الرد میں اس کے مقابل مسائل رائجہ کا بیان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ورثہ کو ان کے حصص متعینہ ادا کرنے کے بعد مخرج سے کچھ سہام باقی

رہ جاتے ہیں، جن کا استحقاق عصبات کو ہوتا ہے مگر عصبات موجود نہیں ہوتے تو یہ باقی بھی انھیں اصحاب الفرائض پر ان کے حصوں کی بقدر رد کر دیا جاتا ہے، اس کے اصول قوانین اس باب میں بیان فرمائے گئے ہیں۔

رد کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ اَلرَّدُّ اس کے لغوی معنیٰ ہیں واپس کرنا، پھیرنا لوٹانا۔ یہ مصدر ہے اور باب نصر ینصر سے رَدَّ یَرُدُّ رَدًّا مستعمل ہے، اور اس کے اصطلاحی معنیٰ یہ ہیں کہ اصحاب الفرائض کا حصہ ادا کرنے کے بعد اگر کچھ باقی بچ جائے اور اس کا مستحق وارث (عصبہ) موجود نہ ہو تو باقی ماندہ کو ذوی الفروض نسبی پر ان کے حصوں کی بقدر واپس لوٹا دینا۔

رد، عول کی ضد کیوں ہے؟ اَلرَّدُّ ضد العول۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عول سے سہام گھٹ جاتے ہیں اور مخرج بڑھ جاتا ہے۔ اور رد سے سہام بڑھ جاتے ہیں اور مخرج تنگ ہو جاتا ہے، اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کی ضد ہیں، اس لیے رد، عول کی ضد ہے۔ اس کو اس طرح بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ عول میں سہام بڑھ جاتے ہیں مخرج پر، اور رد میں اس کا برعکس ہوتا ہے یعنی مخرج بڑھ جاتا ہے سہام پر۔ یا یوں کہیے کہ عول سے مخرج بڑھ جاتا ہے اور رد سے مخرج گھٹ جاتا ہے۔ مثلاً ورثہ میں صرف ام موجود ہے

مسئلہ زید
ام

اس صورت میں مسئلہ اگرچہ ۳ سے ہونا چاہیے تھا چونکہ ام کا حصہ ثلث کل ہے اور اسکا مخرج ۳ ہوتا ہے لیکن یہاں پر مسئلہ ایک سے بنائیں گے اور وہ تمام ام کا حق ہوگا، لہٰذا پہلے مخرج ۳ تھا اب گھٹ کر صرف ایک رہ گیا، اور سہام بڑھ گئے اس لیے کہ پہلے تین میں سے ایک مل رہا تھا اور اب ایک میں کل کا کل مل رہا ہے۔ اس وجہ سے رد، عول کی ضد ہے۔

تشریح يرد على ذوى الفروض بقدر حقوقهم الخ ذوی الفروض کو ان کے حصص متعینہ ادا کرنے کے بعد جو مال باقی بچے حال یہ کہ عصبات نسبیہ وسببیہ میں سے کوئی موجود نہیں تو باقی ماندہ مال ذوی الفروض نسبی پر رد کیا جائے گا۔ اگر ذوی الفروض متعدد ہیں اور ان کے حصص میں تفاوت ہے تو رد بھی اسی تفاوت کے مطابق ہوگا سب پر برابر رد نہیں کیا جائے گا۔ مثلاً ورثہ میں بنت اور بنت الابن موجود ہوں

مسئلہ ۶ رد ۴ — زید

بنت	بنت الابن
۳	۱

اس صورت میں بنت کو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے نصف حصہ اور بنت الابن کو سدس حصہ ملے گا، لہٰذا ۶ سہام میں سے ۳ کی مستحق بنت ہوئی اور ایک سہم کا استحقاق بنت الابن کو ہوا، باقی ۲ سہام بچے تو وہ ۲ سہام ان پر نصف اور سدس ہی کے اعتبار سے رد کیے جائیں گے۔ نتیجہ کے اعتبار سے اس صورت میں مسئلہ رد یہ ۴ ہوگا اور بنت کو دونوں حیثیتوں (ذوی الفروض و من حیث الرد) سے ۳ سہام اور بنت الابن کو ایک سہم ملے گا۔ پھر ذوی الفروض چونکہ دو قسم پر ہیں، ایک نسبی دوسرے سببی۔ رد ذوی الفروض نسبی پر ہوگا، سببی یعنی زوجین پر رد نہیں ہوگا۔ مثلاً زوجہ اور بنت وارث ہوں۔

مسئلہ ۸ — زید

زوجہ	بنت
۱	۷

زوجہ کو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے ۸ میں سے صرف ایک سہم ملے گا، اور بنت کو باقی ۷ سہام ملیں گے، ۴ سہام ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے اس لیے کہ اس کا حصہ اس صورت میں نصف ہے اور باقی ۳ سہام رد ہونے کے اعتبار سے ملیں گے۔

عامۃ الصحابہؓ اور علماءِ جمہور کا یہی مذہب ہے۔ حضراتِ احناف رحمہم اللہ کا مفتیٰ بہ مسلک بھی یہی ہے اور اسی کے مطابق عمل ہے کہ زوجین پر رد نہیں کیا جائے گا۔

ذوی الفروض سببی پر رد نہ ہونے کی وجہ

ذوی الفروض سببی یعنی زوجین کا وارث ہونا خلافِ قیاس ہے محض سبب نکاح کی وجہ سے وہ مستحق ہوتے ہیں چونکہ ان کا حصہ قرآن کریم میں صراحۃً متعین کیا گیا ہے، جب ان کو اس کی بقدر حصہ دیدیا گیا تو اب باقی مال میں زوجین کا کوئی استحقاق نہیں رہا، چونکہ انتقال کے بعد نکاح ختم ہو جاتا ہے، اور وہ مثل اجنبی کے ہو جاتے ہیں برخلاف نسب کے کہ وہ مرنے کے بعد بھی باقی رہتا ہے، اس لیے اس قرابت کی بناء پر ذوی الفروض نسبی پر رد ہوتا ہے اور سببی پر رد نہیں ہوتا۔

اختلافِ مذاہب

وھو قول عامۃ الصحابۃ رضؓ الخ جو ترکہ ذوی الفروض کا حصہ ادا کرنے کے بعد باقی بچ جائے اور اس کا مستحق وارث عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو تو اس باقی کو ذوی الفروض نسبی پر ان کے حصوں کی بقدر رد کر دیا جائے گا اور زوجین جو ذوی الفروض سببی ہیں ان پر رد نہ ہوگا۔ اس طور پر رد کرنا جمہور صحابہ رضؓ اور ان کے متبعین کا قول ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے ہمارے اصحاب احناف نے یعنی حضراتِ احناف کا مفتیٰ بہ مسلک یہی ہے اسی کے مطابق عمل ہے، البتہ حضرت زید ابن ثابتؓ کا قول یہ ہے کہ باقی ترکہ ذوی الفروض پر رد نہ کیا جائے گا بلکہ اس کو بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا۔ اسی کو عروۃؒ، زہریؒ نے اختیار کیا ہے اور امام مالکؒ و امام شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے، لیکن محققین شافعیہؒ نے فرمایا کہ اگر بیت المال کا نظام درست نہ ہو تو پھر ذوی الفروض پر رد کریں گے۔

مانعینِ رد کے دلائل

ان حضرات نے استدلال کیا ہے آیت میراث "یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی أَوْلَادِکُمْ الآیۃ" سے وجہ استدلال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ذوی الفروض کے حصص مقرر فرما دیئے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو ان کے متعینہ حصے دیئے جائیں، اس پر زیادتی نہ کی جائے

اگر اس سے زیادہ حصہ دیا گیا تو یہ حد سے تجاوز کرتا ہوگا جس پر سخت وعید آئی ہے قرآن میں فرمایا وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ، لہٰذا اگر ذوی الفروض پر رد کیا جائے گا تو ان کے حصص متعینہ سے زیادہ حصہ دینا لازم آئے گا اور یہ حد سے تجاوز کرنا ہوگا اس لیے باقی مال بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا ذوی الفروض پر رد نہ ہوگا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر کسی قسم کا کوئی وارث موجود نہ ہو تو پھر تمام ترکہ بیت المال میں داخل کر دیتے ہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں، جب کل مال بیت المال میں داخل کیا جا سکتا ہے تو ذوی الفروض کا حصہ ادا کرنے کے بعد جو تھوڑا مال باقی ہے اس کو بدرجہ اولیٰ بیت المال میں داخل کریں گے۔

قائلینِ رد کے دلائل

ان حضرات کے دلائل میں آیاتِ قرآنیہ اور احادیث رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پہلی آیت ہے وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ الآیۃ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو ورثہ میت سے رحم کا تعلق رکھتے ہیں وہ اس کے ترکہ کے مستحق ہوں گے اور وہ اس قرابت داری کی وجہ سے کل ترکہ لینے کے حق دار ہوں گے، لہٰذا یہ آیت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ ذوی الفروض کل ترکہ کے مستحق ہوں اس لیے کہ ان کا میت سے رحم کا تعلق ہے۔ مگر آیتِ میراث "يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ الآیۃ" میں ذوی الفروض کے حصص اللہ تعالیٰ نے بذاتِ خود اس لیے مقرر فرما دیے ہیں کہ ان کو یہ معین حصہ دیا جائے اور باقی ترکہ دوسرے قرابت داروں پر جو عصبات کہلاتے ہیں، تقسیم کر دیا جائے۔ لیکن جب عصبات موجود نہیں تو پہلی آیت وَاُولُوا الْاَرْحَامِ الخ پر عمل کرتے ہوئے باقی ترکہ بھی انہی پر رد کر دیا جائے گا۔ چونکہ ان سے رحم کا تعلق اب بھی موجود ہے اس طرح دونوں آیتوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ اسی سے زوجین پر رد نہ ہونے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی

چونکہ ان کا حصہ ادا کرنے کے بعد اب قرابت کا کوئی تعلق ان میں باقی نہیں رہا، وہ اجنبی ہوگئے اس لیے ان پر رد نہیں ہوگا۔

دوسری دلیل وہ حدیث شریف ہے جس میں حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وصیت کا واقعہ مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس مرض الوفات میں ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو سعد رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے پاس بہت مال ہے اور میرے مال کی وارث صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں اپنے پورے مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی وصیت کر جاؤں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ پھر عرض کیا کہ نصف مال کی وصیت کر دوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا نہیں۔ اس کے بعد ثلث مال کی وصیت کرنے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی، اور فرمایا الثلث خیر۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوا کہ سعد رضؓ نے سمجھا کہ میرے کل مال کی مستحق ایک بیٹی ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہیں فرمائی نیز نصف مال کی وصیت کرنے کی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک بیٹی کا حصّہ نصف مال سے بھی زیادہ ہوسکتا ہے، لہٰذا جو نصف سے زائد ہوگا وہ رد ہونے کی حیثیت سے ہوگا۔

مانعین رد کے دلائل کے جوابات

ذوی الفروض کے حصص مقرر فرمانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو کسی دوسری حیثیت سے بھی مال نہ ملے، چونکہ دوسری جہت سے مال ملنے کی ممانعت قرآن وحدیث میں نہیں ہے، بلکہ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ایک وارث کو دو حیثیتوں سے مال دیا جاسکتا ہے، مثلاً

مسئلہ ۲×۲ = ۴ ھندہ

زوج و ابن العم	ابن العم
زید	عمر
½ + ١	١
٣	

اس مثال میں زید ھندہ کا زوج بھی ہے

اور ابن العم بھی ہے، تو شوہر ہونے کی حیثیت سے کل مال کا نصف حصہ دیا اور عصبہ ہونے کی وجہ سے تصحیح کے بعد ایک حصہ اور ملا، چونکہ ہندہ سے اس کا رحم کا تعلق بھی ہے۔ اسی طرح ذوی الفروض کو اولاً ان کا متعینہ حصہ دیا جاتا ہے اور باقی رد ہونے کی حیثیت سے چونکہ ان کا میت سے رحم کا تعلق برقرار رہتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال بیت المال میں داخل کیا جائے تو اس سے قرابت دار کے ہوتے ہوئے اجنبی کو ترکہ دینا لازم آئے گا چونکہ وارث ذوی الفروض ہیں، ان کا میت سے قرابت کا تعلق اب بھی موجود ہے، ان کے ہوتے ہوئے بیت المال میں کیسے اس کو داخل کیا جا سکتا ہے، یہ قرآن پاک کی آیت واولوا الارحام بعضھم الخ کے خلاف ہوگا، اس لیے باقی مال ذوی الفروض ہی پر رد کیا جائے گا۔

اصولِ ردّ اور ان کی دلیلِ حصر

رد کے کل چار اصول ہیں، ذوی الفروض کی دو قسمیں ہیں، من یرد علیہ (جن پر رد کیا جاتا ہے) اور مَنْ لَا یردُ علیہ (جن پر رد نہیں ہوتا) اس کا مصداق زوجین ہیں پہلا اصول یہ ہے کہ مسئلہ میں صرف "من یرد علیہ" کی ایک جنس موجود ہو۔

دوسرا اصول :۔ "من یرد علیہ" کی متعدد اجناس موجود ہوں۔ تیسرا اصول یہ ہے کہ "من لا یرد علیہ" کے ساتھ "من یرد علیہ" کی صرف ایک جنس موجود ہو۔ چوتھا اصول یہ ہے کہ "من لا یرد علیہ" کے ساتھ "من یرد علیہ" کی متعدد اجناس موجود ہوں۔

ان اصولِ اربعہ کی دلیل حصر یہ ہے کہ ورثہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو صرف "من یرد علیہ" موجود ہوں گے یا نہیں۔ اگر صرف "من یرد علیہ" موجود ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو صرف ایک جنس کے ہوں گے یا متعدد اجناس کے ہوں گے، اول صورت کے لیے پہلا اصول، اور دوسری صورت کے لیے دوسرا اصول ہے۔ اور اگر صرف "من یرد علیہ" موجود نہیں بلکہ ان کے ساتھ "من لا یرد علیہ" بھی موجود ہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو

"من لا یرد علیہ" کے ساتھ "من یرد علیہ" کی صرف ایک جنس ہوگی، اس کے لیے تیسرا اصول ہے اور یا متعدد اجناس ہوں گی، اس کے لیے چوتھا اصول ہے۔

اصول ا کی تفصیل احدھا ان یکون فی المسئلۃ جنس واحد الخ اگر مسئلہ میں "من یرد علیہ" کی صرف ایک جنس موجود ہو تو مسئلہ اس کے عدد رؤس سے بنایا جائے گا۔ چونکہ نتیجہ کے اعتبار سے تمام مال بغیر تفاوت کے ان ہی کو ملنا ہے، اس لیے جتنے اس جنس کے افراد ہوں گے اتنے ہی عدد سے مسئلہ بنا دیں گے۔ مثلاً

مسئلہ ۳ رد ۲

بنت	بنت
۱	۱

اس صورت میں اولاً تو مسئلہ ۳ سے بنا، اس کا دو ثلث یعنی دو سہام بنات کا حق ہوا اور باقی ایک سہام کا مستحق کوئی وارث نہیں ہے تو یہ ایک سہام بھی انہی دونوں بنات پر برابر تقسیم کیا جائے گا۔ چونکہ یہ دونوں ایک جنس کے وارث ہیں اس لیے ان کے عددِ رؤس ۲ سے اس کا مسئلہ ردیہ ۲ ہوگا اور دونوں لڑکیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک سہم ملے گا۔

دوسری مثال مسئلہ ۳ رد ۲ زید

اخت	اخت
۱	۱

تیسری مثال مسئلہ ۶ رد ۲ زید

جدہ	جدہ
۱	۱

ان مثالوں میں بھی مسئلہ ردیہ ۲ ہوگا، ہر ایک کو ایک ایک سہم ملے گا۔ اور اگر مسئلہ میں صرف ایک وارث موجود ہو مثلاً مسئلہ ۳ رد ۱ زید

ام
۱

تو اس کا مسئلہ ردیہ ایک ہوگا یعنی کل مال ام ہی کو مل جائے گا۔

فائدہ:۔ اس اصول کے تحت چونکہ اہلِ رد استحقاق کے اعتبار سے برابر ہوتے ہیں اور کل ترکہ انہی کو ملنا ہے، اس لیے عصبات کی طرح ان کے عددِ رؤس پر ترکہ تقسیم ہو جائے گا۔

besturdubooks.wordpress.com

اصول ۲ کی تفصیل والثانی اذا اجتمع فی المسئلۃ جنسان الخ دوسرا اصول یہ ہے کہ مسئلہ میں صرف "من یرد علیہ" کی متعدد اجناس موجود ہوں یا تو دو قسمیں ہوں گی یا زیادہ سے زیادہ تین۔ اس سے زائد جمع نہیں ہوسکتیں اسی لیے مصنفؒ نے "جنسان او ثلثۃ اجناس" کے الفاظ استعمال کیے ہیں، اس صورت میں حکم یہ ہے کہ ورثہ کے اعدادِ سہام سے مسئلہ ردیہ بنائیں گے یعنی اصل مخرج تو وہی ہوگا جو قاعدہ کے مطابق ہوگا، اس میں سے جو سہام ورثہ کو ملیں گے ان سہام کا مجموعہ اس کا مسئلہ ردیہ ہوگا، مثلاً

مسئلہ ۶ رد ۴ — زید

بنت	بنت الابن
۳	۱

اس مثال میں قاعدہ کے مطابق مسئلہ ۶ سے بنا، ۶ کا نصف یعنی ۳ سہام بنت کا حق ہوا اور بنت الابن کو سدس یعنی ایک سہام ملا، اس کے بعد ۲ باقی بچے جو انہی پر رد ہوں گے تو ان کے اعداد سہام (جن کا مجموعہ ۴ ہے) کو مسئلہ ردیہ قرار دیا جائے گا۔

دوسری مثال — مسئلہ ۶ رد ۲ — زید

جدہ	اخت لام
سدس	سدس
۱	۱

تیسری مثال — مسئلہ ۶ رد ۳ — زید

جدہ	اخت لام	اخت لام
سدس	ثلث	
۱	۲	

چوتھی مثال — مسئلہ ۶ رد ۴ — زید

بنت	جدہ
نصف	سدس
۳	۱

پانچویں مثال — مسئلہ ۶ رد ۵ — زید

اخت لاب وام ۲ نفر	جدہ
ثلثان	سدس
۴	۱

چھٹی مثال — مسئلہ ۶ رد ۵ — زید

بنت	بنت الابن	جدہ
نصف	سدس	سدس
۳	۱	۱

ساتویں مثال — مسئلہ ۶ رد ۵ — زید

اخت	اخت لام ۲ نفر
نصف	ثلث
۳	۲

وضاحت امثال دوسری مثال میں دو سدس کے مستحقین ورثہ موجود ہیں، ان کا

مجموعہ سہام ۶ میں سے ۲ سہام ہیں تو اس کا مسئلہ ردیہ ۲ ہوگا۔ تیسری مثال میں سدس اور ثلث جمع ہے، ان کا مجموعہ سہام ۳ ہے تو ان کا مسئلہ ردیہ ۳ ہوگا۔ چوتھی مثال میں نصف اور سدس کے مستحق ورثہ موجود ہیں، ان کو ۶ میں سے ۴ سہام ملے تو ان کا مسئلہ ردیہ ۴ ہوگا۔ پانچویں مثال ثلثان اور سدس کے مستحق افراد موجود ہیں، ان کو ۶ میں سے ۵ سہام ملے لہٰذا ان کا مسئلہ ردیہ ۵ ہوگا۔ چھٹی مثال میں نصف اور دو سدس کے مستحق ورثہ موجود ہیں تو ان کا مجموعہ سہام ۵ ہوا، ان کا مسئلہ ردیہ بھی ۵ ہوگا۔ اور ساتویں مثال میں نصف اور ثلث ہونے کی وجہ سے مجموعہ سہام ۵ ہوا، ان کا مسئلہ ردیہ بھی ۵ ہوگا۔

وَالثَّالِثُ اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ الْاَوَّلِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ فَاَعْطِ فَرْضَ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ مِنْ اَقَلِّ مَخَارِجِهٖ فَاِنِ اسْتَقَامَ الْبَاقِيْ عَلٰى رُءُوْسِ مَنْ يُّرَدُّ عَلَيْهِ فِيْهَا كَزَوْجٍ وَثَلٰثِ بَنَاتٍ وَاِنْ لَّمْ يَسْتَقِمْ فَاضْرِبْ وَفْقَ رُءُوْسِهِمْ فِيْ مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ اِنْ وَافَقَ رُءُوْسَهُمُ الْبَاقِيْ كَزَوْجٍ وَسِتِّ بَنَاتٍ وَاِلَّا فَاضْرِبْ كُلَّ رُءُوْسِهِمْ فِيْ مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ فَالْمَبْلَغُ تَصْحِيْحُ الْمَسْاَلَةِ كَزَوْجٍ وَخَمْسِ بَنَاتٍ وَالرَّابِعُ اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ الثَّانِيْ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ فَاقْسِمْ مَا بَقِيَ مِنْ مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ عَلٰى مَسْئَلَةِ مَنْ يُّرَدُّ عَلَيْهِ فَاِنِ اسْتَقَامَ فِيْهَا وَهٰذَا فِيْ صُوْرَةٍ وَاحِدَةٍ وَهِيَ اَنْ يَّكُوْنَ لِلزَّوْجَاتِ الرُّبُعُ وَالْبَاقِيْ بَيْنَ اَهْلِ الرَّدِّ اَثْلَاثًا كَزَوْجَةٍ وَاَرْبَعِ جَدَّاتٍ وَسِتِّ اَخَوَاتٍ لِّاُمٍّ وَاِنْ لَّمْ يَسْتَقِمْ فَاضْرِبْ جَمِيْعَ مَسْئَلَةِ مَنْ يُّرَدُّ عَلَيْهِ فِيْ مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ

فَالْمَبْلَغُ مَخْرَجُ فُرُوْضِ الْفَرِيْقَيْنِ كَأَرْبَعِ زَوْجَاتٍ وَتِسْعِ بَنَاتٍ وَسِتِّ جَدَّاتٍ ثُمَّ اضْرِبْ سِهَامَ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ فِي مَسْئَلَةِ مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ وَسِهَامَ مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ فِيْمَا بَقِيَ مِنْ مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ وَإِنِ انْكَسَرَ عَلَى الْبَعْضِ فَتَصْحِيْحُ الْمَسَائِلِ بِالْأُصُوْلِ الْمَذْكُوْرَةِ

ترجمہ:

اور تیسری قسم یہ ہے کہ اول (من یرد علیہ کی ایک جنس) کے ساتھ وہ ہو جس پر رد نہیں کیا جاتا تو اس صورت میں "من لا یرد علیہ" کو اس کے اقل مخرج سے حصہ دیدو پھر اس کا باقی اگر "من یرد علیہ" کے رؤس پر برابر تقسیم ہو جائے تو بہتر ہے، جیسے شوہر اور تین لڑکیاں۔ اور اگر ان پر برابر تقسیم نہ ہو تو ان کے رؤس کے وفق کو "من لا یرد علیہ" کے حصے کے مخرج میں ضرب دیدو اگر ان کے عدد رؤس اور باقی سہام میں توافق کی نسبت ہو جیسے شوہر، اور چھ لڑکیاں۔ ورنہ (اگر توافق کی نسبت بھی نہ ہو) تو کل عدد رؤس کو "من لا یرد علیہ" کے حصہ کے مخرج میں ضرب دیدو (یہ حکم نسبت تباین کی صورت میں ہے) تو حاصل ضرب اس مسئلہ کی تصحیح ہوگی، جیسے شوہر اور پانچ لڑکیاں۔ چوتھی قسم یہ ہے کہ "من یرد علیہ" کی متعدد اصناف کے ساتھ "من لا یرد علیہ" ہو تو (اس کا طریقہ یہ ہے کہ) "من لا یرد علیہ" کے حصے کے مخرج سے جو باقی ہو اس کو "من یرد علیہ" کے مسئلہ پر تقسیم کرو، اگر وہ برابر تقسیم ہو جائے تو بہتر ہے، اور یہ صرف ایک صورت میں ہے، اور وہ یہ ہے کہ بیویوں کیلئے ربع ہو، اور باقی اہل رد کے درمیان تین حصوں پر تقسیم ہو جیسے بیوی اور چار دادیاں، اور چھ ماں شریک بہنیں اور اگر باقی برابر تقسیم نہ ہو تو "من یرد علیہ" کے کل مسئلہ کو "من لا یرد علیہ" کے حصہ کے مخرج میں ضرب دیدو تو حاصل ضرب دونوں فریق کے حصوں کا مخرج ہوگا، جیسے چار بیویاں اور نو لڑکیاں اور چھ دادیاں۔ پھر ضرب دو "من لا یرد علیہ" کے سہام کو "من یرد علیہ" کے مسئلہ میں

اور "من یرد علیہ" کے سہام کو "من لایرد علیہ" کے حصہ کے مخرج سے جو باقی بچے اس میں ضرب دو، اور اگر بعض فریق پر کسر واقع ہو تو اصولِ مذکورہ کے مطابق مسائل کی تصحیح ہوگی۔

اصول۳ کی تفصیل

والثالث ان یکون مع الاول الخ تیسرا اصول یہ ہے کہ "من یرد علیہ" کی صرف ایک جنس کے ساتھ "من لایرد علیہ" بھی موجود ہو تو پہلے "من لایرد علیہ" کو اقل مخرج سے حصہ دیدو، مطلب اقل مخرج کا یہ ہے کہ زوجین میں جو بھی موجود ہو ان کا حصہ ان کے سہام کے مخرج سے مسئلہ بنا کر دیدو، اور جو اس سے باقی بچے وہ "من یرد علیہ" کو دیدو۔ اگر "من یرد" ایک جنس کے متعدد افراد ہوں تو اس باقی کو ان پر تقسیم کردو، اگر برابر تقسیم ہو جائے تو فبہا وہی اس کا مسئلہ ردیہ ہوگا۔

مثلاً

مسئلہ ۴

زوج	بنات ۳ نفر
۱ ربع	۳ ثلثان

اس صورت میں زوج کا حق ربع اور بنات کا ثلثان ہے، اصل مسئلہ تو ۱۲ سے ہوتا، اس میں سے ۳ سہام زوج کو اور ۸ سہام بنات کو ملتے مگر ایک سہام باقی بچا جس کا کوئی دوسرا مستحق موجود نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ ردیہ ہے اور "من یرد" ایک جنس کے تین افراد موجود ہیں، حال یہ کہ ان کے ساتھ "من لایرد علیہ" یعنی زوج بھی موجود ہے تو پہلے زوج کو اس کے حصہ ربع کے مخرج ۴ سے مسئلہ بنا کر ایک سہام اس کو دیدیا، اسی کو اقل مخرج سے تعبیر کیا گیا ہے پھر اس کے بعد ۳ باقی بچا وہ "من یرد علیہ" کو دیدیا، یہاں پر ان کے عدد رؤس بھی تین ہیں تو ان پر برابر تقسیم ہوگیا لہٰذا ۴ ہی اس کا مسئلہ ردیہ ہوگا، اور اگر "من لایرد علیہ" کو اقل مخرج سے حصہ ادا کرنے کے بعد باقی "من یرد علیہ" پر برابر تقسیم نہ ہو بلکہ کسر واقع ہو رہی ہو، اور کسر کا منشاء موافقت ہو یعنی باقی عدد سہام اور "من یرد علیہ" کے عددِ رؤس میں توافق کی نسبت ہو تو عددِ رؤس کے وفق کو اقل مخرج میں ضرب دیدو، حاصلِ ضرب اس مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

اس کی مثال یہ ہے — مسئلہ ۴×۲ رد ۸

زوج	بنات ۶ نفر
ربع	ثلثان
۱/۴	۳/۶

اس مثال میں زوج کو اقل مخرج ۴ میں سے ایک سہم ملا اور باقی ۳ سہام بنات کا حق ہوا، مگر ان کے عدد رؤس ۶ ہیں اور ۳ سہام ۶ پر برابر تقسیم نہیں ہوسکتے تو عدد رؤس ۶ کے وفق ۲ کو اقل مخرج ۴ میں ضرب دیدی حاصل ضرب ۸ ہوا، یہ اس کا مسئلہ ردیہ ہوگیا۔ اس میں سے ۲ سہام زوج کو اور ۶ سہام بنات کے فریق کو ملیں گے۔

وَاِلَّا فاضرب کل رؤسھم الخ اگر اقل مخرج کے باقی سہام اور "من یرد علیہ" کے عدد رؤس میں تباین کی نسبت ہو یعنی وہ عدد رؤس پر نہ برابر تقسیم ہو اور نہ موافقت کی صورت ہو تو پھر "من یرد علیہ" کے کل عدد رؤس کو "من لا یرد علیہ" کے مخرج (اقل مخرج) میں ضرب دیدو، حاصل ضرب اس مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ اس کی مثال یہ ہے۔

مسئلہ ۴×۵ رد ۲۰ — ہندہ

زوج	بنات ۵ نفر
ربع	ثلثان
۱/۵	۳/۱۵

اس مثال میں اقل مخرج ۴ میں سے ۳ سہام باقی بچے جو بنات کا حق ہے، ان کے عددِ رؤس ۵ ہیں اور ۳ اور ۵ میں تباین کی نسبت ہے، لہٰذا کل عدد رؤس یعنی ۵ کو اقل مخرج ۴ میں ضرب دی تو حاصلِ ضرب ۲۰ ہوا، یہ اس مسئلہ کی تصحیح ہوگئی، اب اس میں سے زوج کو ۵ سہام اور ۵ بنات کو ۱۵ سہام ملیں گے۔

فائدہ اگر میت مؤنث ہو تو اقل مخرج ہمیشہ ۲ یا ۴ کا عدد ہوگا اور میت مذکر ہے تو اقل مخرج ۴ یا ۸ کا عدد ہوگا، اس لیے کہ پہلی صورت میں "من لا یرد علیہ" زوج ہوگا اور اس کا حصہ نصف ہے یا ربع، اور ان کا مخرج ۲ و ۴ ہے۔ اور دوسری

صورت میں ''من لایرد علیہ'' زوجہ ہوگی، اس کا حصہ ربع ہے یا ثمن، اور ان کا مخرج ۴ یا ۸ ہوگا۔

اصول ۴ کی تفصیل

والرابع ان یکون مع الثانی الخ رد کا چوتھا اصول یہ ہے کہ ''من یرد علیہ'' کی متعدد اجناس کے ساتھ ''من لایرد علیہ'' کا بھی اختلاط ہو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ''من یرد علیہ'' کا مسئلہ ردیہ اصولِ مذکورہ کے مطابق بناؤ، اس کے بعد ''من لایرد علیہ'' کو اقل مخرج سے سہام دیدو، اس سے جو باقی بچے اس کو ''من یرد علیہ'' کے مسئلہ ردیہ پر تقسیم کردو، اگر اس پر برابر تقسیم ہو جائے تو فبہا یہی اس کا مسئلہ ردیہ ہوگا، اور یہ صرف ایک صورت میں ہوگا، وہ یہ ہے۔

مسئلہ ۴ × ۱۲ = ۴۸ ــــ مسئلہ ۶ رد ۳ ــــ زید

زوجہ	جدات ۴ نفر	اخوات لام ۶ نفر
ربع	سدس	ثلث
۱ / ۱۲	۱ / ۱۲	۲ / ۲۴

اس مثال میں زوجہ کو اقل مخرج ۴ میں سے ایک سہام ملا اور باقی ۳ سہام ''من یرد علیہ'' کا حق ہے جو دو فریق ہیں ان کا مسئلہ ردیہ بھی ۳ ہے لہٰذا باقی ماندہ سہام اس پر برابر تقسیم ہوگئے۔ اس کے بعد تصحیح کے قواعد کا لحاظ کرتے ہوئے اس مسئلہ کی تصحیح کرلی گئی کہ جدات کے عدد رؤس ۴ کو اخوات لام کے عدد رؤس ۶ کے وفق میں ضرب دی تو حاصلِ ضرب ۱۲ ہوا، پھر ۱۲ کو اقل مخرج ۴ میں ضرب دی گئی تو حاصل ضرب ۴۸ ہوا، یہ اس مسئلہ کی تصحیح ہوگئی جس میں سے زوجہ کو ۱۲ سہام، جدات کو بھی ۱۲ سہام اور اخوات لام کو ۲۴ سہام ملیں گے۔

اور اگر اقل مخرج کا باقی ''من یرد علیہ'' کے مسئلہ ردیہ پر برابر تقسیم نہ ہوسکے تو پھر ''من یرد علیہ'' کے مسئلہ ردیہ کو اقل مخرج میں ضرب دی جائے، حاصل ضرب مسئلہ ردیہ ہوگا اس کے بعد ''من لایرد علیہ'' کو جو سہام اقل مخرج سے ملے تھے ان کو ''من یرد علیہ'' کے مسئلہ ردیہ میں

ضرب دیدو تو حاصلِ ضرب اس کا حصّہ ہوگا اور "من یرد علیہ" کو جو سہام اپنے مسئلہ ردیہ سے ملے تھے ان کو اقل مخرج کے باقی میں ضرب دیدو تو یہ "من یرد علیہ" کا حصّہ ہوگا۔

اس کی مثال یہ ہے۔

زید	مسئلہ ۶ رد ۵	مسئلہ ۸ × ۵ رد ۴۰ × ۳۶ تص ۱۴۴۰
جدات ۶ نفر	بنات ۹ نفر	زوجات ۴ نفر
سدس	ثلثان	ثمن
۱	۴	۱
۷	۲۸	۵
۲۵۲	۱۰۰۸	۱۸۰

اس مثال میں "من یرد علیہ" کا مسئلہ ردیہ ۵ ہے، اور "من لایرد علیہ" کو اقل مخرج ۸ سے ایک سہام ملا، باقی بچے ۷، اور مسئلہ ردیہ ۵ ہے، ۷ کا عدد ۵ پر برابر تقسیم نہیں ہوسکتا لہٰذا مسئلہ ردیہ کو اقل مخرج ۸ میں ضرب دی تو حاصل ضرب ۴۰ ہوا، یہ ان دونوں فریق یعنی "من لایرد علیہ" اور "من یرد علیہ" کے حصوں کا مخرج بن گیا۔ اس کے بعد "من لایرد علیہ" کے ایک سہام کو "من یرد علیہ" کے مسئلہ ردیہ ۵ میں ضرب دی تو حاصل ضرب ۵ ہوا، یہ زوجات کا حق ہوگیا اور بنات کو مسئلہ ردیہ سے ۴ سہام ملے تھے، ان کو اقل مخرج کے باقی ۷ میں ضرب دی تو حاصلِ ضرب ۲۸ ہوا، یہ بنات کا حصّہ ہوگیا۔ اسی طرح جدات کو ایک سہم ملا تھا اس کو ۷ میں ضرب دی تو حاصلِ ضرب ۷ ہی ہوا، یہ جدات کا حق ہوگیا۔ اس کے بعد ہر فریق کے سہام ان کے افراد پر برابر تقسیم نہیں ہو رہے تھے، کسر واقع ہو رہی تھی اس لیے بابُ التصحیح کے قواعد کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی تصحیح کرلی گئی ہے تاکہ کسی بھی فریق کے فرد پر کسر واقع نہ ہو۔

بَابُ مُقَاسَمَةِ الْجَدِّ

قَالَ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ تَابَعَهُ مِنَ الصَّحَابَةِ بَنُو الْاَعْيَانِ وَبَنُو الْعَلَّاتِ لَا يَرِثُوْنَ مَعَ الْجَدِّ وَهٰذَا قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَبِهٖ يُفْتٰى وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَرِثُوْنَ مَعَ الْجَدِّ وَهُوَ قَوْلُهُمَا وَقَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَعِنْدَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ لِلْجَدِّ مَعَ بَنِي الْاَعْيَانِ وَبَنِي الْعَلَّاتِ اَفْضَلُ الْاَمْرَيْنِ مِنَ الْمُقَاسَمَةِ وَمِنْ ثُلُثِ جَمِيْعِ الْمَالِ وَتَفْسِيْرُ الْمُقَاسَمَةِ اَنْ يُّجْعَلَ الْجَدُّ فِي الْقِسْمَةِ كَاَحَدِ الْاِخْوَةِ وَبَنُو الْعَلَّاتِ يَدْخُلُوْنَ فِي الْقِسْمَةِ مَعَ بَنِي الْاَعْيَانِ اِضْرَارًا لِّلْجَدِّ فَاِذَا اَخَذَ الْجَدُّ نَصِيْبَهُ فَبَنُو الْعَلَّاتِ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْبَيْنِ خَائِبِيْنَ بِغَيْرِ شَيْءٍ وَالْبَاقِيْ لِبَنِي الْاَعْيَانِ اِلَّا اِذَا كَانَتْ مِنْ بَنِي الْاَعْيَانِ اُخْتٌ وَاحِدَةٌ فَاِنَّهَا اِذَا اَخَذَتْ فَرْضَهَا نِصْفَ الْكُلِّ بَعْدَ نَصِيْبِ الْجَدِّ فَاِنْ بَقِيَ شَيْءٌ فَلِبَنِي الْعَلَّاتِ وَاِلَّا فَلَا شَيْءَ لَهُمْ كَجَدٍّ وَاُخْتٍ لِاَبٍ وَاُمٍّ وَاُخْتَيْنِ لِاَبٍ فَبَقِيَ لِلْاُخْتَيْنِ لِاَبٍ عُشْرُ الْمَالِ وَتَصِحُّ مِنْ عِشْرِيْنَ وَلَوْ كَانَتْ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ اُخْتٌ لِاَبٍ لَمْ يَبْقَ لَهَا شَيْءٌ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے متبعین صحابہ رضی اللہ عنہم

ـ نے فرمایا کہ عینی بھائی بہن اور علاتی بھائی بہن دادا کے ساتھ وارث نہیں ہوتے اور یہی قول حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اسی قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ اور حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ (عینی و علاتی بھائی بہن) دادا کے ساتھ وارث ہوتے ہیں اور یہ قول صاحبین رحمہما اللہ کا ہے اور یہی امام مالک و امام شافعی رحمہما اللہ کا قول ہے۔ اور زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک دادا کے لیے عینی اور علاتی بھائی بہنوں کے ساتھ دو امر مقاسمہ اور تمام مال کے ایک تہائی میں جو افضل ہے وہ ہے۔ اور مقاسمہ کی تفسیر یہ ہے کہ تقسیم میں دادا کو ایک بھائی کے مانند قرار دیا جائے، اور علاتی بھائی بہن حقیقی بھائی بہنوں کے ساتھ تقسیم میں داخل ہوں گے دادا کو نقصان پہنچانے کی غرض سے۔ پھر جب دادا اپنا حصہ لے لیگا تو علاتی بھائی بہن درمیان سے نکل جائیں گے۔ اس حال میں کہ وہ محروم ہوں گے بغیر کسی چیز کے۔ اور باقی حصہ حقیقی بھائی بہنوں کے لیے ہوگا۔ مگر جب حقیقی بھائی بہنوں میں سے صرف ایک بہن موجود ہو جب وہ اپنا حصہ کل مال کا نصف لے چکے گی دادا کا حصہ ادا کرنے کے بعد اگر کچھ باقی بچ جائے گا تو وہ علاتی بھائی بہن کے لیے ہوگا ورنہ تو ان کے لیے کچھ حصہ نہ ہوگا جیسے دادا، ایک حقیقی بہن اور دو علاتی بہنیں پس (اس صورت میں) دونوں علاتی بہنوں کے لیے کل مال کا دسواں حصہ باقی بچے گا، اور ۲۰ سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اور اگر اس مسئلہ میں ایک علاتی بہن ہو تو اس کے لیے کچھ باقی نہیں بچے گا۔

مقاسمہ کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ

مقاسمۃ یہ مفاعلۃ کے وزن پر قسمت سے مشتق ہے، اس کے لغوی معنیٰ ہیں تقسیم کرنا، اپنے اپنے حصہ کو لینا۔ اصطلاح میں، دادا اور بھائی بہنوں کے درمیان ترکہ تقسیم کرنے کا نام مقاسمۃ الجد ہے۔

اس باب کا مقصد

اس باب میں مصنفؒ نے اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ اگر میت نے اپنے ورثہ میں دادا، حقیقی اور علاتی بھائی بہن

کو چھوڑا ہے تو ترکہ ان کے درمیان کس طرح تقسیم ہوگا۔ دادا کو کتنا اور بھائی بہنوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا۔ اگرچہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ احناف رح کا مفتیٰ بہ مسلک تو یہ ہے کہ دادا کی موجودگی میں بھائی بہن سب محروم ہوں گے۔ البتہ صاحبین رح کا مذہب یہ ہے کہ دادا کی موجودگی میں حقیقی اور علاتی بھائی بہن مستحق ہوں گے۔ اسی کے مطابق اس باب میں احکام ذکر کیے گئے ہیں، لہٰذا اس باب کو "مقاسمۃ الجد" کے نام سے تعبیر کرنا صاحبین رح کے مسلک کے اعتبار سے ہے، اور اخیافی بھائی بہن دادا کے ساتھ بالاتفاق محروم ہوتے ہیں۔

اختلافِ مذاہب

دراصل یہ مسئلہ کہ دادا کے ساتھ حقیقی اور علاتی بھائی بہن محروم ہوں گے یا مستحق، خیر القرون ہی میں صحابہ کرام رض، تابعین تبع تابعین رح کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے، چنانچہ صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے متبعین[1] کا مذہب یہ ہے کہ دادا کی موجودگی میں حقیقی و علاتی بھائی بہن سب محروم ہوں گے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رح کا مذہب اس مسئلہ میں اولاً توقف رہا، مگر بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مذہب کو اختیار کیا اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے، اسلیے احناف رح کا مفتیٰ بہ مسلک اب یہی ہے۔ اس کے بالمقابل حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ دادا کے ساتھ حقیقی اور علاتی بھائی بہن مستحق ہوں گے۔ اور یہی مسلک صاحبین (امام ابو یوسف رح و امام محمد رح) کا بھی ہے، نیز امام مالک رح اور امام شافعی رح کا مسلک بھی یہی ہے۔ صاحب سکب الانہر اور علامہ سرخسی رح نے فرمایا کہ فتویٰ صاحبین رح کے قول پر ہے، مگر امام اعظم رح کا مسلک مفتیٰ بہ اور معمول بہا ہے۔

---

[1] ابن عباس رض، [2] ابن زبیر رض، [3] ابن عمر رض، [4] حذیفہ ابن الیمان رض، [5] ابو سعید خدری رض، [6] ابی ابن کعب رض، [7] معاذ بن جبل رض، [8] ابو موسیٰ الاشعری رض، [9] عائشہ رض، [10] ابوہریرہ رض، [11] عبادہ ابن صامت رض، [12] شریح رح، [13] عطاء رح، [14] عروہ ابن زبیر رح، [15] عمر ابن عبد العزیز رح، [16] حسن رح، [17] ابن سیرین رح۔

منشاء اختلاف

اس اختلاف کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ دادا بہت سے مسائل میں تو باپ کے مشابہ ہے اور بہت سے مسائل میں بھائی کے مشابہ ہے۔ اگر باپ کی مشابہت کا اعتبار کریں تو اس کی موجودگی میں بھائی بہن سب محروم ہوں گے جس طرح باپ کی موجودگی میں محروم ہو جاتے ہیں۔ اور اگر بھائی کے ساتھ مشابہت کا اعتبار کریں تو پھر دادا، بھائی بہنوں کے لیے حاجب نہیں ہوگا۔ جس طرح ایک بھائی دوسرے کیلئے حاجب نہیں ہوتا۔ لہٰذا اول مذہب والوں نے باپ کے ساتھ مشابہ ہونے کا اعتبار کیا اور بھائی بہنوں کے محروم ہونے کا فیصلہ کر دیا۔ اور ثانی مذہب والوں نے بھائی کے ساتھ مشابہ ہونے کا اعتبار کیا اور دادا کو مثل ایک بھائی کے مان کر بھائی بہنوں کو مستحق قرار دیا۔

وہ مسائل جن میں دادا، باپ کے مشابہ ہے

۱۔ دادا کی موجودگی میں بھائی کو ولایتِ نکاح حاصل نہیں، جس طرح باپ کی موجودگی میں اس کو حقِ ولایت نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں دادا باپ کے مشابہ ہے۔ ۲۔ اگر دادا نے پوتے کو ناحق قتل کر دیا تو دادا کو قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا جس طرح باپ کو بیٹے کے قتل کے بدلہ قصاصاً قتل نہیں کیا جاتا، برخلاف بھائی کے اگر اس نے ایسا کیا تو اس کو یہ سزا دی جائے گی۔ ۳۔ جس طرح باپ کی حلیلہ (زوجہ) بیٹے کے لیے حلال نہیں ہے اسی طرح دادا کی حلیلہ (زوجہ) پوتے کے لیے حلال نہیں ہے، برخلاف بھائی کے۔ اس کی حلیلہ (زوجہ) سے نکاح جائز و درست ہے۔ ۴۔ جس طرح باپ بیٹے کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں قبول نہیں ہوتی اسی طرح دادا اور پوتے کی شہادت بھی ایک دوسرے کے حق میں مقبول نہیں ہوتی۔ ۵۔ جس طرح لڑکے کی باندی سے وطی کر لینے کی بناء پر وہ باندی باپ کی ام ولد ہو جاتی ہے، اسی طرح دادا کے وطی کرنے سے بھی وہ دادا کی ام ولد بن جاتی ہے۔ ۶۔ جس طرح باپ اپنے بیٹے کو زکوٰۃ

نہیں دے سکتا، اسی طرح دادا کا پوتے کو زکوٰۃ دینا بھی جائز نہیں ہے، برخلاف بھائی کے اگر وہ مستحق ہے تو دے سکتا ہے۔ ۷ جس طرح باپ کو بیٹے کے مال میں تصرف کا حق ہے اسی طرح دادا کو بھی تصرف کا حق حاصل ہے لیکن بھائی کو یہ حقِ تصرف حاصل نہیں ہے بہرحال اس قسم کی اور بہت سی جزئیات ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ دادا مثلِ اب ہے اور جس طرح باپ کی موجودگی میں بھائی بہن محروم ہو جاتے ہیں، اسی طرح دادا کی موجودگی میں بھی محروم ہوں گے۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کو کیا ہوا، وہ اللہ سے ڈرتے نہیں کہ ابن الابن کو تو ابن قرار دیتے ہیں اور اب الاب کو اب نہیں مانتے۔ اس کا مطلب یہ کہ اتصال و قرب دونوں جانب سے ہوتا ہے۔ جس طرح جد کے انتقال پر اگر ابن نہ ہو تو اس کی جگہ ابن الابن لے لیتا ہے اور وہ اخ اور اخت کو محروم کر دیتا ہے تو اسی طرح اگر ابن کا انتقال ہو اور اب موجود نہ ہو تو اب الاب اس کے قائم مقام ہو کر اخ اور اخت کے لیے حاجب ہونا چاہیے۔ بہرحال یہ مذکورہ مسائل حضراتِ احناف رحمہ اللہ کے دلائل ہیں۔

وہ مسائل جن میں دادا، بھائی کے مشابہ ہے

۱ چھوٹے بچہ کا نفقہ دادا اور اس کی ماں پر اثلاثاً واجب ہوتا ہے یعنی دو حصے دادا کے ذمہ اور ایک حصہ ماں کے ذمہ۔ اسی تفاوت کے ساتھ دونوں میراث کے بھی مستحق ہوتے ہیں، یعنی دو حصوں کا استحقاق دادا کو اور ایک حصہ کا استحقاق ماں کو ہوتا ہے۔ اگر دادا کی جگہ بھائی موجود ہو تو یہاں بھی یہی صورت ہوگی کہ بھائی کے ذمہ دو تہائی اور ماں کے ذمہ ایک تہائی نفقۂ صغیر واجب ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ دادا بھائی کے مشابہ ہے۔ ۲ جس طرح تنگ دست بڑے بھائی پر چھوٹے بھائی کا نفقہ واجب نہیں اسی طرح تنگ دست دادا کے ذمہ بھی پوتے کا نفقہ واجب نہیں ہے، برخلاف باپ کے، اس پر واجب ہے۔ ۳ جس طرح بھائی کے مسلمان ہونے سے اس کے ساتھ

جیسے بھائی کو مسلمان قرار نہیں دیا جاتا اسی طرح دادا کے ساتھ بھی وہ مسلمان شمار نہیں ہوتا ہے جس طرح چھوٹے بھائی کا صدقۂ فطر بڑے بھائی پر واجب نہیں اسی طرح پوتے کا صدقۂ فطر دادا پر واجب نہیں ہے۔ بہرحال اس قسم کے اور بھی مسائل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دادا ان مسائل میں بھائی کے مانند ہے، لہٰذا جس طرح سے بھائی کی موجودگی میں دوسرا بھائی یا بہن محروم نہیں ہوتے اسی طرح دادا کی موجودگی میں بھی محروم نہیں ہوں گے بلکہ مستحق ہوں گے۔

تشریح قال زید بن ثابت رضی اللہ عنہ الخ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جد کی موجودگی میں حقیقی اور علاتی بھائی بہنوں کی توریث کے قائل ہیں لیکن ان حضرات کے طریقۂ تقسیم میں اختلاف ہے۔ مصنف رحؒ نے حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق تقسیم ترکہ کا طریقہ بیان کیا ہے اور حضرت علی رضؓ وابن مسعودؓ کے طریقۂ تقسیم سے تعارض نہیں کیا، اس لیے جو مسائل یہاں بیان کیے جائیں گے وہ سب حضرت زید ابن ثابت رضؓ کے مسلک کے مطابق ہوں گے۔ اور صاحبینؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔

باب کے مسائل کی ۶ صورتیں جب دادا کے ساتھ حقیقی اور علاتی بھائی، بہن موجود ہوں تو اس کی کل چھ صورتیں ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ورثہ میں دادا موجود ہو تو تین حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس کے ساتھ صرف حقیقی بھائی بہن ہوں گے یا صرف علاتی بھائی بہن یا دونوں قسم کے ہوں گے پھر تینوں صورتیں دو حال سے خالی نہیں، یا تو ان کے ساتھ ذوی الفروض کا بھی اختلاط ہوگا یا نہیں۔ لہٰذا کل چھ صورتیں متحقق ہوں گی تین میں کوئی ذوی الفروض نہیں ہوگا اور تین میں کوئی ذوی الفروض بھی ہوگا۔

حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق مسائل کی تخریج کا طریقہ

وعند زید بن ثابتؓ للجد مع بنی الاعیان وبنی العلات افضل الامرین الخ

مذکورہ چھ صورتوں میں سے پہلی تین صورتوں کا حکم ذکر کیا ہے کہ اگر دادا کے ساتھ صرف حقیقی یا صرف علاتی یا دونوں قسم کے بھائی بہن موجود ہوں لیکن ذوی الفروض میں سے کوئی وارث موجود نہ ہو تو اس وقت دادا کو مقاسمہ اور ثلث کل میں جو حصہ بہتر ہو وہ ملیگا مقاسمہ کا مطلب یہ ہے کہ دادا کو ایک بھائی فرض کر کے مسئلہ کی تخریج کی جائے۔ اگر بھائی فرض کرنے کی صورت میں اس کو زیادہ حصّہ مل رہا ہو تو وہ دیدیں گے اور اگر نقصان ہو تو کل مال کا ثلث حصّہ دیدیا جائے گا۔ مثلاً وارث صرف دادا اور ایک بھائی ہو۔

مسئلہ ۲ مقاسمہ

جد	اخ
۱	۱

مسئلہ ۳ ثلث کل

جد	اخ
۱	۲

مقاسمہ کی صورت میں جد کو دو ۲ سہام میں سے ایک ملے گا اور ثلث کل کی صورت میں تین ۳ سہام میں سے ایک ملے گا، لہٰذا یہاں پر مقاسمہ بہتر ہے۔ اس لیے اس صورت میں جد کو بطور مقاسمہ کے حصّہ دیدیں گے۔ اور اگر دو ۲ بھائی ہوں تو مقاسمہ اور ثلث کل دونوں صورتیں برابر ہوں گی۔ اور اگر تین بھائی اور دادا موجود ہو۔

مثلاً مسئلہ ۴ مقاسمہ

جد	اخ	اخ	اخ
۱	۱	۱	۱

مسئلہ ۳ ثلث کل

جد	اخ	اخ	اخ
۱		۲	

مقاسمہ کی صورت میں تو جد کو چار ۴ سہام میں سے ایک ملے گا۔

اور ثلث کل کی صورت میں تین ۳ میں سے ایک مل رہا ہے، لہٰذا یہی صورت بہتر ہے۔ اس لیے اس مسئلہ میں جد کو ثلث کل دیدیا جائے گا۔

مقاسمہ اور ثلثِ کل میں افضل دیے جانے کی وجہ اس کی وجہ یہ ہے کہ

جد میں دو حیثیتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک باپ کے ساتھ مشابہ ہونے کی، دوسری اخ کے ساتھ مشابہ ہونے کی۔ دونوں حیثیتوں کا اعتبار اس طور پر کیا گیا کہ جد کی موجودگی میں اخیافی بھائی بہن بالاتفاق محروم ہوں گے۔ اس میں مشابہ اب ہونے کا اعتبار کیا۔ اور حقیقی وعلاتی کے ساتھ مشابہ اخ ہونے کا اعتبار کیا، اور باپ کو اولاد کی موجودگی میں سدس ملتا ہے، اگر اولاد نہ ہو تو سدس سے زیادہ کا مستحق ہوتا ہے، اور جد اب کے مشابہ ہے، یہاں بھی اولاد موجود نہیں ہے لہٰذا جد کو اخوہ کے ساتھ سدس کا دوگنا یعنی ثلث ملے گا یا اس سے جو بہتر ہو وہ دیا جائے گا۔

تشریح وبنو العلات یدخلون فی القسمۃ الخ جب دادا کے ساتھ حقیقی اور علاتی بھائی بہن موجود ہوں تو اولاً علاتی کو تقسیم ترکہ میں شامل کیا جائے گا تاکہ دادا کا حصّہ کم ہو جائے اور جب دادا اپنا حصّہ لے چکے گا تو علاتی محروم ہو جائیں گے چونکہ حقیقی کی موجودگی میں علاتی کو ترکہ نہیں ملتا، قوتِ قرابت کی وجہ سے تمام باقی مال حقیقی کو مل جائے گا

مثلاً (۱) مسئلہ ۳ مقاسمہ وثلثِ کل

جد	اخ لاب وام	اخ لاب
۱	۲	محروم

(۲) مسئلہ ۵ مقاسمہ

جد	اخ لاب وام	اخت لاب
۲	۳	محروم

پہلے مسئلہ میں مقاسمہ اور ثلثِ کل دونوں برابر ہیں لہٰذا جد کو ۳ حصّوں میں سے ایک حصّہ ملے گا اور باقی ۲ حصّوں کا استحقاق حقیقی بھائی کو ہوگا، علاتی محروم ہوگا۔

دوسری مثال میں مقاسمہ افضل ہے۔ مسئلہ ۵ سے ہوگا۔ اس میں سے ۲ حصّے جد کو ملیں گے اور باقی تین حصّے حقیقی بھائی کو ملیں گے، علاتی بہن محروم ہوگی حقیقی بھائی کی وجہ سے۔

علاتی کا تقسیم میں داخل ہونا اور بعد میں محروم ہو کر نکل جانے کی وجہ

ایسے مسائل میں علاتی بھائی بہنوں

میں دو جہتیں پائی جاتی ہیں۔ جد کی موجودگی میں استحقاق ترکہ، اور حقیقی بھائی کی وجہ سے محروم ہونا لہٰذا دونوں کا اعتبار کیا۔ جد کے حق میں مستحق مان کر تقسیم میں داخل کیا گیا اور اس کا حصہ دینے کے بعد جب بھائی بہنوں میں تقسیم کا وقت آیا تو علاتی کو محروم کر کے نکال دیا ضعفِ قرابت کی وجہ سے اس کے نظائر دوسری جگہ بھی موجود ہیں۔ مثلاً ام کے ساتھ ایک حقیقی اور ایک علاتی بھائی ہو تو ام کو بجائے ثلث کے سدس ملے گا، چونکہ دو بھائی موجود ہیں۔ حالانکہ علاتی محروم ہے۔ باقی تمام ترکہ حقیقی کو مل جائے گا تو ام کا حصہ کم کرنے کے لیے علاتی کا اعتبار کیا گیا لہٰذا یہی حکم یہاں پر بھی ہوگا۔

علاتی بہن کے مستحق ہونے کی صورت

اِلّا اذا کانت الخ دادا کے ساتھ صرف ایک حقیقی بہن ہو تو دادا کا حصہ ادا کرنے کے بعد حقیقی بہن اپنا نصف حصہ ذوی الفروض ہونے کی حیثیت لے لیگی اس کے بعد جو باقی بچے گا اس کا استحقاق علاتی بہن کو ہوگا اور اگر کچھ باقی نہ بچا تو محروم ہو جائیگی اس کے مستحق ہونے کی صورت یہ ہے کہ ورثہ میں دادا، ایک حقیقی بہن اور دو علاتی بہن موجود ہوں۔ اس کی تخریج اس طور پر ہوگی۔

مسئلہ ۵ × ۲ ر ۱۰ × ۲ ر ۲۰

جد	اخت لاب وام	اخت لاب	اخت لاب
۲	۲ ½	۱	۱
۴	۵	۱	۱
۸	۱۰		

اس مسئلہ میں جد کے لیے مقاسمہ افضل ہے اور علاتی بہنوں کے لیے کل مال کا دسواں حصہ باقی بچا، جس کی وہ مستحق ہیں۔ مسئلہ کی تصحیح ۲۰ سے ہوگی۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ مقاسمہ کی صورت میں مسئلہ ۵ سے بنایا، اس لیے کہ جد مثل دو بہنوں کے ہے اور تین بہنیں موجود ہیں، ان کا مجموعہ ۵ ہوا۔ اس میں سے ۲ سہام جد کو دیئے۔ اور ۵ کا نصف ۲ ½ (اڑھائی) کا استحقاق حقیقی بہن کو ہوا۔ اس کے سہام میں کسر

واقع ہوئی تو کسر ½ کے مخرج ۲ کو اصل مسئلہ ۵ میں ضرب دی، حاصل ضرب ۱۰ ہوا، اس میں سے ۴ سہام جد کو اور ۵ سہام اخت لاب وام کو ملیں گے۔ ایک سہام باقی رہا، اس کا استحقاق دونوں علاتی بہنوں کو ہوگا، ان پر کسر واقع ہوئی تو عدد رؤس ۲ کو تصحیح میں ضرب دی، حاصل ضرب ۲۰ ہوا یہ مسئلہ کی تصحیح ہوگئی۔ اب اس میں سے جد کو ۸ سہام اور حقیقی بہن کو ۱۰ سہام اور دونوں علاتی بہنوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک سہام ملے گا۔ لہٰذا اس صورت میں علاتی بہن بھی حقیقی کی موجودگی میں مستحق ہوگئیں۔

تشریح وَلَوْ کَانَتْ فِیْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ الخ اگر اس مسئلہ میں جو ابھی ذکر کیا گیا ہے، دو علاتی بہنوں کے بجائے ایک علاتی بہن ہو تو اس کو کچھ نہیں ملے گا، محروم ہوجائے گی چونکہ اس صورت میں بھی دادا کے لیے مقاسمہ افضل ہے۔ اس کی تخریج اس طرح ہوگی۔ مسئلہ ۴

جد	اخت لاب وام	اخت لاب
۲	۲	محروم

جد کو مثل دو بہنوں کے قرار دیا، اور دو بہنیں موجود کل چار عدد رؤس ہوا، اس سے مسئلہ بنا دیا تو ۴ میں ۲ سہام جد کو ملیں گے اور ۴ کا نصف حقیقی بہن کو ۲ سہام ملے، اس کے بعد کچھ باقی نہیں بچا۔ اس لیے علاتی بہن محروم ہوجائے گی۔

وَاِنِ اخْتَلَطَ بِهِمْ ذُوْسَهْمٍ فَلِلْجَدِّ هٰهُنَا اَفْضَلُ الْاُمُوْرِ الثَّلَاثَةِ بَعْدَ فَرْضِ ذِیْ سَهْمٍ اِمَّا الْمُقَاسَمَةُ کَزَوْجٍ وَجَدٍّ وَاَخٍ وَاِمَّا ثُلُثُ مَابَقِیَ کَجَدٍّ وَجَدَّةٍ وَاَخَوَیْنِ وَاُخْتٍ وَاِمَّا سُدُسُ جَمِیْعِ الْمَالِ کَجَدٍّ وَجَدَّةٍ وَبِنْتٍ وَاَخَوَیْنِ وَاِذَا کَانَ ثُلُثُ الْبَاقِیْ خَیْرًا لِلْجَدِّ وَلَیْسَ لِلْبَاقِیْ ثُلُثٌ صَحِیْحٌ فَاضْرِبْ مَخْرَجَ الثُّلُثِ

فِی اَصْلِ الْمَسْأَلَۃِ فَاِنْ تَرَکَتْ جَدًّا وَّزَوْجًا وَّبِنْتًا وَّاُمًّا وَّاُخْتًا لِاَبٍ وَّاُمٍّ اَوْ لِاَبٍ فَالسُّدُسُ خَیْرٌ لِّلْجَدِّ وَتَعُوْلُ الْمَسْأَلَۃُ اِلٰی ثَلٰثَۃَ عَشَرَ وَلَا شَیْءَ لِلْاُخْتِ۔

ترجمہ:۔

اور اگر ان (دادا حقیقی وعلاتی بھائی بہن) کے ساتھ ذوی الفروض کا اختلاط ہو تو اس صورت میں دادا کے لیے ذوی الفروض کا حصّہ ادا کرنے کے بعد تین امور میں سے جو بہتر ہو وہ ہوگا یا تو مقاسمہ جیسے شوہر اور دادا اور بھائی ہو۔ اور یا ثلث مابقی جیسے دادا اور دادی اور دو بھائی اور ایک بہن ہو، اور یا تمام مال کا چھٹا حصّہ جیسے دادا اور دادی اور لڑکی اور دو بھائی ہوں۔ اور جب دادا کے لیے ثلث مابقی بہتر ہو اور باقی ماندہ مال میں سے ثلث صحیح نہ نکل سکے تو ثلث کے مخرج (۳) کو اصل مسئلہ میں ضرب دیدو، پھر اگر میّت نے دادا اور شوہر اور لڑکی اور ماں اور حقیقی یا علاتی بہن وارث چھوڑے تو دادا کے لیے (اس صورت میں) سدس بہتر ہے اور مسئلہ تیرہ ۱۳ کی طرف عول ہوگا اور بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔

تشریح وَاِنِ اخْتَلَطَ بِهِمْ ذُوْ سَهْمٍ الخ مصنفؒ نے باقی تین صورتوں کا حکم یہاں سے بیان فرمایا کہ اگر جد اور حقیقی یا علاتی بھائی بہنوں کے ساتھ کوئی وارث ذوی الفروض میں سے موجود ہو تو ان صورتوں میں حکم یہ ہوگا کہ دادا کو تین چیزوں میں جو بہتر ہو وہ حصّہ دیا جائے گا۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔ ۱ مقاسمہ۔ ۲ ثلث مابقی، ۳ سدس، یعنی اس مسئلہ کو ان تین طریقوں سے تخریج کیا جائے جس صورت میں دادا کو زیادہ حصّہ ملے وہی اس کو دیدیا جائے۔ ہر ایک کی مثال متن میں ذکر کی گئی ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے۔

مقاسمہ بہتر ہونے کی مثال

بطریقۂ مقاسمہ:۔ مسئلہ ۲×۲=۴

زوج	جد	اخ
۱	۱	
۲	۱	۱

بطریقۂ ثلث مابقی:- مسئلہ ۲×۳ = ۶

زوج	جد	اخ
۱/۳	۱	۲

بطریقۂ سدس:- مسئلہ ۶

زوج	جد	اخ
۳	۱	۲

اس مسئلہ میں بطریقۂ مقاسمہ تخریج کرنے پر جد کو ۴ سہام میں سے ایک سہم ملتا ہے۔ اور بطریقۂ ثلث مابقی اور سدس تخریج کرنے پر ۶ سہام میں سے ایک سہم مل رہا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ مقاسمہ والی صورت میں اس کو زیادہ حصّہ مل رہا ہے اس لیے فیصلہ کریں گے کہ دادا کو بطور مقاسمہ ۴ سہام میں سے ایک سہم دیا جائے گا۔

ثلث مابقی کے بہتر ہونے کی مثال

بطریقۂ ثلث مابقی:- مسئلہ ۶×۳ = ۱۸

جد	جدہ	اخ	اخ	اخت
ثلث مابقی	سدس	عصبہ	عصبہ	عصبہ بالغیر
۵	۱/۳	۴	۴	۲

بطریقۂ مقاسمہ:- مسئلہ ۶×۷ = ۴۲

جد	جدہ	اخ	اخ	اخت
۱۰	۱/۷	۱۰	۱۰	۵

بطریقۂ سدس:- مسئلہ ۶×۵ = ۳۰

جد	جدہ	اخ	اخ	اخت
۱/۵	۱/۵	۸	۸	۴

اس مسئلہ میں بطریقۂ ثلث مابقی تخریج کرنے پر دادا کو ۱۸ سہام میں سے ۵ سہام ملتے ہیں اور مقاسمہ کے طریقہ پر اس کو ۴۲ سہام میں سے ۷ سہام ملیں گے۔ اور سدس کی صورت میں ۳۰ سہام میں سے ۵ سہام ملیں گے۔ ظاہر ہے کہ ۱۸ میں سے ۵ بہتر ہے۔ باقی دونوں صورتوں سے۔ اس لیے فیصلہ کریں گے کہ دادا کو ثلث مابقی کے طریقہ پر ۱۸ سہام میں سے ۵ سہام ملیں گے۔

سُدُس کے بہتر ہونے کی مثال

بطریقۂ سدس:۔

مسئلہ ۶ × ۲ / ۱۲

اخ	اخ	بنت	جدہ	جد
عصبہ	عصبہ	نصف	سدس	سدس
		۳	۱	۱
۱	۱	۶	۲	۲

بطریقۂ مقاسمہ:۔ مسئلہ ۶ × ۳ / ۱۸

اخ	اخ	بنت	جدہ	جد
عصبہ	عصبہ	نصف	سدس	مقاسمہ
		۳	۱	
۲	۲	۹	۳	۲

بطریقۂ ثلث مابقی:۔

مسئلہ ۶ × ۳ / ۱۸

اخ	اخ	بنت	جدہ	جد
عصبہ	عصبہ	نصف	سدس	ثلث مابقی
		۳	۱	
۲	۲	۹	۳	۲

اس مسئلہ میں بطریقۂ سدس تخریج کرنے پر
دادا کو ۱۲ سہام میں سے ۲ سہام ملیں گے، اور باقی دونوں صورتوں میں ۱۸ سہام میں سے ۲ سہام ملیں گے۔ معلوم ہوا کہ سدس والی صورت دادا کیلئے بہتر ہے، اس لیے فیصلہ کردیں گے کہ دادا کو ۱۲ سہام میں سے دو (۲) سہام ملیں گے۔

تشریح وَاِذَا کَانَ ثُلُثُ الْبَاقِی الخ جب دادا کیلئے ذوی الفروض کا حصہ نکالنے کے بعد باقی ماندہ مال کا ثلث دینا افضل ہو اور اس باقی ترکہ سے ثلث بغیر کسر کے نہ نکل سکے تو ایسی صورت میں ثلث کے مخرج ۳ کو اصل مسئلہ میں ضرب دیدو تو اس کی تصحیح ہو جائے گی اور اب مابقی سے ثلث بغیر کسر کے نکل آئے گا۔ جیسے اس مسئلہ میں کیا گیا ہے۔

مسئلہ ۶ × ۳ / ۱۸

اخت	اخ	اخ	جدہ	جد
عصبہ بالغیر	عصبہ	عصبہ	سدس	ثلث مابقی
			۱	
۲	۴	۴	۳	۵

مسئلہ ۶ سے بنا، اس کا سدس ایک سہام جدہ کو دیدیا۔ باقی ۵ بچے، اس میں سے ثلث

بغیر کسر نہیں نکلتا، اس لیے تین کو اصل مسئلہ ۶ میں ضرب دیدی، حاصلِ ضرب ۱۸ ہوا، اس میں سے جدہ کو ۳ سہام دیدیے اور ۱۵ باقی بچے اس کا ثلث ۵ سہام جد کو دیدیے اور ہر بھائی کو ۴، ۴ سہام اور بہن کو ۲ سہام ملیں گے۔

تشریح فَاِنْ تَرَکَتْ جَدًّا اَوْ زَوْجًا الخ مصنفؒ نے اس عبارت میں جو مثال ذکر کی ہے اس میں بھی دادا کیلئے سدس بہتر ہے۔ اس کی تخریج اس طرح ہوگی۔ مسئلہ ۱۲ عول ۱۳

زوج	بنت	جد	ام	اخت
ربع	نصف	سدس	سدس	عصبہ
۳	۶	۲	۲	محروم

اس میں زوج کا حصہ ربع، بنت کا نصف اور جد کا سدس اور ام کا بھی سدس ہے۔ مسئلہ ۱۲ سے بنا اس میں سے ۳ زوج کو، ۶ بنت کو، ۲ جد کو اور ۲ سہام ماں کو ملیں گے۔ ان سب کا مجموعہ ۱۳ ہوا لہٰذا مسئلہ عائلہ بن گیا اور اخت محروم ہوجائے گی اس لیے کہ وہ عصبہ ہے اور عصبہ کو اس وقت حصہ ملتا ہے جب ذوی الفروض کا حصہ ادا کرنے کے بعد کچھ باقی بچ جائے۔ اور یہاں باقی نہیں رہا، بلکہ ذوی الفروض ہی پر تنگ پڑ گیا۔ بہرحال جد کو ۱۳ میں سے ۲ سہام ملے۔

مقاسمہ کی صورت میں اس کی تخریج اس طرح ہوگی۔ مسئلہ ۱۲ × ۳ ۳۶

زوج	بنت	جد	ام	اخت
ربع	نصف	مقاسمہ	سدس	عصبہ
۳	۶		۲	
۹	۱۸	۲	۶	۱

ثلث ما بقی کی صورت میں:- مسئلہ ۱۲ × ۳ ۳۶

زوج	بنت	جد	ام	اخت
ربع	نصف	ثلث ما بقی	سدس	عصبہ
۳	۶		۲	
۹	۱۸	۱	۶	۲

مقاسمہ کی صورت میں دادا کو ۳۶ میں سے ۲ سہام ملیں گے اور ثلث ما بقی کی صورت میں ۳۶ میں سے

ایک سہام ملتا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں دادا کیلئے سدس افضل و بہتر ہے۔

اس مثال کو ذکر کرنے کا فائدہ

مصنفؒ نے سدس کے افضل ہونے کی ایک مثال تو اس سے پہلے ذکر فرمائی، اور یہ دوسری مثال ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک فائدہ پر مشتمل ہے کہ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق بہن جب دادا کے ساتھ آئے گی تو وہ محروم نہیں ہوگی بلکہ ان کے درمیان مقاسمہ کیا جائے گا، مگر اس مسئلہ میں بہن مستحق نہیں ہو رہی ہے اور اس کو کچھ مال نہیں مل رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہوں پر دادا کی موجودگی میں بھی بہن کو مال نہیں ملے گا جیسا کہ یہاں پر ہوا، اس لیے مصنفؒ نے اس مثال کو ذکر فرما دیا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَجْعَلُ الْاُخْتَ لِاَبٍ وَاُمٍّ اَوْ لِاَبٍ صَاحِبَةَ فَرْضٍ مَعَ الْجَدِّ اِلَّا فِي الْمَسْئَلَةِ الْاَكْدَرِيَّةِ وَهِيَ زَوْجٌ وَاُمٌّ وَجَدٌّ وَاُخْتٌ لِاَبٍ وَاُمٍّ اَوْ لِاَبٍ فَلِلزَّوْجِ النِّصْفُ وَلِلْاُمِّ الثُّلُثُ وَلِلْجَدِّ السُّدُسُ وَلِلْاُخْتِ النِّصْفُ ثُمَّ يَضُمُّ الْجَدُّ نَصِيْبَهٗ اِلٰى نَصِيْبِ الْاُخْتِ فَيَقْسِمَانِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ لِاَنَّ الْمُقَاسَمَةَ خَيْرٌ لِّلْجَدِّ اَصْلُهَا مِنْ سِتَّةٍ وَتَعُوْلُ اِلٰى تِسْعَةٍ وَتَصِحُّ مِنْ سَبْعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ وَسُمِّيَتْ اَكْدَرِيَّةً لِاَنَّهَا وَاقِعَةُ اِمْرَاَةٍ مِّنْ بَنِيْ اَكْدَرٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ سُمِّيَتْ اَكْدَرِيَّةً لِاَنَّهَا كَدَّرَتْ عَلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ مَّذْهَبَهٗ وَلَوْ كَانَ مَكَانَ الْاُخْتِ اَخٌ اَوْ اُخْتَانِ فَلَا عَوْلَ وَلَا اَكْدَرِيَّةَ۔

ترجمہ:۔ اور جاننا چاہیے کہ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ حقیقی یا علاتی بہن کو دادا

کے ساتھ ذوی الفروض نہیں قرار دیتے مگر مسئلہ اکدریہ میں (ذوی الفروض مانتے ہیں) اور وہ (مسئلہ اکدریہ) یہ ہے، شوہر اور ماں اور دادا اور حقیقی یا علاتی بہن ہو۔ پس (اس مسئلہ میں) شوہر کے لیے نصف ہے اور ماں کیلئے ثلث اور دادا کے لیے سدس اور بہن کے لیے نصف ہے۔ پھر دادا اپنے حصہ کو بہن کے حصہ کی طرف ملائے گا، پھر تقسیم کریں گے دونوں حصے اس طور پر کہ ایک مذکر کے لیے دو مؤنثوں کے مثل حصہ ہوگا، اس لیے کہ مقاسمہ (اس مسئلہ میں) دادا کے لیے بہتر ہے اس کا اصل مسئلہ ۶ سے ہوگا اور ۹ کی طرف عول ہوگا اور ۲۷ سے تصحیح ہوگی۔ اس مسئلہ کا نام اکدریہ اس لیے رکھا گیا کہ یہ قبیلۂ بنی اکدر کی ایک عورت کا واقعہ ہے اور بعض حضرات نے کہا کہ اس کا نام اکدریہ اس لیے رکھا گیا کہ اس نے زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ پر ان کا مذہب مکدر کر دیا۔ اور اگر اس مسئلہ میں بہن کی جگہ بھائی یا دو بہنیں موجود ہوں تو پھر (اس میں) نہ عول ہوگا اور نہ یہ اکدریہ ہوگا۔

مسئلہ اکدریہ

وَاعْلَمْ اَنَّ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ الخ جب دادا کے ساتھ حقیقی یا علاتی بہن موجود ہو تو حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ بہنوں کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے ترکہ دلاتے ہیں (کما ذکر مفصلاً) ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے ان کو ترکہ نہیں دلاتے۔ مگر مسئلہ اکدریہ میں ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے ان کو حصہ دینے کے قائل ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر بہن کو اس مسئلہ میں عصبہ بنائیں تو وہ محروم ہو جاتی ہے حالانکہ دادا کے ساتھ بہن محروم نہیں ہوتی، اس لیے اس کو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے حصہ دیتے ہیں تاکہ وہ بالکلیہ میراث سے محروم نہ ہو۔ اس کے بعد دادا اور بہن کے حصہ کو جمع کر کے ان میں اس طور پر تقسیم کیا جائے گا کہ دادا کو دو حصے اور بہن کو ایک حصہ ملے، "للذکر مثل حظ الانثیین" کے قاعدہ کے مطابق، تاکہ بہن کا حصہ دادا کے حصہ سے زیادہ ہونا لازم نہ آئے۔ چونکہ بہن کو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے نصف حصہ ملے گا اور دادا کو سدس، تو بہن کا حصہ دادا کے حصہ سے زیادہ

ہوجائے گا حالانکہ دادا مثل بھائی کے ہے، اس کا حصہ بہن سے دوگنا ہونا چاہیے، اس لیے مذکورہ عمل کیا جاتا ہے لہٰذا اس میں بہن بالکلیہ محروم ہونے سے بھی محفوظ ہوجاتی ہے اور اس کا حصہ دادا کے حصہ سے بڑھنا بھی لازم نہیں آتا۔ مسئلہ اکدریہ کی تخریج اس طرح ہوگی۔

مسئلہ ۶ عول ۹ × ۳ = ۲۷

زوج	ام	جد	اخت لاب وام
نصف	ثلث	سدس	نصف
۳	۲	۱	۳
۹	۶	۳	۹
		۸	۴

۱۲ — للذکر مثل حظ الانثیین

مسئلہ ۶ سے بنا، اس کا نصف زوج کو ۳ سہام اور ام کو ثلث یعنی ۲ سہام اور جد کو ایک سہام اور بہن کو ۳ سہام ملے، سب کا مجموعہ ۹ ہوا، مسئلہ عائلہ ہوگیا۔ اس کے بعد دادا اور بہن کے سہام کو جمع کیا، ان کا مجموعہ ۴ ہوا جو ان کے رؤس ۳ پر تقسیم نہیں ہوسکتا، اس لیے ۳ کو عول ۹ میں ضرب دی تو حاصل ضرب ۲۷ ہوگیا، یہ مسئلہ کی تصحیح ہوگئی۔ اس میں سے ۹ سہام شوہر کو، چھ سہام ماں کو ملے اور دادا کے ۳ سہام اور بہن کے نو سہام کو جمع کیا تو ۱۲ سہام ہوئے۔ ان کو دونوں پر تقسیم کیا تو ۸ سہام دادا کو اور ۴ سہام بہن کو ملیں گے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال یہ ہے کہ جس طرح اس مسئلہ میں بہن کو محروم ہونے سے بچانے کے لیے ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے ترکہ دیا گیا تو یہی صورت اس سے پہلے والی مثال میں بھی اختیار کی جاسکتی تھی تاکہ بہن محروم نہ ہوتی، دونوں کے مابین کیا فرق ہے؟

جواب یہ ہے کہ وہاں پر ایک مانع موجود ہے جس کی وجہ سے بہن کو ذوی الفروض نہیں بنایا جاسکتا، اور وہ لڑکی کا موجود ہونا ہے۔ چونکہ لڑکی کے ساتھ بہن عصبہ ہی بنتی ہے، لقولہ علیہ السلام اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ، اس صورت میں اس کو ذوی الفروض

نہیں بنایا جا سکتا، اس لیے لامحالہ وہ محروم ہی ہوگی، اور یہ مانع یہاں پر موجود نہیں ہے۔

مسئلہ اکدریہ کی وجہ تسمیہ اس مسئلہ کو اکدریہ کہنے کی مختلف وجوہات ذکر کی گئی ہیں ۱۔ اکدر ایک قبیلہ کے جدامجد کا نام ہے جسکی وجہ سے اس قبیلہ کو اکدر کہا جانے لگا اور اسی قبیلہ سے تعلق رکھنے والی ایک عورت نے اتنے ہی ورثہ چھوڑے، اس لیے مسئلہ مذکور اس کی طرف منسوب ہو کر اکدریہ کہلانے لگا۔ ۲۔ بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ اس کو اکدریہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کا مذہب ان پر مکدر و مشتبہ ہو گیا، کیونکہ وہ دادا کے ساتھ حقیقی اور علاتی بہنوں کو ذوی الفروض نہیں مانتے بلکہ عصبہ ہونے کی وجہ سے باقی مال دیتے ہیں یا محروم کر دیتے ہیں مگر اس مسئلہ میں بہن کو ذوی الفروض بھی مانا اور مسئلہ میں عول بھی ہوا اور پھر بہن کا حصہ کم کرنے کیلئے اس کا حصہ دادا کے حصّہ کے ساتھ ملا کر ان پر عصبہ ہونے کے طریقہ پر تقسیم کیا۔ ۳۔ اس مسئلہ میں بہن نے دوسرے اصحاب الفرائض کے حصوں کو مکدر کر دیا یعنی بگاڑ دیا چونکہ اس کے ذوی الفروض بنانے کی صورت میں مسئلہ عائلہ ہو گیا اور سوائے بہن کے سب کے حصوں میں نقصان واقع ہو گیا، اس لیے اس کو مسئلہ اکدریہ کہتے ہیں ۴۔ بعض کہتے ہیں کہ اکدر اس شخص کا نام ہے جس نے حضرت ابن مسعودؓ کے سامنے یہ مسئلہ بیان کیا تھا۔ ۵۔ بعض کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں صحابۂ کرامؓ کے اقوال میں تکدر یعنی اختلاف ہو گیا اس لیے اس کو اکدریہ کہتے ہیں۔

تشریح وَلَوْ كَانَ مَكَانَ الْأُخْتِ أَخٌ الخ مسئلہ اکدریہ میں بہن کی جگہ اگر ایک بھائی یا دو بہنیں موجود ہوں تو پھر اس میں نہ عول ہوگا اور نہ یہ مسئلہ اکدریہ ہوگا۔ اس کی تخریج اس طرح ہوگی۔ مسئلہ ۶

زوج	ام	جد	اخ
نصف	ثلث	سدس	عصبہ
۳	۲	۱	محروم

بھائی چونکہ عصبہ ہے اور عصبہ کو ذوی الفروض کا باقی ماندہ مال ملتا ہے، یہاں پر کچھ باقی نہیں بچا اور بھائی کسی بھی صورت میں ذوی الفروض نہیں بنتا، اس لیے وہ محروم ہوگا۔ اس میں عول کی بھی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اگر دو بہنیں ہوں تو اس کی تخریج اس طرح ہوگی۔

مسئلہ ۶ × ۲ / ۱۲

زوج	ام	جد	اخت	اخت
نصف	سدس	سدس	عصبہ	
۳	۱	۱	۱	
۶	۲	۲	۱	۱

اس صورت میں ماں کا حصہ بجائے ثلث کے سدس ہوگیا دو بہنوں کی وجہ سے۔ ان دونوں کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے ایک سہام ملا، کسر ہونے کی وجہ سے ان کے عدد رؤس ۲ کو اصل مسئلہ ۶ میں ضرب دی تو ۱۲ ہوگیا اس میں سے شوہر کو ۶ سہام، ماں کو ۲ سہام، دادا کو بھی ۲ سہام اور ہر ایک بہن کو ایک ایک سہام ملے گا۔ لہٰذا اس میں بھی نہ عول ہوا اور نہ یہ اکدریہ ہوا۔

بَابُ الْمُنَاسَخَةِ

وَلَوْ صَارَ بَعْضُ الْاَنْصِبَاءِ مِيْرَاثًا قَبْلَ الْقِسْمَةِ كَزَوْجٍ وَبِنْتٍ وَاُمٍّ فَمَاتَ الزَّوْجُ قَبْلَ الْقِسْمَةِ عَنْ اِمْرَأَةٍ وَاَبَوَيْنِ ثُمَّ مَاتَتِ الْبِنْتُ عَنِ ابْنَيْنِ وَبِنْتٍ وَجَدَّةٍ ثُمَّ مَاتَتِ الْجَدَّةُ عَنْ زَوْجٍ وَاَخَوَيْنِ فَالْاَصْلُ فِيْهِ اَنْ تُصَحِّحَ مَسْئَلَةَ الْمَيِّتِ الْاَوَّلِ وَتُعْطِيْ سِهَامَ كُلِّ وَارِثٍ مِنَ التَّصْحِيْحِ ثُمَّ تُصَحِّحُ مَسْئَلَةَ الْمَيِّتِ الثَّانِيْ وَتَنْظُرُ بَيْنَ مَا فِيْ يَدِهٖ مِنَ التَّصْحِيْحِ الْاَوَّلِ

وَبَيْنَ التَّصْحِيحِ الثَّانِي ثَلٰثَةُ أَحْوَالٍ فَإِنِ اسْتَقَامَ مَا فِي يَدِهٖ مِنَ التَّصْحِيحِ الْأَوَّلِ عَلَى الثَّانِي فَلَا حَاجَةَ إِلَى الضَّرْبِ وَإِنْ لَمْ يَسْتَقِمْ فَانْظُرْ إِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا مُوَافَقَةٌ فَاضْرِبْ وَفْقَ التَّصْحِيحِ الثَّانِي فِي التَّصْحِيحِ الْأَوَّلِ وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا مُبَايَنَةٌ فَاضْرِبْ كُلَّ التَّصْحِيحِ الثَّانِي فِي كُلِّ التَّصْحِيحِ الْأَوَّلِ فَالْمَبْلَغُ مَخْرَجُ الْمَسْئَلَتَيْنِ فَسِهَامُ وَرَثَةِ الْمَيِّتِ الْأَوَّلِ تُضْرَبُ فِي الْمَضْرُوبِ أَعْنِي فِي التَّصْحِيحِ الثَّانِي أَوْ فِي وَفْقِهٖ وَسِهَامُ وَرَثَةِ الْمَيِّتِ الثَّانِي تُضْرَبُ فِي كُلِّ مَا فِي يَدِهٖ أَوْ فِي وَفْقِهٖ وَإِنْ مَاتَ ثَالِثٌ أَوْ رَابِعٌ أَوْ خَامِسٌ فَاجْعَلِ الْمَبْلَغَ مَقَامَ الْأُولٰى وَالثَّالِثَةَ مَقَامَ الثَّانِيَةِ فِي الْعَمَلِ ثُمَّ فِي الرَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ كَذٰلِكَ إِلٰى غَيْرِ النِّهَايَةِ۔

ترجمہ:

یہ باب مناسخہ کے بیان میں ہے۔ اور اگر بعض حصے تقسیم ترکہ سے پہلے میراث بن جائیں جیسے شوہر اور ایک لڑکی اور ماں ہو، پھر شوہر تقسیم ترکہ سے پہلے ہی ایک بیوی اور ماں باپ کو چھوڑ کر مر گیا، پھر لڑکی، دو لڑکوں اور ایک لڑکی اور نانی کو چھوڑ کر انتقال کر گئی پھر نانی اپنے شوہر اور دو بھائیوں کو چھوڑ کر انتقال کر گئی، تو اس میں قاعدہ یہ ہے کہ (پہلے) میتِ اول کے مسئلہ کی تصحیح کر لو اور تصحیح میں سے ہر وارث کے سہام دیدو پھر میتِ ثانی کے مسئلہ کی تصحیح کرو اور تصحیح اول کے مافی الید اور تصحیح ثانی کے درمیان دیکھو تین نسبتوں (تماثل، توافق، تباین) میں سے کونسی نسبت ہے۔ پس اگر تصحیح اول کا مافی الید تصحیح ثانی پر برابر تقسیم ہو جائے تو ضرب کی کوئی ضرورت نہیں، اور اگر برابر تقسیم نہ ہو تو دیکھو اگر ان کے درمیان توافق کی نسبت ہو تو تصحیح ثانی کے وفق کو تصحیح اول میں ضرب دیدو۔ اور اگر ان کے درمیان

تباین (کی نسبت) ہو تو تصحیحِ ثانی کے کل کو تصحیح اول کے کل میں ضرب دیدو پس حاصلِ ضرب دونوں مسئلوں کا مخرج ہوگا۔ پھر میتِ اول کے ورثہ کے سہام کو عددِ مضروب میں ضرب دیدو یعنی تصحیحِ ثانی میں یا اس کے وفق میں (ضرب دیدو) اور میتِ ثانی کے ورثہ کے سہام کو مافی الید کے کل میں یا اس کے وفق میں ضرب دیدو، اور اگر تیسرا یا چوتھا یا پانچواں وارث (تقسیمِ ترکہ سے پہلے ہی) انتقال کر گیا تو مبلغ (دونوں مسئلوں کے عددِ تصحیح) کو پہلے مسئلہ کے قائم مقام کرو اور تیسرے مسئلہ کو دوسرے کے قائم مقام کرو عمل میں۔ پھر چوتھے اور پانچویں میں اسی طرح عمل کرتے جاؤ غیر نہایت تک۔

مناسخہ کے لغوی معنیٰ

مناسخہ، مفاعلۃ کا مصدر ہے، نسخ سے مشتق ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں زائل کرنا، باطل کرنا، مٹانا اور نقل کرنا۔ بولتے ہیں نسخت الشمس الظل ای ازالتہ، ونسخت الکتاب، اذا نقلت منہ الی غیرہ مثلہ، تناسخ الورثۃ۔ تقسیمِ میراث سے پہلے بعض وارثوں کا مر جانا۔

مناسخہ کی اصطلاحی تعریف

نقل سہام بعض الورثۃ او کلھم الی من یخلفھم بالاستحقاق۔ بعض یا تمام وارثوں کے سہام کا ان کے بعد والوں کی طرف استحقاقِ وراثت کی وجہ سے منتقل ہو جانا۔

باب کی اہمیت اور ضرورت

علم فرائض میں باب المناسخہ "بڑا ہی اہم در اہم باب ہے اس کو سمجھنے کیلئے "سراجی" کے ماقبل کے اسباق موقوف علیہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس کا مدار ماقبل کے ابواب کا یاد ہونا ہے۔ اس باب کے پڑھنے میں اور خصوصیت سے عملی جامہ پہنانے کیلئے ضروری ہے کہ اس وقت تکان، سستی وغیرہ نہ ہو۔ طبیعت ہشاش بشاش اور دماغ حاضر ہو۔ اس باب کی ضرورت کب پیش آتی ہے اس کو سنو!

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی جائیداد وغیرہ برسہا برس سے ورثہ کے درمیان

مشترک طور پر استعمال ہوتی چلی آئی ہے جو اُن کے آباؤ اجداد کا ترکہ تھی اور بعض ورثہ کا تقسیم سے قبل ہی انتقال بھی ہوگیا، اب باقی ورثہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس کو شرعی طور پر تقسیم کریں اور اپنے اپنے حصّہ پر قابض ہو کر استعمال کریں۔ اگر مورثِ اعلیٰ کے بعد ہی اسکو تقسیم کیا جاتا تو بہت آسان تھا، ماقبل کے ابواب کے مطابق اس کو تقسیم کردیا جاتا، لیکن اب بہت سے ورثہ دنیا سے رخصت ہو گئے تو ان کے حصّوں کو ان کے ورثہ کے مابین کیسے تقسیم کریں گے؟ اس باب کے ذریعہ قدرت حاصل ہوگی اس قسم کے مسائل کا جواب دینے کی۔ ان کے حل کرنے میں اس باب کے اصول وقواعد کی ضرورت پیش آئے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ تقسیمِ ترکہ سے پہلے جن ورثہ کا انتقال ہوگیا ہے ان کے حصوں کو انکے ورثہ کی طرف منتقل کرنے کیلئے اس باب کی ضرورت پڑتی ہے۔

مناسخہ لکھنے کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے مورثِ اعلیٰ (جائیداد وغیرہ کا سب سے پہلا مالک) کا نام میت کی علامت ایک لمبی لکیر ——————— کھینچ کر اس کے بائیں جانب لکھیے اور اس کے ورثہ کو اس لکیر کے نیچے اس ترتیب سے لکھیے کہ سب سے پہلے اصحاب الفرائض اور ان میں احد الزوجین کو مقدم کریے، پھر عصبات کو لکھے اور ہر وارث کا نام بھی لکھا جائے یہ بطنِ اول ہوا۔ اس کے بعد ان ورثہ میں جس شخص کا سب سے پہلے انتقال ہوا ہے اس کو دوسری لائن میت کی بنا کر لکھیے اور اس کے ورثہ مع نام کے لائن کے نیچے لکھیے یہ بطنِ ثانی ہوا۔ اسی طرح جو اس کے بعد مرا ہے اس کو تیسرے نمبر پر مع ورثہ کے لکھیے پھر جس کا انتقال ہوا، اس کو چوتھے نمبر پر لکھیے بغرض یہ کہ جتنے ورثہ مر چکے ہیں، اسی ترتیب سے ان کو لکھا جائے۔

مفتی کے فرائض میں یہ بات داخل ہے کہ سائل سے ورثہ کی خوب تحقیق کرے اور جو ورثہ مستحق ہو سکتے ہیں ان کو معلوم کرے۔ مثلاً شوہر، بیوہ، والدہ، لڑکا، لڑکی اور اگر

یہ نہ ہوں تو ان کے بعد جو مستحق ہوتے ہیں ان کو معلوم کرے نیز میت کے مذکر و مؤنث ہونے کی بھی تحقیق کرے۔ چونکہ سائل اپنی معلومات کے مطابق وارث بتا دیتا ہے مگر کوئی دوسرا وارث بھی موجود ہوتا ہے جس کو شرعی طور پر حق پہونچتا ہے اس لیے مجیب کو چاہیے کہ اس کے متعلق معلوم کرلے اور ہر میت کے ورثہ کو لکھتے وقت اوپر کے بطنوں میں بھی غور کرے، اگر کوئی مستحق وارث ہو تو اس کو بھی لکھے۔ جب سوال اور فوتی نامہ اس طور پر مرتب ہو جائے تو اس کے بعد مندرجہ طریقوں کے مطابق اس کی تخریج کی جائے۔

مناسخہ کی تخریج کے طریقے

سب سے پہلے بطنِ اول کے ورثہ کو ان کے حصص دے دیئے جائیں، ضرورت ہو تو مسئلہ کی تصحیح کرلی جائے، جس کا طریقہ ماقبل میں گذر چکا ہے۔ پھر بطنِ ثانی اس کے نیچے لکھے اور جس وارث کا انتقال ہوا ہے اس کو جو سہام بطنِ اول سے ملے ہیں ان کو مافی الید کی علامت مع بنا کر لائن کی بائیں جانب نام کے اوپر لکھیے اور بطنِ اول میں اس کا نام مع سہام کے گول دائرہ ◯ میں گھیر دے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ مر چکا ہے اور اس کے سہام منتقل ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد اس بطن کی تصحیح[1] کرے اور دیکھیے کہ تصحیح اور مافی الید میں کونسی نسبت ہے۔ یا تو تماثل کی ہوگی یا توافق یا تباین کی نسبت ہوگی۔

تماثل کی صورت میں

اگر نسبت تماثل کی ہو تو ایسی صورت میں مافی الید اس بطن کی تصحیح پر برابر تقسیم ہو جائے گا اور آگے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں بطنِ اول کی تصحیح ہی دونوں بطنوں کی تصحیح شمار ہوگی۔

توافق کی صورت میں

اگر تصحیح اور مافی الید میں توافق کی نسبت ہو تو دونوں کا وفق نکال لو اور جس عدد سے وفق نکلے اس کو بینہما توافق... لکھ کر

---

[1] تصحیح کے دو معنیٰ ہیں۔ خاص[1] جس کا ذکر باب التصحیح میں ہوا یعنی کسر کو دور کرنے کیلئے تصحیح کرنا۔ دوسرے عام[2] جو س خاص کو بھی شامل ہے یعنی مسئلہ کا جو بھی مخرج ہو اس کو تصحیح سے تعبیر کرتے ہیں اس باب میں اکثر جگہ تصحیح سے یہی مراد ہے ۱۲۰

ظاہر کردو پھر تصحیح کے وفق کو بطن اول کی تصحیح میں ضرب دیدو حاصلِ ضرب دونوں بطن کی تصحیح ہو جائے گی۔ پھر مافی الید کے وفق کو اس کے ورثہ کے سہام (جو ان کو اسی مسئلہ کی تصحیح سے ملے ہیں) میں ضرب دیدو، حاصلِ ضرب ہر وارث کا حصہ ہوگا۔ اور بطنِ اول میں ورثہ کو جو سہام اس بطن کی تصحیح سے ملے تھے ان کو تصحیح ثانی کے وفق میں (جس کو تصحیح اول میں ضرب دی گئی ہے، اس کو عدد مضروب بھی کہا جاتا ہے) ضرب دیدو، حاصلِ ضرب ان ورثہ کا حصّہ ہوگا۔

تبائن کی صورت میں

اگر بطنِ ثانی کی تصحیح اور اس کے مافی الید میں تبایُن کی نسبت ہو تو تصحیح کے کل عدد کو بطنِ اول کی تصحیح میں ضرب دیدو، حاصلِ ضرب دونوں بطن کی تصحیح ہو جائے گی۔ اس نسبت کو "بینہما تباین" لکھ کر ظاہر کردو۔ اور مافی الید کے کل کو اس کے ورثہ کے سہام میں ضرب دو تو حاصلِ ضرب ہر وارث کا حصّہ ہوگا۔ اور بطنِ اول کے ورثہ کے سہام کو اسی عدد مضروب (جو بطن ثانی کی تصحیح ہے) میں ضرب دیدو تو حاصلِ ضرب ہر وارث کے سہام ہوں گے۔ پھر دونوں بطن کے ورثہ کے سہام جوڑ کر دیکھ لو، اگر وہ مبلغ (جو دونوں تصحیح کا مجموعہ ہے) کے برابر ہوں تو مسئلہ صحیح ہوگا ورنہ غلط ہوگا، اس پر نظرِ ثانی کی جائے۔

یہ دو بطن کا مناسخہ ہوگیا اس کے بعد تیسرے بطن میں بھی اسی طرح عمل کرو کہ پہلے اس کے مافی الید کو جو اوپر کے ایک یا متعدد بطن سے سہام ملے ہیں ان کو نقل کر کے تیسرے نمبر پر لکھو اور اوپر ان کو دائرہ سے گھیر دو پھر اس بطن کی تصحیح کرو اور وہی تینوں نسبتوں میں غور کرو کہ کونسی نسبت ہے، اگر توافق یا تبایُن کی ہے تو اس کے وفق یا کل تصحیح کو بطن اول کے مبلغ (دونوں تصحیح کے مجموعہ) میں ضرب دیدو، حاصلِ ضرب تینوں بطن کی تصحیح ہو جائے گی، اور تیسرے بطن کے ورثہ کے سہام کو اس کے مافی الید کے وفق یا کل میں ضرب دیدو اور اوپر والے ورثہ کے سہام کو اسی عدد مضروب (جو تیسرے بطن کی تصحیح کا

وفق یا کل ہے) میں ضرب دیدو، حاصلِ ضرب ہر وارث کا حصہ ہوگا۔ گویا تیسرا بطن قائم مقام دوسرے بطن کے ہوگیا۔ اسی طرح چوتھے بطن میں عمل کرو، پھر پانچویں میں، یہاں تک کہ جتنے بھی ورثہ مرچکے ہیں، ترتیب وار ان میں اسی طرح عمل کرتے جاؤ۔ آخر میں جو ورثہ زندہ ہوں ان کا نقشہ تیار کرو اور جس وارث کو ایک یا متعدد جگہوں سے سہام ملے ہیں، ان کو جوڑ کر ان کے نام کے سامنے لکھتے جاؤ اور اس کے بعد یہ عبارت لکھ دو۔

حسبِ بیان سائل مرحوم کا کل ترکہ بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی المیراث وعدم موانع ارث .... سہام پر تقسیم ہوکر اس کے ورثہ مذکورہ بالا (جن کا شمار .... ہے) کو بتفصیلِ مذکور مندرجہ بالا نقشہ کے مطابق شرعاً ملیگا

متن میں مذکور مثال کی تشریح

ولو صار بعض الانصباء میراثاً قبل القسمۃ کزوج الخ مصنف رحمہ اللہ نے متن میں جو مثال ذکر کی ہے اس میں مناسخہ کی تخریج کے مذکورہ طریقے موجود ہیں جسکی تشریح یہ ہے۔

(۱) مسئلہ ۴ × ۴ × ۲ × ۱۶ × ۴ × ۳۲ = ۱۲۸ — مسئلہ ۴ ـ سلیمہ

زوج (ثانی) زید	بنت (من الاول) کریمہ	ام عظیمہ
۱	۳	۱
۴	۹	۳
		۶

(۲) مسئلہ بینہما تماثل — زید مف ۴

زوجہ (ثانیہ) علیمہ	اب عمر	ام رحیمہ
۱	۲	۱
۲	۴	۲
۸	۱۶	۸

اس صورت میں مورثِ اعلیٰ مسماۃ سلیمہ ہے، اس نے تین وارث چھوڑے۔ زوج (ثانی) بنت جو پہلے شوہر سے ہے اور ام۔ اس کے بعد اس کے شوہر زید کا انتقال ہوا، اس کے ورثہ زوجہ (ثانیہ) اب اور ام ہیں، پھر کریمہ کا انتقال ہوا جو مورثِ اعلیٰ سلیمہ کی لڑکی ہے، اس کے ورثہ میں

مسئلہ ۲/۶ بینہما توافق بالثلث کریمہ مع ۳/۹

(۳) جدہ (نانی) عظیمہ ۱/۳ — ابن خالد ۲/۶/۲۴ — ابن عبداللہ ۲/۶/۲۴ — بنت رقیہ ۱/۳/۱۲

مسئلہ ۳×۲ ۲/۶ بینہما تباین عظیمہ مع ۹

(۴) زوج (نانی) عبدالرحمٰن ۱/۲/۱۸ — اخ عبدالرحیم ۱/۹ — اخ عبدالکریم ۱/۹

نمبر شمار	نام وارث	سہام		کیفیت
۱	حلیمہ زوجہ زید	۸	آٹھ	
۲	عمر پدر 〃	۱۶	سولہ	
۳	رحیمہ ام 〃	۸	آٹھ	
۴	خالد پسر کریمہ	۲۴	چوبیس	
۵	عبداللہ 〃 〃	۲۴	چوبیس	
۶	رقیہ دختر 〃	۱۲	بارہ	
۷	عبدالرحمن زوج عظیمہ	۱۸	اٹھارہ	
۸	عبدالرحیم برادر 〃	۹	نو	
۹	عبدالکریم 〃 〃	۹	نو	
	میزان	۱۲۸	ایک سو اٹھائیس	

حسب بیان سائل سلیمہ مرحومہ کا کل ترکہ بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی المیراث ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) سہام پر تقسیم ہو کر اس کے ورثہ مذکورہ بالا (جن کا شمار نو ۹ ہے) کو بتفصیل مذکور مندرجۂ بالا نقشہ کے مطابق شرعاً ملے گا۔ فقط۔

ایک جدہ (نانی) دو ابن اور ایک بنت ہیں پھر چوتھے نمبر پر مسماۃ عظیمہ کا انتقال ہوا جو مسماۃ سلیمہ کی ام ہے، اس کے ورثہ میں زوج (نانی) اور دو اخ ہیں۔

لہٰذا مذکورہ طریقۂ تخریج کے مطابق سب سے پہلے بطنِ اول کی تصحیح کی گئی، یہ مسئلہ ردیہ ہے، زوج کو اقلِ مخرج ۴ سے ایک سہام ملا، تین سہام باقی بچے جو اہلِ رد کا حق ہے۔ چونکہ وہ متعدد ہیں اور ان کا مسئلہ ردیہ ۴ ہے اور ۳ سہام ۴ پر برابر تقسیم نہیں ہو سکتے اس لیے ان کے مسئلہ ردیہ ۴ کو اقلِ مخرج ۴ میں ضرب دی تو حاصلِ ضرب ۱۶ ہوا، اس میں سے ۴ سہام زوج کو ملے اور ۹ سہام بنت کو اور ۳ سہام ام کو ملے۔ ان سب کا مجموعہ ۱۶ ہو گیا۔ اس کے بعد زید کا انتقال ہوا، اس کے وارث، زوجہ، اب اور ام ہیں، اس کی

تصحیح کی تو مسئلہ ۴ سے بنا، زوجہ کو ایک سہام اور اب کو ۲ سہام اور ام کو ایک سہام ملا اس کا مافی الید بھی ۴ تھا تو تصحیح اور مافی الید میں تماثل کی نسبت ہے اس لیے آگے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پڑی اور بطنِ اول کی تصحیح ۱۶ دونوں بطن کی تصحیح شمار ہو گی۔ پھر کریمہ کا انتقال ہوا، اس کے وارث جدہ، دو ابن، ایک بنت ہیں۔ اس کی تصحیح کی گئی مسئلہ ۶ سے بنا، ایک سہام جدہ کو اور ۲، ۲ سہام ہر ایک ابن کو اور ایک سہام بنت کو ملا۔ اس کا مافی الید ۹ ہے اور تصحیح ۶ ہے، دونوں میں توافق بالثلث کی نسبت ہے اس لیے ہر ایک کا وفق نکال کر ان کے اوپر لکھ دیا اور تصحیح کے وفق ۲ کو تصحیح اول ۱۶ میں ضرب دی تو حاصلِ ضرب ۳۲ ہوا، یہ تینوں بطن کی تصحیح ہو گئی اور اس بطن میں ورثہ کو جو سہام ملے مثلاً جدہ کو ایک سہام، اس کو مافی الید کے وفق ۳ میں ضرب دی تو اس کا حصہ ۳ سہام ہو گیا اور لڑکوں کے ۲ سہام کو ۳ میں ضرب دی تو ان کے ۶، ۶ سہام ہو گئے اور لڑکی کے ایک سہام کو ۳ میں ضرب دی تو اس کے ۳ سہام ہو گئے۔

اور بطنِ اول کی وارثہ عظیمہ کے تین سہام کو ۲ میں ضرب دی (جو بطنِ ثالث کی تصحیح کا وفق ہے) تو حاصلِ ضرب ۶ سہام ہو گئے اور بطنِ ثانی میں حلیمہ کے ایک سہام کو ۲ میں ضرب دینے سے اس کے ۲ سہام اور عمر کے ۴ اور رحیمہ کے ۲ سہام ہو گئے۔ اس کے بعد آخر میں عظیمہ کا انتقال ہوا، اس کا مافی الید ۹ ہے جو اس کو دو جگہ سے ملا ہے۔ اسکے مسئلہ کی تصحیح ۴ سے ہوئی، ۲ سہام اس کے شوہر عبدالرحمٰن کو اور ایک ایک سہام دونوں بھائیوں کو ملا۔ اس مسئلہ کی تصحیح ۴ اور مافی الید ۹ ہے، دونوں میں تباین کی نسبت ہے اس لیے کل تصحیح ۴ کو مبلغ ۳۲ میں ضرب دی تو حاصلِ ضرب ۱۲۸ ہو گیا، یہ چاروں بطن کی تصحیح اور ان کا مبلغ ہوا۔ اس مسئلہ میں زوج کو ۲ سہام ملے، ان کو مافی الید ۹ میں ضرب دی تو اس کے ۱۸ سہام ہو گئے اور ہر بھائی کے ایک سہام کو ۹ میں ضرب دینے سے ان کے ۹، ۹ سہام ہو گئے اور اوپر کے بطنوں میں ورثہ کے سہام کو ۴ میں ضرب

دی گئی تو بطنِ ثانی میں حلیمہ کے ۸ سہام، عمر کے ۱۶ سہام اور رحیمہ کے ۸ سہام ہو گئے۔ اور بطنِ ثالث میں خالد کے ۲۴ سہام، عبداللہ کے ۲۴ سہام اور رقیہ کے ۱۲ سہام ہو گئے۔

مناسخہ کی صورتیں

مناسخہ کی دو صورتیں ہیں ۱۔ متناولہ ۲۔ متناقصہ۔

مناسخۂ متناولہ تو یہ ہے کہ میتِ ثانی کے ورثہ میتِ اول کے ورثہ کے علاوہ ہوں، یا وہی وارث ہوں لیکن ان کے وارث ہونے کی جہت مختلف ہو، اس میں ہر میت کے مسئلہ کی تصحیح اور مذکورہ عمل کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، متن میں جو مثال ذکر کی گئی ہے وہ مناسخۂ متناولہ کی ہے۔

مناسخۂ متناقصہ یہ ہے کہ میتِ ثانی کے ورثہ وہی ہوں جو میتِ اول کے وارث تھے، اور ان کے وارث ہونے کی جہت متفق ہو۔ اس میں میتِ ثانی کا مسئلہ وغیرہ بنانے کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ بطنِ اول میں میت ثانی کو "کالعدم" یا "کان لم یکن" قرار دے دیا جاتا ہے گویا وہ موجود ہی نہیں ہے۔ اور باقی ورثہ پر ترکہ تقسیم کر دیا جاتا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ زید کا انتقال ہوا، اس نے ایک زوجہ، دو ابن اور ایک بنت کو چھوڑا، اس کے بعد زوجہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے وارث بھی مذکورہ دو ابن اور ایک بنت ہیں نیز اس کے بعد ایک ابن کا بھی انتقال ہو گیا، اس کے وارث بھی یہی ایک اخ اور ایک اخت ہیں۔ تو ایسی صورت میں زوجہ اور ابن کو کالعدم قرار دیدیں گے اور ابن اور بنت پر ترکہ تقسیم کر دیں گے اس طور پر۔

مسئلہ ۳ — زید

زوجہ ہندہ کالعدم	ابن شاہد کالعدم	ابن راشد	بنت راشدہ
		۲	۱

صورتِ مذکورہ میں زید کا کل ترکہ ۳ سہام پر تقسیم ہو کر ۲ سہام راشد کو اور ایک سہام راشدہ کو شرعاً ملے گا، ہندہ اور شاہد کو کالعدم قرار دیا گیا، چونکہ ان کے انتقال کے بعد

راشد اور راشدہ عصبہ ہونے کی حیثیت سے وارث ہیں، ان کے علاوہ کوئی دوسرا وارث نہیں تھا لہٰذا احساب میں تخفیف کے مدِنظر ہندہ وشاہد کو کالعدم قرار دیا گیا، ان کا مستقل مسئلہ بنانے کی ضرورت نہیں پڑی۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ. آمِين۔

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان